تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلد سوئم

از

خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت

عاملِ شریعت، کاملِ طریقت

صادق البیان، مفسرُ القرآن

فدائے عشقِ محمدیؐ

ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی

حضرت قاضی محمدؐ علیم اللہ عارفی

قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب ــــــــــــ تفسیرِ علیم (جلد سوئم)

ترتیب و پیشکش ــــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ــــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ اپریل ۲۰۰۸ء	۵۰۰۰

297.64

89700

جلد سوم

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

Marfat.com

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پُکارا، تُو نے ہماری پُکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ، اپنے پیارے حبیب صَلیّ اللّٰہ عَلیہٖ وآلہٖ وسلّم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تُو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیّان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلیٰ کُلِّ شَیٔ ءٍ قَدِیْرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "تفسیرِ علیم (جلد سوئم)" کے عنوان سے جناب خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت، عاملِ شریعت، کاملِ طریقت، صادق البیان، مُفسّرُ القرآن، فدائے عشقِ محمّدی، ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی، حضرت قاضی محمّد علیم اللہ عارفی قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے قرآنی بیان کو کتاب کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلّی اللّٰہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

Marfat.com

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اور پنجتن پاک کی محبّت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کرلے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالمِ حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرکے کلام پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اُس سے راضی ہوجائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل وکرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلاتے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بےعزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر وفکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

گزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجئے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہو گی۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

سورۃ البقرہ الٓمّٓ

آیت نمبر ۲۴ تا ۲۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہِ

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ
وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَۃُ ۚۖ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ۝
وَبَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ
جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ کُلَّمَا رُزِقُوۡا
مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرَۃٍ رِّزۡقًا ۙ قَالُوۡا هٰذَا الَّذِیۡ رُزِقۡنَا
مِنۡ قَبۡلُ وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمۡ فِیۡهَا اَزۡوَاجٌ
مُّطَهَّرَۃٌ ۙ وَّهُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا
یَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَۃً فَمَا فَوۡقَهَا ؕ
فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَیَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ
رَّبِّهِمۡ ۚ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَیَقُوۡلُوۡنَ مَاذَآ اَرَادَ
اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِهٖ کَثِیۡرًا وَّیَهۡدِیۡ بِهٖ

Marfat.com

كَثِيْرًا ۙ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ھُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۤ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ فَسَوّٰىھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَھُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

میں نے جو آیات کی تلاوت کی وہ چوبیسویں سے لے کر انتیسویں آیت تک ہیں۔ پچھلی نشست میں میں نے ۲۴، ۲۵، ۲۶ آیات کی تفسیر پیش کی تھی۔

سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی کتاب کا ذکر کیا ہے کہ یہ کن لوگوں کے لئے ذریعۂ نجات ہے۔ سب سے پہلے مومنین کا ذکر کیا کہ ان کی کیا خصوصیات ہیں؟ کیا ان کے اعمال ہیں، کیا ان کے ایمان ہیں؟ پھر ذکر کیا اللہ تعالیٰ نے کافرین کا۔ جو بالکل دوسرے سرے پر ہیں، یعنی دوسری انتہا پر ہیں۔ پھر کچھ ایسے لوگ ہیں جو مسلمانوں میں مسلمان بن جاتے ہیں اور کافروں

میں کافر بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر بہت تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے تکوینی نظام کا ذکر کیا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ رزق پہنچاتا ہے۔ جس طرح سے وہ ہماری قبولیت فرماتا ہے۔

اسی طرح جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا، اُس کی توحید کا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا، انہیں اللہ تعالیٰ چیلنج کرتا ہے۔

یاد رکھیں کہ تمام کفر کی ابتدا یا ماخذ "کُفرِ رسالت" ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ فرمائی تو سب سے پہلے اپنی رسالت کی تبلیغ فرمائی۔ پہلے اپنے کو لوگوں سے اللہ کا نبی اور اس کا رسُول منوایا۔ جب لوگ ان کی رسالت پر ایمان لائے، تو ان کے توحید کے پیغام پر بھی ایمان لائے۔ اس کے بعد کہیں جا کر وہ نواھی اور اوامر پر بھی ایمان لائے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ یہ سچا کلام نہیں ہے، یہ کتاب ہدایت نہیں ہے یا یہ منجانب اللہ نہیں، انسانوں کی تخلیق ہے، تو انسانوں کی تخلیق کی سب سے بڑی خصوصیت ایک تو یہ ہوتی ہے کہ اس جیسا دوسرا انسان بنا لیتے ہیں۔ تو اگر تمہارے خیال میں یہ آیات میرے حبیب صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے اگر دل سے گھڑی ہیں (نعوذ باللہ من ذٰلک ۔)
تو تم ایسی ایک آیت بنا لاؤ۔ اللہ تعالیٰ دعوے کے ساتھ کہتا
ہے کہ تم ایسا نہیں کرسکو گے۔ اگر تم ایسا نہ کرسکو تو جہنم کی آگ سے
ڈرو جس کا ایندھن میں نے انسانوں اور پتھروں کو بنایا ہے۔ خاص
طور پر دوزخ کا وہ طبق جو کافرین اور منکرین کو سزا دینے کے لئے
ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بشارت دی ہے جن کے لئے
یہ کتاب ہدایت نازل کی گئی ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک
عمل کئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت کے بہت سارے
طبقے بنائے ہوئے ہیں۔ درجہ بدرجہ اعمال کے حساب سے۔
اللہ تعالیٰ کے کرم کے حساب سے۔ جنّات کے مختلف درجے
ہیں۔ غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس چیز پر زور دیا ہے۔
"وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" بشارت ہے
ان لوگوں کے لئے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اور
ان کی بتائی ہوئی توحید پر ایمان لائے۔ جنہوں نے ان کے بتائے
ہوئے نظام کائنات پر عمل کیا اور عبادات پر عمل کیا، معمولات پر عمل کیا
ان کے بتائے ہوئے طریقے سے۔

بات یہ ہے کہ صرف ایمان کافی نہیں ہے۔ ایمان کو تقویت

Marfat.com

عملِ صالح سے ہوتی ہے۔ اس کی آبیاری ہمیشہ اعمالِ صالح سے ہوتی ہے۔ اگر ایمان کے ساتھ عمل نہ ہو تو ایمان متزلزل ہو جاتا ہے۔ ایمان راسخ اس وقت ہوتا ہے، جب ایمان آپ کو اس بات پر آمادہ کرے کہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے سے ڈھال لیں۔ اور جو اعمالِ صالح ہیں، جو مومنوں کے اوصاف ہیں۔ ان میں سخاوت ہے شجاعت ہے۔ علم ہے حلم ہے، معرفت ہے، وسعت ہے، رحمت ہے، ہمت ہے۔ اور توکل ہے، یقین ہے، تقویٰ ہے۔ صدق ہے، اخلاص ہے، ہدایت ہے، عنایت ہے، پاک دامنی ہے۔ مجاہدہ ہے۔ ذوق وشوق ہے، رغبت ہے اور خوف خدا ہے۔ خوفِ امید ہے، وفا ہے، طلبِ الٰہی ہے، محبت ہے، حیا ہے۔ یہ سارے اوصاف مومن میں اعمالِ صالح سے پیدا ہوتے ہیں۔

تو ان اوصاف کے حامل نیک کام کرنے والے ہیں۔ اور اب یہ نیک کام کیا ہیں اور بُرے کام کیا ہیں؟ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے معیار مقرر فرما دیا ہے۔ تو جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمالِ صالحہ کئے اور اپنے اعمال میں وہ اوصاف پیدا کئے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں ان کے

Marfat.com

لئے بشارت ہے جنت کے مختلف طبقوں کی۔

مفسرین نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ طبق ہیں۔ جنت الفردوس، جنتِ عدن، جنت ماویٰ، دار الخلد، دار السلام، دار المقام، علیین، جنت النعیم، ان سب کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی مختلف سورتوں میں ذکر کیا ہے۔ اور انبیاء اور مومنین جنت کے مختلف حصوں میں مختلف طبقات میں اپنے اعمال کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے اور اس کے حکم سے رہیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک پاک جگہ مہیا کی ہے، جہاں اس کی تسبیح و تہلیل ہوگی۔ جہاں انسان کو اس کی دنیاوی عادات کے مطابق اللہ تعالیٰ پاک وسائل عطا فرمائیں گے۔ وہاں پھل ہوں گے، وہاں ازواجِ مطہرہ ہوں گی۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے بڑی چیزیں بھی پیدا کی ہیں اور چھوٹی چیزیں بھی پیدا کی ہیں۔ اور اچھی چھوٹی چیزوں کو بڑی چیزوں سے عاجز کیا ہے۔ اور اکثر چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کو وہ تمام چیزیں دی ہیں جو بڑی چیزوں کو دیں۔ اور مجھے اس میں کوئی عار نہیں کہ میں موقع اور مناسبت سے کسی چھوٹی چیز کی بھی مثال دوں۔ مچھر یا اس سے چھوٹی چیز کی بھی مثال

Marfat.com

دینے سے مجھے کوئی حیا نہیں۔ اور مچھر کو بھی میں نے وہ سارے اعضاء دیئے ہیں۔ سونڈ بھی دیا ہے جیسے ہاتھی کو جو اتنا بڑا جانور ہوتا ہے۔ ہاتھی مچھر کو عاجز نہیں کرسکتا، لیکن میری قدرت سے مچھر ہاتھی کو عاجز کرسکتا ہے اور نمرود کو ہلاک کرسکتا ہے ہرا دے سکتا ہے۔ تو یہ کفار کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثال کیوں دیتا ہے۔ اگر وہ واقعی رب ہوتا، سب سے بڑا ہوتا تو کسی بڑی چیز کی مثال دیتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ..... فَمَا فَوْقَھَا"، کہ اللہ تعالیٰ کو حیا نہیں ہے کہ وہ کسی چھوٹی چیز مچھر یا اس سے بڑی چیز یا اس سے چھوٹی چیز کی مثال دے۔

حیا کا مطلب ہے شرم۔ حیا کے تین درجے ہیں۔ ایک حیا ہے، ایک وقاحت ہے، اس کے نیچے خجالت ہے۔ حیا کا مطلب وہ شرم ہے جو کسی کام سے آپ کو منع کرے۔ یہ سیفٹی وال (Safety Volve) ہے۔ اس لئے حیا جو ہے ایمان کی دلیل ہے۔

جب ایمان ہوتا ہے تو حیا آتی ہے۔ حیا بطور سیفٹی وال کے کام کرتی ہے۔ وہ آپ کو برے کاموں سے روکتی ہے۔ جب

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے ملاتی ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف کام نہیں کرتے۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے حیا ہوتی ہے تو اُن کی شریعت کے خلاف کام نہیں کرتے۔

عزیزانِ محترم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کی مثال دینے میں کوئی حیا نہیں ہے۔ لیکن جب میں مثال دیتا ہوں تو وہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ میری مثالوں کے انسانوں پر دو طرح کے ردِّ عمل ہوتے ہیں۔ جو صاحبانِ ایمان ہیں، ان کا ردِّ عمل کوئی اور ہوتا ہے اور جو باغی لوگ ہیں یا فاسق و فاجر ہیں، ان کا ردِّ عمل کسی اور طریقے سے ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حیا کے اوپر وقاحت ہے۔ وقاحت یہ ہے کہ بُرا کام کیا اور بے حسی کے ساتھ کیا اور بُرے کام پر دلیری اور جرأت دکھائی۔ اور خجالت حیا سے نیچے ایک درجہ ہے کہ اگر بُرا کام سرزد ہو گیا تو اس میں شرمندگی نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہماری حیا کو قائم رکھے۔ اور اگر ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو تو، اللہ تعالیٰ ہمیں حالتِ خجالت میں، حالت شرمندگی اور توبہ میں رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو طرح کے ردِّ عمل ہوتے ہیں۔ ایک تو صاحبانِ ایمان ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ بالکل حق ہے۔

Marfat.com

کیوں کہ یہ رب کی طرف سے ہے۔ لہٰذا جو بات وہ کہہ رہا ہے، وہ سچ ہی ہونا ہے، وہ حق ہی ہونا ہے۔

" فَاَمَّا الَّذِیْنَ .... حَقٌّ" جو صاحبانِ ایمان ہیں وہ تو جان ہی جاتے ہیں کہ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے، یہ حق ہے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ..... کَثِیْرًا اور جو لوگ کافر ہیں وہ تو اس کی حکمت جانتے ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ اس کی ایسی مثال اللہ تعالیٰ نے کیوں دی ہے؟ اس کا کیا مطلب؛ اگر وہ واقعی رب ہے، وہ اکبر ہے، وہ حکیم ہے وہ عزیز ہے تو کسی طاقت ور چیز کی مثال دیتا۔ تو اللہ کی دی ہوئی مثال سے بہت سارے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں اور بہت سارے لوگ راہِ راست پر آجاتے ہیں۔" یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا..... کَثِیْرًا ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ کون سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں" وَمَا یُضِلُّ بِہٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ" کوئی شخص گمراہ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ فاسق نہ ہو۔ فسق کا مطلب کیا ہے؟ فسق عربی کا لفظ ہے، اس کا مطلب ہے نکلنا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے نکل گیا، وہ فاسق ہے ــــ جب تک آپ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہیں، اطاعت گزار ہیں، آپ مومن ہیں، آپ صالح ہیں۔ جب آپ اطاعتِ الٰہی

کی حدود سے باہر نکل گئے تو آپ فاسق ہو گئے۔ آپ نکل گئے تو گویا آپ سے فسق سرزد ہو گیا۔

فِسق کے بارے میں مفسّرین نے فرمایا کہ اس کے تین درجے ہیں۔ یہ اس لئے میں عرض کر رہا ہوں کہ جب آپ سے ایسے اعمال سرزد ہوں تو آپ اس کو سمجھ سکیں۔ ایک تو اندر ہمارا نفس دشمن ہے اور باہر ایک دشمن ہے شیطان۔ اس وجہ سے ہم اکثر نفس اور شیطان کے غلبے میں آجاتے ہیں۔ تو ہمیں ہوشیار رہنا چاہیئے جب تک کہ ہمیں پتہ نہ چلے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اس وقت تک ہم ہوشیار نہیں ہوں گے۔

تو فِسق کے بھی تین درجے ہیں۔ ایک اتفاقی، ایک انہماکی اور ایک فجوری۔ اتفاقی وہ ہے جب اتفاقیہ کوئی گناہ ہو گیا، انجانے میں کوئی خطا سرزد ہو گئی اور پھر آپ کو شرمندگی ہوئی تو آپ نے توبہ کر لی۔ اور ایک انہماک ہے اس میں آدمی کو اپنی کمزوری کی وجہ سے نفس پر قابو نہیں ہے شیطان اور اس کے حربوں سے باخبر نہیں ہے۔ اور اس سے بار بار غلطیاں ہوتی ہیں لیکن وہ بار بار شرمندہ ہوتا ہے، یہ انہماک کا درجہ ہے۔ فِسق اور فجور یہ ہے کہ گناہ کرے اور اسے اچھا جانے۔ یہ انسان کو درجۂ کفر تک لے جاتا ہے۔ اس لئے کہ جب آپ

Marfat.com

بار بار اللہ تعالیٰ سے بغاوت کریں اور اپنے آپ کو مسلمان کہیں، اپنے کو مومن کہیں۔ جیسے کہ عامۃ المسلمین ہیں آج کل دنیا میں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گناہ کریں اور اس پر فخر بھی کریں۔ اور شرمندگی بھی نہ ہو۔ تو یہ فجوری کا درجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے کلام سے میری دی ہوئی مثالوں سے جو لوگ گمراہ ہوتے ہیں، اور کوئی گمراہ نہیں ہوتا سوائے فاسق کے، جو میری اطاعت کے دائرے سے باہر نکل کر اپنے گناہ پر تکبر کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فاسقین کی مثال دی کہ یہ کون لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تشریح اس طرح فرمائی "اَلَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ ...... مِیۡثَاقِہٖ" پہلی خطا ان کی یہ ہے کہ جب کوئی عہد کرتے ہیں، میثاق کرتے ہیں، ایگریمنٹ کرتے ہیں، جب وہ پختہ ہو جاتا ہے تو اُس پر مہر ثبت ہو جاتی ہے۔

ینقض کا مطلب ہے کھولنا، جس طرح گرہ کھولی جاتی ہے۔ اس طرح وہ اپنا عہد کھول ڈالتے ہیں۔ عہد حفاظت کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ چیز جس کی حفاظت لازم ہو جائے۔ تو جو ایگریمنٹ ہے اس کی حفاظت لازم ہے جو اللہ تعالیٰ نے لی ہوئی ہے۔ اور سورۃ بقرہ میں آگے چل کر ان لوگوں کی جو کہ اچھے لوگ ہیں،

Marfat.com

ان کی جب اللہ تعالیٰ نے تعریف کی کہ وہ کیا کیا کام کرتے ہیں۔ پھر سورہ مومنون میں ذکر کیا ہے کہ کیا کیا خوبیاں مومنین کی ہیں "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ"۔ تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ تو وہ چیز جس کی حفاظت ہونا چاہیئے۔ لہٰذا عہد ایسی چیز ہے جس کی حفاظت کی جائے۔ اور جس کی توثیق ہو جاتی ہے، اس کے بعد یہ لوگ اسے توڑ ڈالتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تین عہد لئے تھے۔ ان تین عہد کی طرف یہ اشارہ ہے۔ ایک تو سارے انسانوں سے عہد لیا تھا اللہ تعالیٰ نے "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى"، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، تو سب نے کہا "ہاں"۔ کسی نے جی جان سے کہا اور کسی نے اس نیت سے کہ ہم اس عہد کو توڑ ڈالیں گے۔ انکار کر دیں گے کہ اللہ تعالیٰ رب ہے ہمارا تو اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ایک تو پہلا جو عہد تھا اللہ تعالیٰ کا، وہ یہ تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ تو سب نے کہا تھا کہ ہاں۔

پھر دوسرا عہد اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے لیا اور نبیوں کے ذریعے سے ان کی امتوں سے لیا۔ "وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ"۔ تمام نبیوں سے اللہ تعالیٰ نے ایک عہد لیا کہ

Marfat.com

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی وہ تبلیغ کریں گے۔ اپنی اُمتوں کو وہ بتائیں گے کہ ہمارے بعد ایک نبی آئے گا جو اللہ کا پیارا ہوگا اور جس کی شریعت آخری شریعت ہو گی۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ دینِ ابراہیم کی تکمیل فرمادے گا اور جب وہ تمہارے زمانے میں ہو تو تم ان پر ایمان لانا۔

تیسرا عہد اللہ تعالیٰ نے علماء سے لیا، تمام عامتہ الناس سے لیا کہ وہ حق کو نہ چھوڑیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا اور اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین انبیاء کے وارث ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمہ دین کی تبلیغ اور قلوب کی تطہیر کی ہے۔ سچ بات کو وہ نہ چھپائیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت جو علماء تھے یہود و نصاریٰ کے اُن سب پر لازم تھا کہ وہ حق کو نہ چھپاتے کہ یہی نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جو لوگ ان کے مطیع و فرمانبردار تھے ان سے کہتے کہ ان پر ایمان لاؤ۔ یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کہا کرتے تھے، کہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی بتایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی بتایا۔ ہماری توریت میں ہماری انجیل میں نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے۔ اور جب

Marfat.com

وہ آئیں گے تو ہم ان پر ایمان لائیں گے، تو اب یہ حق کو کیوں چھپا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کے عہد کو توڑتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے اس عہد کو توڑتے ہیں کہ تبلیغ رسالت خود کریں گے۔ ان کے علماء نے وعدہ کیا تھا کہ حق کو نہ چھپائیں گے۔ وہ اس میثاق کو توڑتے ہیں۔ اور دوسرا ان کا جُرم کیا ہے؟ وَیَقْطَعُوْنَ ....

اور جن رشتوں کو جوڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے یہ انہی رشتوں کو توڑتے ہیں۔ ایک طرف تو "یَنْقُضُوْنَ" کہتے ہیں، اور پھر عہد کو کھولتے ہیں۔ فرمایا "وَیَقْطَعُوْنَ ..... یعنی جن رشتوں کو جوڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انہی رشتوں کو توڑ دیتے ہیں۔

اور وہ کون سے رشتے ہیں۔ ایک تو روحانی رشتے ہیں اور کچھ جسمانی رشتے ہیں، کچھ مادی رشتے ہیں۔ مفسرین نے ان رشتوں کی تفصیل یوں بتائی ہے۔ کہ روحانی رشتوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے توحید کا رشتہ جوڑنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اطاعت و فرمانبرداری کا رشتہ جوڑنا ہے۔ یہ پہلا روحانی رشتہ سب سے مقدم ہے۔

دوسرا رشتہ انبیاء کرام سے ہے، اُن کی اطاعت، اُن کا

Marfat.com

ادب، اُن کی محبت، اُن کی حقانیت کا اعتراف ہے۔
تیسرا رشتہ کون سا ہے؟ آسمانی کتابوں سے رشتہ جوڑنا ہے۔ یہ کہ آسمانی کتابوں کو برحق ماننا اور قرآن پاک کو آخری کتاب ماننا۔ جس کو سب پر فوقیت ہے۔ اور جس کے احکام سے سارے پرانے احکام منسوخ ہوئے۔
ہم توریت اور انجیل کو آسمانی کتاب مانتے ہیں لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ اطاعت ہم پر کلام پاک کی ہے۔ اس لئے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قرآنِ مجسّم ہیں۔ جو اُن کی زندگی ہے وہی برحق ہے۔ ہم پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لازم ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو، کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو۔ ان کی اتباع قرآن کی اطاعت ہے۔
پھر علماء و مشائخ سے تعلق جوڑو، تاکہ وہ تمہارے قلوب کی صفائی کر سکیں تمہیں باطنی بصیرت عطا کر سکیں، تمہارا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ سکیں۔
یاد رکھیں! تمام مسلمانوں کا علماء اور مشائخ سے جو رشتہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے رشتے پر فوقیت دی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں یہ فوقیت کیوں ہے؟ وہ یہ ہے کہ ماں

باپ کو اللہ تعالیٰ نے ذریعہ بنایا آپ کو اوپر سے نیچے لانے کا۔ آپ کی روح اوپر تھی۔ آپ کو اس زمین میں مجسم حالت میں ان کے ذریعہ سے آسمان سے زمین پر لایا۔

علماء و مشائخ جو ہیں، آپ کے شیخ جو ہیں، وہ کیا کرتے ہیں؟ آپ کو زمین سے آسمان پر لے جاتے ہیں۔ آپ کی روح کی تربیت کرتے ہیں، اس کا تزکیہ کرتے ہیں اور وصل باللہ کے طریقے بتاتے ہیں۔

ایک آپ کی رُوح کو دنیا میں لایا اور دوسرے نے آپ کی رُوح کو بلندی عطا فرمائی تاکہ وصلِ الٰہی ہو سکے۔ اس وجہ سے شیخ کی اطاعت کی فوقیت ہے ماں باپ کی اطاعت پر۔ جو جسمانی رشتے ہیں جن کے جوڑنے کی اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے۔ ماں باپ سے رشتہ ہے، اولاد سے رشتہ ہے، بھائی بہن سے رشتہ ہے، بیوی سے رشتہ ہے اور قرابت داروں سے ہے۔ ان سب کے حقوق ادا کرنے ہیں۔

جب انسان ان تمام دنیاوی رشتوں کو قائم رکھتا ہے، ان کے حقوق ادا کرتا ہے۔ تمام دنیوی رشتے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے سے نبھاتا ہے اور ان کے حقوق ادا کرتا ہے تو وہ ایک کامل انسان ہے۔ پھر اس میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جمیلہ

89700

Marfat.com

پیدا ہوتی ہیں۔ وہ ابریشم کی طرح نرم ونازک بھی ہوتا ہے۔ جب رحم کرنے پر آتا ہے اور محبت کرنے پر آتا ہے۔ جب جبر اور کفر کے خلاف وہ جہاد کرتا ہے تو فولاد کی طرح سخت ہوتا ہے۔ یہ لوگ جو گمراہ ہوتے ہیں، وہ کون لوگ ہیں؟ ایک تو وہ جو دائرہ اطاعتِ الٰہی سے نکلتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ان جسمانی اور روحانی رشتوں کو توڑ دیتے ہیں۔ جن کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ پھر یہی نہیں انسان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں خلیفہ بنایا ہے۔ انسان دنیا میں خلیفہ اس وقت بن سکتا ہے جب وہ انسان کے لئے رحمت بن کر رہے۔ جیسے اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین، جیسے صالحین اور مومنین ہوتے ہیں۔ کیوں کہ جب وہ اطاعتِ الٰہی کے دائرے میں آتے ہیں، تو ان میں رحم اور ساری ایسی صفاتِ جمیلہ پیدا ہو جاتی ہیں۔

پھر وہ اللہ کی ہر مخلوق کے لئے رحمت بن جاتے ہیں اور "اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً" کے منصب کے اہل ہو جاتے ہیں، اور لوگوں کے لئے امن ہی امن ہوتے ہیں۔ لیکن جو لوگ رشتوں کو توڑ دیتے ہیں، عہدوں کو توڑ دیتے ہیں، وہ کیا کرتے ہیں "وَیُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ" اگر آپ واصل باللہ ہیں، فنافی اللہ ہیں تو آپ رحمت ہی رحمت ہیں۔ اور اگر آپ میثاق کو توڑنے

Marfat.com

والے ہیں، رشتوں کو توڑنے والے ہیں تو پھر آپ دنیا میں فساد ہی فساد ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اَلَّذِیْ .... اَلْاَرْضِ" اور جب ایسے لوگ دائرہ خاص سے خارج ہوجاتے ہیں یا نکل جاتے ہیں تو فاسق ہوجاتے ہیں۔ نکلے ہوئے ہو جاتے ہیں، یا نکالے ہوئے ہوجاتے ہیں۔ وہ رشتوں کو توڑ دیتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں، ایسے لوگ صریحاً نقصان میں ہوتے ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ جہنم کا وہ سب سے زیادہ اذیت ناک حصہ ان کا منتظر ہوتا ہے۔ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ لیکن پھر بھی کسی کو اگر کوئی شبہ رہ گیا ہے اللہ تعالیٰ کی حقانیت کا، تو اللہ تعالیٰ ایک اور ثبوت دیتا ہے کہ اب بھی ہوش میں آجاؤ۔ "کَیْفَ ..... تُرْجَعُوْنَ" ٥

کیا تم دیکھتے نہیں ہو، آخر تم یہ کفر کرتے کیوں ہو۔ کیا جواز ہے تمہارے پاس، اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، اس کی قدرت اور اس کے نظام سے انکار کرنے کا؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ تم مُردہ تھے، بے جان تھے، تمہارا کوئی ظاہری وجود یہاں نہیں تھا۔ تم صرف گوشت کا ایک لوتھڑا تھے۔ میں نے اس میں رُوح ڈالی، جان ڈالی، تمہیں پیدا کیا، تمہیں تمام توانائیاں دیں۔ زندگی کے

تمام آثار تمہاری حرکات سے ظاہر ہوئے۔ اب تم کسی قابل ہوئے ہو کہ اس کے نظامِ کائنات سے، تکوینی نظام سے فائدے اُٹھا سکو۔ میری مخلوق کے لئے رحمت بن سکو۔ تو اب تم فکرمند ہو رہے ہو۔ اور میں نے بے جان لوتھڑے سے تم کو جان دی اور پھر تم کو مارتا ہوں۔ میرے فرشتے تمہاری رُوح قبض کرتے ہیں۔ تو پھر میں تم کو اٹھاؤں گا اور اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ تم زندہ رہو گے۔ اور میرے پاس لوٹ آؤ گے۔

وہاں آنے کے بعد تمہارے دو گروہ ہوں گے۔ ایک وہ ہوں گے کہ انہوں نے فسادوں میں اپنی زندگی گزاری۔ نہ ایمان لائے نہ عمل صالح کئے، وہ جہنّم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ایک وہ ہوں گے جو ایمان لائے اور عملِ صالح کئے۔ عہد پورے کئے اور رشتے جوڑے روحانی اور جسمانی۔ میرے بتلائے ہوئے طریقے سے۔

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کرتے ہوئے اپنی زندگی انہوں نے سنواری۔ وہاں انہیں ہمیشہ ہمیشہ کا آرام ملے گا۔ میری قربت، میری جنّت، میری رحمت، میری مغفرت نصیب ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر کرم فرمائے۔ ہمارے گناہوں کو معاف

Marfat.com

فرمائے۔ ہمارے ایمان کو تقویت عطا فرمائے۔ اپنے محبوبین کے ساتھ اس نے ہمیں ۔۔۔۔ جو نسبت عطا فرمائی ہے' اس نسبت کو استحکام عطا فرمائے۔ جو پاک سلسلے ہمیں عطا فرمائے ہیں۔ ہمارے ایمان کو سنوارے، ہمارے اعمال کو سنوارے۔ ہمیں حالتِ ایمان میں زندہ رکھے اور حالتِ ایمان کے ساتھ' ذکر کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کے ساتھ اور محبت کے ساتھ اس دنیا سے اٹھائے اور قیامت کے دن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اٹھائے۔ ان کی رحمت اور شفقت اور شفاعت نصیب فرمائے۔ اور اپنی رحمت ومغفرت نصیب فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ
رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ

Marfat.com

سُورۃ البقرہ پارہ الٓمّٓ

آیت نمبر ۲۸ تا ۳۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ۚ

ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ

تُرْجَعُوْنَ ۝ ھُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ

جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ

سَمٰوٰتٍ ؕ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ وَاِذْقَالَ رَبُّکَ

لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ؕ قَالُوْٓا

اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ۚ

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ

کُلَّھَا ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ فَقَالَ

اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ

الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝

ترجمہ : بھلا تم کیونکر خُدا کے مُنکر ہو گئے حالاں کہ تم مُردہ تھے اس نے تمہیں جِلایا پھر تمہیں مارے گا، پھر تمہیں جِلائے گا پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف استواء قصدم فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جانتا ہے اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے کیا ایسے کو (نائب) کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء کے) نام سکھائے پھر سب (اشیاء) کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا، سچّے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تُو نے ہمیں سکھایا بیشک تُو ہی علم و حکمت والا ہے۔

Marfat.com

اَمَّا بَعْد !

پچھلی نشست میں ہم نے سورۃ بقرۃ کی پچیسویں چھبیسویں اور ستائیسویں آیت کی تفسیر بیان کی تھی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ جو لوگ ایمان والے ہیں، وہ اللہ کی بات یعنی اللہ کے رسول پر اللہ کی کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی حق بات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ چھوٹی چھوٹی مثال دینے سے نہیں شرماتا۔ اللہ تعالیٰ کا جو کلام ہے، ایمان والے اس کی صداقت اور اس کی حقیقت کو فوراً مان لیتے ہیں۔

لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس چھوٹی سی مثال سے اللہ تعالیٰ کا کیا مطلب ہے۔ پس جن کو اللہ تعالیٰ نے صلاحیت اور توفیق عطا فرمائی ان کے لئے اللہ کا کلام تو ہدایت کا راستہ ہے، مُتّقین کے لئے، مومنین کے لئے، نماز ادا کرنے والوں کے لئے اور زکوٰۃ دینے والوں کے لئے۔

اور جو لوگ فسق و فجور میں ہیں، جو اللہ سے دُور ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیا ہے، ان لوگوں کے لئے گمراہی ہے۔ ایسے لوگوں کی کیا مثال ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو عہد کیا، بعد اس کے کہ اس عہد کو پختہ کیا، اس کو

توڑ ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو ہمیشہ ماننے کا عہد کیا تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو ماننے کا عہد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے ورثہ کے ساتھ اپنے قبلہ کو درست کرنے کا عہد کیا تھا۔ اللہ پر ایمان، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کے ساتھ رُشد و ہدایت جُوڑنے کا عہد۔

تو یہ وہ لوگ ہیں جو سارے عہد کو بھول گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا تھا، ان رشتوں کو توڑتے ہیں۔ کچھ رشتے روحانی ہوتے ہیں اور کچھ رشتے جسمانی ہوتے ہیں۔ ماں باپ جو ہیں وہ مادّی رشتے ہیں۔ مثلاً ماں باپ، بیوی، بھائی، بہن، بچے، اولاد۔ اور روحانی رشتے اللہ تعالیٰ کی ذات سے، اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انبیاء علیہ السلام سے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ۔

ایک طرف تو انہوں نے روحانی رشتے منقطع کئے ہوئے ہیں، دوسری طرف جو دنیاوی رشتے ہیں اس کا بھی وہ خیال نہیں کرتے۔ اولاد کو وہ زندہ دفن کر دیتے ہیں، ماں باپ کی عزت نہیں کرتے، اور اپنی بیویوں کی عزت و عصمت کی حفاظت

Marfat.com

نہیں کرتے اور بے شک یہ لوگ خسارے میں ہیں۔

اے عزیزانِ محترم! یہاں تک تو اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی نشانیاں بتائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے اُوپر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور اپنی کتاب پر ایمان نہ لانے کے دلائل یہ سب بتادیئے۔ تقسیم سب کو کردیا کہ یہ لوگ صاحبِ ایمان ہیں، اِن کے یہ اوصاف ہیں۔ اور یہ صاحبانِ کفر ہیں، صاحبانِ شرک ہیں، صاحبانِ منافقت ہیں، ان کے اوصاف بیان کردیئے۔ تاکہ تمیز ہوجائے اچھے اور بُروں میں، فوز و فلاح پانے والوں میں اور خسارہ پانے والوں میں، نجات پانے والوں میں اور سزا پانے والوں میں۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک اور چیز کی دلیل پیش کررہا ہے۔ وہ اٹھائیسویں آیت میں ہے "والبعث بعد الموت" موت کے بعد اٹھنا۔ حساب کتاب کے بعد اگلی زندگی۔ وہ تو کہتے تھے ہم خود بخود پیدا ہوگئے ہیں۔ بس مرجائیں گے تو قصّہ ختم۔ تو یہ کہاں سے بات آگئی، ہم دوبارہ پھر زندہ ہوں گے۔ اور ہماری ہڈیاں کیسے زندہ ہوسکتی ہیں۔ ہمارا حساب کتاب کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ تو کوئی جھوٹ ہے، افتراء ہے۔ یہ تو ویسے ہی ہمیں ڈرانے کے لئے کہتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم اپنی مثال دیکھو، دو زندگی اور ایک

Marfat.com

موت۔ جو تمہاری یہاں آنے کے وقت تک ہو چکی ہے۔ پہلے تم روح کی حالت میں تھے جب ہم نے تم سے "قالوا بلیٰ" کا اقرار کرایا تھا پھر میں نے سر آدم میں تمہاری رُوحیں ڈالیں۔ دیکھو پہلے تم کس حالت میں تھے۔ پہلے تم تو دانے کی صورت میں تھے۔ اناج کی صورت میں۔ اس گیہوں کو تم نے پسوایا۔ اس کی تمہارے ماں باپ نے روٹی کھائی، اس کا خون بنا۔ ابھی تک بالکل بے جان تھے۔ اس کے بعد وہ خون تمہارے نطفے میں تبدیل ہوا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تخلیق کی پھر اس میں جان ڈالی۔ تو ایک دفعہ موت، زندگی۔ زندگی سے پھر بے جان۔ بے جان سے پھر جاندار ہو گئے۔

دیکھیں تمہارے ماں باپ کا احسان یہ ہے کہ تمہیں عرش سے فرش پر لائے۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے غلام تمہیں دوبارہ فرش سے عرش پر لے آئے۔ تم وصلِ الٰہی کی اصل منزل کو بھول گئے جہاں سے تم آئے تھے۔ یہ کتنے مرحلے ہیں۔ لہٰذا اس زندگی سے پہلے اگر تم ایک دفعہ مر گئے اور پھر زندہ ہو سکتے ہو تو کیا یہ میرے لئے ممکن نہیں کہ دوبارہ میں تم کو زندہ کر دُوں۔ تو کیا تم آخر اللہ کے لئے انکار کر سکتے ہو۔ تم اس کی شان پر غور نہیں کرتے کہ کس طرح زندہ تھے، اور پھر مُردہ حالت میں

Marfat.com

دُنیا میں لائے گئے۔ بے جان اناج سے خُون بنا، نطفے سے جسم بنا تو اللہ تعالیٰ نے تم کو جو مُردہ تھے پھر اس نے زندہ کر دیا، اور زندہ کر کے پیدا کیا۔ تم بے جان خون کا لوتھڑا تھے۔ اپنی ماں کے پیٹ میں، مَیں نے جان ڈالی اس میں۔ اور پھر تم کو مارا۔ پھر وہ تم کو جلائے گا۔ اور تم جلانے کے بعد اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے یہ دنیا کی زندگی ہی زندگی نہیں۔ ایک زندگی تھی دنیا میں آنے سے پہلے کی۔ ایک زندگی ہے دُنیا کے اندر، ایک زندگی ہوگی عالم برزخ کی، پھر وہاں سے اسی زندگی کا تسلسل ہوگا۔ عالم بالا میں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف تم پلٹ جاؤ گے، اس وقت کچھ بھی نہیں ہوگا۔ زمین و آسمان کچھ بھی نہیں ہوگا۔ بس رب ہوگا اور اس کے بندے ہوں گے۔ ان کا حساب کتاب ہوگا، سزا و جزا ہوگی تم یہ بھی نہیں دیکھتے کہ میں نے تمہارے لئے کتنے اہتمام کئے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ .... عَلِیْمٌ ہ یہ تخلیق کائنات جو کی گئی ہے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کی گئی ہے۔ دنیا اور آسمان ان کے لئے بنا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے تمہارے لئے تو اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ آپ مخاطب کئے گئے ہیں، عوام الناس بھی مخاطب کئے گئے ہیں۔ صاحبانِ ایمان

Marfat.com

بھی کئے گئے ہیں اور کفّار بھی کئے گئے ہیں۔ تو کہا کیا تم غور نہیں کرتے؟
هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ جَمِیْعًا ۝ اس زمین میں جو کچھ بھی ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا گیا۔ یہ باعثِ تخلیقِ ارض اور باعثِ تخلیقِ سماوات جو ہے، وہ سب کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے پیدا کیا ہے۔ زمین میں جو کچھ ہے، اناج ہے، دولت ہے، مٹی ہے، ہوا ہے، پھل ہیں، قیمتی دھاتیں ہیں، جو کچھ بھی زمین کے اندر ہے۔ حشرات الارض ہیں، جانور ہیں۔ ہر چیز انسان کے لئے پیدا کی گئی اور اس کے تابع کر دی گئی۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ ۝ پھر آسمان استوار کئے۔ اس لئے کہ آسمان کے مختلف درجات میں اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے نعمتیں بنائیں۔ جو کچھ زمین میں آتا ہے، وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سماوات سے آتا ہے۔ رزق بھی وہاں سے، ہوا بھی وہاں سے، پانی بھی وہاں سے، فرشتے بھی وہاں سے۔

نظام چلاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پہلے تمام آسمان تمہارے لئے، زمین پر استوار کئے، تمہارے لئے زمین کے نظام چل رہے ہیں۔ بارش زمین کے اندر سے نہیں ہوتی آسمان سے ہوتی ہے، اس کا نظام بنایا۔ نظامِ شمسی بنایا تمہارے لئے، ستارے بنائے۔

فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۝ "فَسَوّٰى" کہتے ہیں کسی کو

کسی چیز کے متابع بنانا۔ تمہاری ضروریات کے لئے زمین بنائی۔ تمہاری ضروریات اور نظامِ کائنات ________

کو چلانے کے لئے ہم نے سات آسمانوں کی تطبیق کی۔ اس طرح زمین کی ضروریات کا نظام بنایا کہیں سے دھوپ آرہی ہے، کہیں سے گرمی آرہی ہے، کہیں سے ٹھنڈک آرہی ہے، کہیں سے بارش آرہی ہے، کہیں سے ہوا آرہی ہے، کہیں سے رحمتیں آرہی ہیں۔ کہیں سے علم آرہا ہے۔ کہیں سے اللہ کا نظام آرہا ہے۔ یہ سب چیزیں ہیں نے ساتوں آسمان کے سات طبقات میں نے تمہارے لئے پیدا کئے۔

آج کے سائنسدان کہتے ہیں آسمان کوئی چیز ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان کو نظر نہیں آتے۔ کل کو کہہ دیں گے کہ ہوا بھی کوئی چیز نہیں ہے؛ اس لئے کہ ہوا بھی نظر نہیں آتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ طبقات بنائے ہیں آسمان میں اور ہر ایک آسمان پر فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ ہر آسمان پر ہر طبقے پر پیغمبر بٹھا دیئے۔ درجہ بدرجہ۔

حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان پر، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر۔ اور مفسرین کا کہنا ہے کہ ان سب کے اُوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے، تخت ہے،

لوح و قلم ہے، اور وہاں پر بیت المعمور ہے۔

اے عزیزانِ محترم! اللہ تعالیٰ نے فرمایا زمین میں جو کچھ بھی ہے۔ وہ تمہارے لئے تمہاری ضروریات کے لئے بنایا۔ اور اس کے اوپر میں نے آسمان کھڑا کیا اور اس کے سات طبقے بنائے۔ اور اس کی مطابقت کی تمہاری ضرورت کے مطابق۔ میں نے اس تکوینی نظام میں ایک (Consistency) یعنی تواتر پیدا کیا اور اس کو تمہاری ضرورت کے مطابق ڈھالا۔

"وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" وہ تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے۔ تمہاری ضروریات کا بھی اور ان چیزوں کا بھی جو تمہاری ضروریات پوری کرتی ہیں تم اور تمہارے سردار کو بھی میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے بنایا ہے۔ لہٰذا میں یہ کہتا ہوں کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جو ہیں وجۂ تخلیقِ کائنات ہیں۔ ان کی وجہ سے یہ زمین و آسمان بنے۔

اے عزیزانِ محترم!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور اپنے بعد یہ علم اس نے سب سے زیادہ کس کو دیا؟ انسان کو دیا، اس کا ذکر ہو رہا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اِذْ قَالَ رَبُّكَ.... خَلِيفَةً" اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو اکٹھا

کیا پھر ان سے کہا کہ میں دنیا میں اپنا ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ اس آیت میں ایک بہت بڑی بات پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر چیز پر قادر ہے، ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یہ وہ علم ہے جو فرشتوں کے پاس بھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود جو کام بھی وہ کرتا ہے، وہ ایک آرام واطمینان کے ساتھ، صلاح ومشورے کے ساتھ۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ طاقت ور جنس کون سی تھی؛ وہ فرشتوں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں اب اس دنیا میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ حکم میرا فیصلہ میرا۔ لیکن میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ اس نے کوئی سرپرائز نہیں دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بھی لازم ہے کہ وہ جو فیصلہ کرے، چاہے ان کو کتنی ہی خود مختاری حاصل کیوں نہ ہو اس فیصلے میں لیکن مشاورت سے کرے۔ یہ وہ ہوتا ہے جس کو حکومت کا علم ہو، محکوم کا علم ہو، نظام کا علم ہو۔ اور یہی چیز، یہی فرق انسان اور فرشتے میں ہے۔

انسان کے پاس علم ہے اور انسان کے پاس ایک قلم ہے۔ اطاعت اور عبادت سے بالاتر علم ہے، اور اطاعت سے بالاتر محبت ہے۔ فرشتوں کو وہ علم نہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور

حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک قلب عطا کیا تاکہ ان کے دل میں محبت پیدا ہو۔ فرشتے تو مجبور ہیں اور فرشتوں کا تو ایک ہی طریقہ ہے عبادت کا۔ سجدہ ہو یا رکوع ہو، یا قیام ہو۔

انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے ہزار طریقے عبادت کے اور محبت کے عطا کئے۔ اطاعت سے شریعت ملتی ہے اور محبت سے طریقت ملتی ہے اور علم سے عقیدت ملتی ہے۔

تو محبت اور عقیدت دو ایسی چیزیں تھیں جو کہ انسانوں کے لئے دی گئیں اضافی طور پر فرشتوں کے پاس طاقت تھی اور اطاعت تھی۔ ہم کمزور ہیں لیکن محبت والا دل رکھتے ہیں اور علم والا ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے علم والا ایمان اور محبت والا دل، یہ اطاعت اور طاقت دونوں پہ حاوی ہے۔

فرشتوں نے کہا۔ قَالُوْٓا ..... یُفْسِدُ فِیْہَا ۔ اے ہمارے رب اس کو بنائیں گے اپنا خلیفہ، اس ہستی کو جو کہ دُنیا میں فساد کرے گا، جدال کرے گا اور خون بہائے گا۔

ہاں! خون بہاتے ہیں انسان، لیکن جو اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور علم رکھتے ہیں، وہ اللہ کے لئے خون بہاتے ہیں، وہ جہاد کرتے ہیں۔ اپنی جانیں

Marfat.com

اللہ کی راہ میں پیش کرتے ہیں۔ اور جو اللہ کا باغی ہے، اس کی جان لیتے ہیں۔ اور جو انسان ایمان سے بے بہرہ ہے وہ خون بہاتا ہے، تو اپنے نفس کے لئے اور اپنی جہالت کے لئے اور اپنے کفر کے لئے۔

اب اس میں کوئی یہ پہلو نہیں نکلتا کہ فرشتوں نے کوئی اللہ تعالیٰ کی "نعوذ باللہ من ذالک" کوئی نافرمانی کی ہو۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ ان سے مشورہ لے رہا تھا، ان کو اپنے ارادے بتا رہا تھا، تو فرشتوں نے یہ بات کی کہ آپ ایسی ہستی کو بنا رہے ہیں خلیفہ، جو کہ فتنہ وفساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ ہم تو کسی کا خون نہیں کرتے۔ ہم تو کوئی فتنہ وفساد نہیں کرتے۔

آپ فتنہ وفساد اس لئے نہیں کرتے کہ آپ کو رب سے محبت ہے۔ آپ اس لئے نہیں کرتے کہ آپ بنائے اس طرح سے گئے ہیں۔ انسان کمزور ضرور ہے لیکن انسان میں تعمیر کی صلاحیت بھی ہے، تخلیق کی بھی ہے۔ وہ اپنی طاقت کو تعمیر اور توحید کے لئے خرچ کرے گا، اس کے پاس علم اور ایمان ہوگا۔

وہ کہتے ہیں ونحن ..... ونقدس لک۔ یعنی ہم فرشتے ہیں، شاید اگر خلافت کا حق ہوتا تو ہمیں ہوتا۔ ہم سب

سے زیادہ طاقت ور بھی ہیں اور سب سے زیادہ آپ کے فرمانبردار بھی ہیں۔ "نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ" ہم تیری خوبیوں اور پاکیوں کو بیان کرتے ہیں۔ خوبیوں کے ساتھ اور تیری حمدیت کے ساتھ۔

سُبحانیت کیا چیز ہے؟ نُسَبِّحُ، عیوب سے عیب سے پاک ہونا "سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝" اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے، جن کے بارے میں یہ شرک کرتے ہیں۔ تو ہم وہ لوگ ہیں، جو آپ کی حمد و ثنا اس طریقے سے کرتے ہیں۔ کہ آپ کی ذات کو تمام عیوب اور تمام کمزوریوں سے پاک بتاتے ہیں۔ "وَنُقَدِّسُ لَكَ ط" اور قدس کیا ہے؟ اس کی شانِ کمالیت۔ ہم آپ کے تمام کمالات بیان کرتے ہیں ایک طرف تو ان عیوب سے پاکی بیان کرتے ہیں۔ آپ کی حمد و ثنا اس طریقے سے کرتے ہیں کہ آپ کی ذات کو ہم پاک مانتے ہیں۔ تمام عیوب سے تمام کمزوریوں سے تمام خطاؤں سے۔ نہ آپ کو اُونگھ آتی ہے نہ نیند آتی ہے۔ نہ آپ روح کے محتاج ہیں نہ زندگی کے محتاج ہیں۔ نہ موت کے آگے بے بس ہیں، نہ آپ کے عمل و اختیار کی کوئی تحدید یعنی حد بندی ہے۔ نہ آپ کے فکر و عمل کی کوئی حد ہے۔ ہر چیز لامحدود ہے۔ اور دوسری

Marfat.com

طرف کیا کہتے ہیں" وَنُقَدِّسُ لَکَ " اور آپ کا قُدس بیان کرتے ہیں۔

قُدس کیا ہے؟ آپ کی تمام صلاحیتیں، قدرتیں اور کمالات کو ہم بیان کرتے ہیں۔ تو تسبیح و تقدیس کثرت سے ہونی چاہیئے۔ تسبیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔ تمام کمزوریوں سے، تمام عیبوں سے اور تمام توانائیوں سے تمام صفات سے، تمام کمالات سے اس کی تقدیس بیان کرنا۔

قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ مجھے معلوم ہے، وہ تجھے معلوم نہیں ہے۔ تجھے اس کمزور خون کے لوتھڑے کی صلاحیتوں کا علم نہیں۔ اس فسادی کی فساد کرنے کی صلاحیت تو ہے، لیکن اس کی تعمیری صلاحیتوں کا تمہیں اندازہ نہیں کہ جب یہ محبت کرنے پر آتا ہے تو ہمارا محبوب بن جاتا ہے۔ جب اس کو عظمت ملتی ہے تو عرش پر اس کا کلمہ لکھا جاتا ہے۔ " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ "۔ جب اس کو سطوت ملتی ہے تو یہ جن و انس پر حاکم بن جاتا ہے۔ سب اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ جب اس کو علم ملتا ہے تو ہزاروں میل دُور کی آواز چند سیکنڈوں میں اپنے تک پہنچا لیتا ہے، یہ اس کی اپنی صلاحیتیں ہیں، تو یہ فرماتا

Marfat.com

ہے اللہ تعالیٰ ”قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ“ مجھے وہ کچھ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں۔ میں اس کا خالق ہوں۔ میں نے جس طرح اس کی احسن تقویم کی۔ جس طریقے سے قوام تیار کر کے جس اچھے طریقے سے اس کو پیدا کیا ہے، اس کا تمہیں اندازہ نہیں۔“ وَعَلَّمَ اٰدَمَ.... صٰدِقِیْنَ ؕ“ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء، تمام علوم اور ہر وہ چیز جس کی تقویم اس وقت تک ہو چکی تھی۔ ان کے پیدا ہونے سے پہلے ان کا علم عطا فرمایا اور اس کی تمام تفصیلات عطا فرمائیں۔

تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام شکلیں اور ہیئتیں جو ہیں ان سب کے بارے میں علم ہے۔ یہ وہی علم ہے جو درجہ بدرجہ انسان تک پہنچ رہا ہے جس سے وہ نئی نئی ایجادات اور نئی نئی تخلیقات کرتا رہتا ہے کس طرح سے؟ کیا اس کے پاس اس کا علم ہے؟

جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا“، یعنی زمین و آسمان، عرش و فرش میں جو کچھ بھی ہے، اللہ کی جو مخلوق ہے، چاہے وہ جاندار و ذی رُوح ہو یا بے جان و بے رُوح۔ وہ مُردہ ہو یا زندہ، نباتات ہو یا حیوانات، ان کے بارے میں سب کچھ آدم علیہ السلام کو سکھلایا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت

Marfat.com

آدم علیہ السلام کا پُتلا اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ خاص سے بنایا اور اس میں رُوح پھُونکی، تو اُن کو چھینک آئی اور انہوں نے کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یَرْحَمُكَ اللّٰہُ" پھر اللہ تعالیٰ نے پیدا ہونے سے پہلے ان روحوں کو بتا دیا تھا۔ علم البیان عطا فرمایا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے سوال کیا "اَلَسْتُ رَبِّیْ" تو یہ علم ان کے پاس تھا کہ جواب دیں "قَالُوْا بَلٰی" علم اللسان بھی تھا ان کے پاس علم جواب بھی تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنے سے پہلے ان کو سکھا دیا تھا۔ اگر پیدا کرنے سے پہلے نہ سکھایا ہوتا تو آدم علیہ السلام یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" اور عرش پر یہ نہیں پڑھ سکتے تھے جہاں لکھا ہوا ہے سرِ عرش "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق سے پہلے ہی سب کچھ سکھا دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے چیزوں کا معاملات کا مخلوقات کا تخلیقات کا، جو کچھ علم آدم علیہ السلام کو سکھایا تھا، ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے بھی پھیلا دیا اور پوچھا "فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ..... صٰدِقِیْنَ ہ" اگر تم سچے ہو کہ واقعی تم بہتر ہو تو یہ چیزیں جو تمہارے سامنے رکھ دی گئی ہیں، اس کا علم بتا دو۔ جو شخص ساری زندگی جنگل میں رہا ہو اس کے سامنے یہ ریڈیو

Marfat.com

رکھ بھی دیا جائے تو وہ یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ یہ ایک ایسی مشین ہے جس سے ہزاروں میل دُور کی آواز کو سمیٹ کر نشر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ٹرانسمیشن ہے۔ معلوم ہوا کہ جب تک کسی چیز کا علم نہ ہو اس چیز کی ماہیت اور اس کی تخلیق کی وجہ معلوم نہیں ہو سکتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے وہ علم جو حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا، وہ تمام چیزیں ان کے سامنے رکھ دیں۔

"وَعَلَّمَ اٰدَمَ .... مَلٰٓئِکَةِ" وہ سب چیزیں جو ہیں فرشتوں کے سامنے بھی پھیلا کے رکھ دیں۔ "فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ" اور کہا کہ مجھے ان کے نام بتاؤ۔ ان چیزوں کے متعلق بتاؤ کہ ان کی کیا غایت ہے، کس طرح تخلیق کی گئیں؟ کس طرح یہ زندہ قائم رہیں گی؟ کس طرح معدوم ہو جائیں گی؟ اس سے میری مخلوق کو کیا فوائد ہوں گے؟ فرشتوں کو کچھ بھی پتہ نہیں تھا۔

قَالُوْا سُبْحٰنَکَ .... حَکِیْمُ جب انسان اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے یا اپنی عاجزی اور درماندگی کا اظہار کرے، تو اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی تسبیح و تہلیل کرے۔ اگر معافی مانگنی ہے تو یا غفار کہہ کر اس کو پکارے۔ اور اگر اپنی کمزوریوں اور اپنے عیب کا اظہار کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کو سبحان کہے۔

فرشتوں کو جب یہ احساس ہو گیا کہ جو علم آدم علیہ السلام کو ہے ہمیں نہیں ہے، تو کیا کہا؟ " قَالُوْا سُبْحَانَكَ " اے میرے رب تو پاک ہے۔ ان تمام عیوب سے جو کسی بھی مخلوق میں ہو سکتے ہیں تو بے عیب ہے اور تیری قدرت لامحدود ہے۔

لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ ہمیں ان چیزوں کا کوئی پتہ نہیں جو آپ نے ہمیں نہ سکھائیں۔ بس جس کو آپ چاہیں ہم سے افضل کر دیں، جس کو چاہیں زیادہ عزت دے دیں۔ یہ آپ کی مرضی ہے اور ہم مان گئے کہ ہمارا علم آدم سے کم ہے۔ ہمیں تو اتنا بھی نہیں پتہ کہ جتنا آپ نے ہمیں بتایا۔ آدم کو آپ نے ہم سے بہت کچھ زیادہ بتا دیا۔

" اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ "

آپ کی اس سے متعلق دو صفات ہیں۔ جن کا ہم اعتراف کرتے ہیں۔ آپ کے پاس علم بھی ہے اور آپ کے پاس حکمت بھی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ آدم کی اولاد کو خلیفۃ اللہ فی الارض بنایا جائے۔ آپ جانتے ہیں کیوں۔ ملائکہ کو فرائض سونپے جائیں، تصرفات دیئے جائیں، طاقت دی جائے ہواؤں پر بھی غالب، بارش پر بھی غالب۔ زندگی اور موت دینے پر بھی غالب۔ کوئی زندگی بخش رہا ہے، کوئی اللہ کا کلام لے کر

آرہا ہے، کوئی بارش برسا رہا ہے، کوئی گرمی پہنچا رہا ہے، کوئی دانہ اگا رہا ہے۔ یہ سب تصرفات آپ نے عطا فرمائے ہیں۔

اب میں اس موقع پر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے متعلق جو کچھ تفسیر میں لکھا ہوا ہے، وہ میں بتا دوں۔ تفسیر عزیزی میں آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ اس طرح نقل کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ تمام روئے زمین سے ہر قسم کی سفید و سیاہ، سرخ اور دھاری میٹھی نرم خشک ایک ایک مٹھی اٹھالاؤ۔ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" بہترین ہر قسم کی مٹی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فرمایا سیاہ سرخ سفید میٹھی، کھاری۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام زمین پر تشریف لائے اور جب خاک اٹھانی چاہی۔ تو زمین نے اللہ کی پناہ مانگی کہ اس مٹی سے انسان بنیں گے، پھر اس سے آدم علیہ السلام کی اولاد پیدا ہوگی۔ اس میں کچھ اللہ کا کہنا مانیں گے اور کچھ اللہ کا کہنا نہیں مانیں گے۔ اللہ کا کہنا ماننے والے اور نہ ماننے والے برابر نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ....

Marfat.com

فَائِزُوْنَ ہ"

تو زمین کانپ گئی اس تصور سے۔ تو اس سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوگی۔ اور اس مٹی کا کچھ حصہ جہنم میں جائے گا اور کچھ جنّت میں جائے گا۔ اس نے اللہ کی پناہ مانگی۔ اس لئے کہ زمین کو پتہ چل گیا کہ ہمارا یہ حشر ہونے والا ہے۔ تو زمین نے عرض کیا کہ میں اس سے خدا کی پناہ نوکرتی ہوں کہ تو مجھ سے خاک اٹھا کر انسان بنائے، اس کی وجہ سے میرا کچھ حصہ جہنم میں پہنچے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام خالی ہاتھ واپس گئے اور عرض کیا کہ خُدایا۔ زمین نے تیری عزّت کی پناہ پکڑی ہے۔ میں تیرے نام اور ادب کی وجہ سے اس سے خاک نہ اٹھا سکا۔

آپ دیکھیں کہ فرشتوں میں بھی مختلف مزاج عطا فرمائے۔ ایک حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی عزت قدرت اور بڑائی کا اتنا غلبہ ہے کہ جس نے اس کا واسطہ دے دیا، تو ہمت نہ پڑی۔ اور ایک حضرت عزرائیل علیہ السلام جو رُوح نکالنے والے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کے حکم کا، اس کی قدرت کا اتنا غلبہ ہے کہ وہ تمام تصورات کو پرے کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور یہی مسئلہ اس میں ہے کہ وہ تو

Marfat.com

واپس چلے گئے اور تیرے نام اور عزت کی وجہ سے خاک نہ اٹھا سکا۔

حق تعالیٰ نے حضرت اسرافیل و میکائیل کو باری باری بھیجا مگر وہ بھی اسی طرح واپس آگئے۔ آخر میں حضرت عزرائیل علیہ السلام ملک الموت بھیجے گئے۔ وہ اتنے سخت ہیں' اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اتنا غلبہ ان کے اوپر ہے، کہ انہوں نے زمین کی ایک نہ سُنی۔ بلکہ فرمایا کہ میں تو اللہ کے حکم کا تابعدار ہوں۔ اور تیری عاجزی اور تیری زاری کی وجہ سے رب کی اطاعت نہیں چھوڑ سکتا۔

اس کو کہتے ہیں اخلاص۔ وہ مٹھی بھر مٹی اُٹھا کر لے گئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

Marfat.com

سورہ بقرہ رکوع ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

اے عزیزانِ محترم! یہ میں نے تیسرے رکوع کی تلاوت کی ہے۔ اس میں شروع کی جو آیات ہیں تیسویں، اکتیسویں اور بتیسویں، اس کی تفسیر میں نے پچھلے انوار آپ کو بتائی تھی۔ یہ رکوع شروع ہوتا ہے تخلیقِ آدم سے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو جمع کر کے کہا کہ میں نے دنیا میں اپنا ایک نائب مقرر کیا ہے۔ خلیفہ مقرر کیا ہے۔

فرشتوں کو اس کا علم نہیں تھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی علیم ہے اور حکیم ہے۔ علم و حکمت دونوں اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہیں۔ تو انہوں نے اس پر اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ کہ اے ہمارے رب! کیا آپ اس شخص کو، اس ہستی کو اپنا نائب مقرر کریں گے جو دُنیا میں

Marfat.com

خون کرے گا، فتنہ کرے گا۔ ہم تو آپ کی تسبیح پڑھتے ہیں اور آپ کی تقدیس کرتے ہیں۔ اور آپ کی حمد بیان کرتے ہیں۔

تسبیح کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ تمام کمزوریوں سے، تمام لاچاری سے مبّرا اور پاک ہے۔ اور تقدیس یہ ہے کہ تمام تر تصّرفات، تمام تر صلاحیتیں، تمام قدرت سب اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہیں۔ تو ہم تیری قدرت کاملہ کے معترف ہیں، تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں، تیری حمد و ثنا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ ہم نے انسان کو وہ دل عطا فرمایا ہے جس میں عشق اور محبت کا درد ہوگا۔ تم میری اطاعت کرتے ہو۔ آدم اور اس کی اولاد مجھ سے عشق کرے گی مجھے چاہے گی۔ تم لاچار ہو۔ تمہاری فطرت میں صرف میری تسبیح و تہلیل ہے۔ تم اس کے علاوہ کچھ چاہو بھی تو نہ کر سکو گے۔ آدم کی اولاد جو ہوگی اس میں صلاحیت ہوگی کہ کچھ اور کر سکے۔ پھر بھی یہ میری محبت میں اور میری اطاعت میں مجھ پر ایمان قائم رکھے گی۔ میری تسبیح و تہلیل کرے گی۔ اور میری صفاتِ جمیلہ کو اپنائے گی اس لئے کہ ہم نے بہترین بنیاد پر اس کو قائم کیا ہے۔" لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ "

اور خلافت کے لئے ضروری ہے کہ اپنی اصل کی طرف سے

Marfat.com

اسے علم بھی عطا ہو اور عظمت بھی عطا ہو۔ اور طاقت بھی عطا ہو۔ تو ہیں نے آدم اور اس کی اولاد کو علم بھی عطا کیا ہے، عظمت بھی عطا کی ہے، طاقت بھی اور تصرف بھی عطا کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ مجھے پتہ ہے، میں ہر آدمی کو جانتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ میری تخلیق ہے۔ اور جو کچھ مجھے پتہ ہے وہ تمہیں پتہ نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام علوم سکھائے، تمام اسماء سکھائے اور پھر انہوں نے وہ علم فرشتوں کے سامنے پھیلا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ یہ جو میں نے آدم کو علم دیا اور اس کے متعلق آدم نے تمہیں اطلاع دی۔ تو بتاؤ اس کے متعلق کیا تمہیں کچھ پتہ ہے۔ تو فرشتوں نے عاجزی بیان کی اور کہا " قَالُوْا سُبْحٰنَكَ ...... حَكِيْمُهٗ" اے رب تُو پاک ہے، تُو بُرتر ہے، تُو مبّرا و پاک ہے تمام عاجزی سے اور ہمیں کوئی علم نہیں سوائے اس کے کہ جتنا تُو نے عطا فرما دیا۔ عالم الغیب والشہادت تیری ذات ہے۔ اور وہ غیب کا علم تو نے سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔ پھر آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء کو عطا فرمایا۔ بے شک تُو ہی صاحب علم بھی ہے اور صاحب حکمت بھی ہے۔

ضروری نہیں ہے کہ تمام لوگ علم کی حکمت کو بھی جانتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ جب باطنی بصیرت عطا فرما دیتا ہے تو علم اور حکمت دونوں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تمام علم اور تمام حکمتیں ہیں۔ سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوبتا ہے یہ علم ہے۔ اس کی کیا حکمت ہے یہ رب جانتا ہے۔

پھر آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم! اپنے ان فرشتوں کو اس علم کے متعلق خبر دے دو، یہ نہیں کہ ان کو سارا علم سکھا دو۔ مقصود صرف یہ تھا کہ فرشتے علم میں آدم کی برتری کو مان لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمام علم جو میں نے تمہیں عطا کیا ہے، اس کے متعلق انہیں خبر دے دو۔ اس کا تعارف ان سے کرا دو۔ پھر آدم علیہ السلام نے تعمیل حکم فرمائی۔

"قَالُوٓا ..... تَعۡبُدُوۡنَہٗ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ میں تمام غیب کی، فرش کی عرش کی باتوں کو جانتا ہوں۔ یہاں تک کہ جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو وہ سب میں جانتا ہوں۔ جو زبان سے کہتے ہو جو ہاتھ پیر سے کرتے ہو میں وہ بھی جانتا ہوں اور جو دل میں رکھتے ہو وہ بھی جانتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں سجدے کا حکم دوں گا تو میرے تمام مقربین فرشتے سر جھکا لیں گے۔ میں یہ

Marfat.com

بھی جانتا ہوں کہ شیاطین ابلیس اور اس کے ساتھی چاہے وہ سجدہ نہیں کریں گے، شبہ کریں گے۔ وہ میرے اس عمل سے، میرے حکم سے اختلاف کریں گے کہ آدم کو جس نے احسن تقویم سے بنایا ہے۔ اسے علم عطا کیا ہے، عظمت عطا کی ہے اور تصرفات عطا فرمائے ہیں۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عظمت کے لئے، بزرگی کے لئے اور روحانی ترقی کے لئے انبیاء کا سلسلہ جب ختم ہو جائے تو اولیاء اللہ کی صحبت فائدے مند اور سود مند ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عرفان کی تکمیل صحبتِ انبیاء سے ہوتی ہے۔ اس کے سامنے زانوے ادب تہ کریں۔ اور جیسا کہ آگے آئے گا، اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ اپنے مقرب ترین فرشتے کو انبیاء کی خدمت میں مامور فرما دیا۔

اب اس علم کے متعلق آپ کو کچھ بتاتا ہوں۔ پہلے میں پورا نہیں بتا سکا تھا جو میں اب آپ سے عرض کرتا ہوں۔ علم خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے افضل ہے۔ محبت اطاعت سے افضل ہے۔ اور طریقت شریعت سے افضل ہے۔ جب شریعت میں پختگی آتی ہے تو انسان اس پر گامزن ہوتا ہے۔ شریعت پر فرشتے عمل کر سکتے ہیں، اس لئے کہ شریعت نام ہے تعمیل احکامات کا، اطاعت کا طریقت نام ہے محبت اور اطاعت

Marfat.com

دونوں کا۔ محبت کے جذبے سے فرشتے عاری ہیں۔ اس لئے طریقت صرف آدم اور ابن آدم کے لئے ہے۔ اسی لئے یہ افضل ہے۔ علم کے سات فائدے ہیں۔ ایک تو عالم کی صحبت جس کا ثواب ملتا ہے۔ دوسرے عالم کی مجلس گناہ سے بچاتی ہے۔ تیسرے علم کے لئے نکلا ہوا ہر قدم ثواب ہے۔ جب آپ گھر سے چلتے ہیں، ارادہ کرتے ہیں کہ آج درسِ قرآن میں جانا ہے، تو بس اس وقت سے آپ کے ثواب کا میٹر کھل جاتا ہے۔ قدم بہ قدم چلتے ہوئے ہر قدم پر آپ کو ثواب ملتا ہے۔ میٹر آن رہتا ہے، تو علم کے لئے نکلا ہوا ہر قدم ثواب ہے۔

اور حلقہ علم جیسا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم و حکمت عطا فرمائے۔ اس حلقہ علم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ذاکر کا ذکر بھی عبادت ہے اور ذکر کی سماعت بھی عبادت ہے جب کوئی مشکل مسئلہ ہو اور پریشانی ہو تو عالم رب کے سامنے منکسر ہو جاتا ہے، عاجز ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا نام عاجزوں میں شامل کرتا ہے۔ اس کی مشکلیں آسان کر دیتا ہے اور اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ دل میں علم کی عزت اور جہالت سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں علم دین کے سات

Marfat.com

درجے اصلیت رکھتا ہے۔ اس لئے عارفوں کا درجہ بادشاہوں سے کہیں بڑا ہے۔ اور بادشاہ جو اتنی دولت اور حکومت رکھتے ہیں، سلطنت اور ملک رکھتے ہیں، وہ اولیاء اللہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے ہیں۔ علم پیغمبروں کی میراث ہے۔ علم آدم علیہ السلام کی میراث ہے، علم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی میراث ہے۔

ابلیس اس وقت تک ملک الملکوت رہا، جب تک تخلیقِ آدم نہیں ہوئی تھی۔ آدم علیہ السلام آئے، تو وہ معلمِ کائنات ہو گئے۔ عرش و فرش کی خلافت انہیں ملی۔ مال ہامان، فرعون اور شدّاد کا ورثہ ہے، اور علم پیغمبروں کی میراث ہے۔ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے، علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ یہ وہ خزانہ ہے جس میں سے آپ تقسیم کرتے رہیں اور ختم نہ ہو۔ اس لئے کہ اس خزانے کی اساس عطائے ازلی ہے۔ یعنی جب دُنیا بن رہی تھی اور آدم کی تخلیق ہو رہی تھی، اس وقت یہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ مال مومن و کافر سب کو دیتا ہے۔ قارون کے پاس بھی خزانہ ہوتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی دولت اللہ تعالیٰ نے ہی دی لیکن علم

Marfat.com

صرف مومن کو ملتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر ایمان نہیں لاتا جیسا کہ ابلیس، تو علم اس سے سلب کر لیا گیا۔ حکمت اور اطاعت اس سے سلب ہو گئی۔ علم پُل صراط پر آسان اور مال مشکل لگتا ہے۔

کسی بادشاہ نے بڑھیا کے جھونپڑے کو اپنے محل کی حدود میں شامل کر لیا۔ بڑھیا نے ہر جگہ فریاد کی لیکن کسی نے نہیں سنی۔ پھر وہ ایک بزرگ کے پاس گئی اور عرض کی کہ آپ میری مدد فرمائیں۔ بادشاہ تو اپنا محل سارے جہاں میں جہاں جی چاہے بنا سکتا ہے، لیکن میری تو بس یہی تھوڑی سی زمین تھی اس سے بھی اس نے مجھے محروم کر دیا۔ اس سے آپ کہیئے کہ میری جھونپڑی واگزار کر دے۔

آپ صبح صبح محل کے دروازے پر گئے یہ خاص دروازہ تھا۔ وہاں مٹی کھودنی شروع کی اور ٹوکری میں بھر لی، کافی بڑا بوجھ تھا۔ بادشاہ جب صبح نکلا، بزرگ پر نظر پڑی، وہ ان کا بڑا احترام کرتا تھا۔ دیکھا کہ وہ مٹی اٹھا رہے ہیں ٹوکرے میں — بادشاہ ان کے پاس آیا اور کہا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا کہ ذرا میری مدد کرو اور یہ ٹوکرا میرے سر پر رکھ دو۔ بادشاہ نے بڑی کوشش کی لیکن وہ بہت بھاری تھا، اس لئے

Marfat.com

نہیں اُٹھا سکا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تجھ سے اس دُنیا میں ایک مٹی کا ٹوکرا نہیں اٹھایا جا رہا ہے، تو ایک بڑھیا کی جھونپڑی کی مٹی پُل صراط پر کیسے اٹھا سکے گا۔

بادشاہ نے وہیں زار و قطار رونا شروع کر دیا، توبہ و استغفار کی اور محل کا وہ حصہ توڑ کر بڑھیا کو عطا کر دیا۔ تو یہ اس کی ایک مثال ہے کہ مال پُل صراط پر گزرنا مشکل کر دیتا ہے اس لئے کہ اس کا احتساب ہوگا کہ جب مال آیا تو جائز طریقے سے آیا یا نہیں۔ اور جب گیا تو آیا جائز چیزوں پر گیا یا نہیں؟ اکلِ حرام کی پوچھ گچھ بھی ہوگی۔ صَرفِ حرام اور صَرفِ بے جا کی بھی پوچھ گچھ ہوگی۔ آنے کا بھی اور جانے کا بھی حساب رکھا جائے گا۔

جیسے میں نے عرض کیا تھا کہ علم عبادت سے افضل ہے اور عالم عابد سے بہتر ہے، کیوں؟ اس لئے کہ تعلیم کی نسبت جو ہے وہ رب کی طرف سے ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سورہ رحمان میں ہے کہ ہم نے قرآن نازل کیا اور انسان کو پیدا کیا، اور انسان کو پیدا کر کے اسے علمِ بیان بھی عطا فرمایا، تاکہ وہ دوسروں کو پہنچا سکے۔ اور تعلیم کی ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں

Marfat.com

تک کہ فرشتوں کے علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے ذریعے سے فرشتوں کے علم میں اضافہ کیا۔ فرشتے عارف کامل اس وقت ہوئے، جب انہوں نے آدم علیہ السلام سے علم سیکھا۔ اس لئے کہ فرشتے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے عارف باللہ تو تھے، رب کو جانتے تھے، اس کی تقدیس کرتے تھے، اس کی حمد اور تسبیح کیا کرتے تھے۔ ان کے تصرفات اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔ جب وہ بیج میں سے پودے کو نکالتے ہیں تو اللہ کے حکم سے نکالتے ہیں، جب سمندروں سے پانی کی چادر آسمان پر پرلے جاتے ہیں اور چادر بنا کر پانی کو وہاں ٹرانسپورٹ کرتے ہیں جہاں پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ رب ہی کی قدرت ہے کہ پانی بحر ہند میں ہے۔ اور وہاں سے پانی کو چادر کی شکل میں تبدیل کرتے ہیں۔ اور وہ پانی کی چادر ٹہلتی گھومتی ہوئی ہواؤں کے دوش پر ہمالیہ کے دامن میں آکر برستی ہے۔ تو یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔

تو فرشتے اس سے پہلے عارف باللہ تو تھے مگر واسطے رسول اللہ نہ تھے۔ جب انہیں اللہ کے رسول کا وسیلہ اور واسطہ ملا تو عارفِ کامل ہو گئے۔ فرشتے حق کی ذات کو تو جانتے تھے لیکن

Marfat.com

حق کی صفات کو نہیں جانتے تھے۔ ان کا علم محدود تھا جب انہوں نے آئینۂ نبوّت سے دیکھا تو ان کا عرفان کامل ہو گیا۔ فرشتوں میں اور شیطان میں کیا فرق ہے ؟ کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کا وسیلہ قبول کیا۔ اور اس وسیلے سے وہ عارفِ کامل ہو گئے۔ اور شیطان آدم علیہ السلام کے وسیلے کا مُنکر ہوا تو وہ مردُود ہو گیا۔

جیسا پچھلے صفحات میں ذکر ہو چکا ہے کہ کس طرح آدم علیہ السلام کی تعلیم کی گئی۔ انہیں منبر پر بٹھایا گیا اور سارے لوگ صف بہ صف تھے اور سب سے آگے حضرت جبرائیل علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے یعنی ارادتِ حصولِ علم (من الانبیاء) انبیاء اور اللہ تعالٰی سے ارادت میں جبرائیل علیہ السلام سب سے آگے تھے۔

آگے جب اللہ تعالٰی حکم دیتا ہے ''اِذْ قُلْنَا .... کَافِرِیْنَ'' پھر جب اللہ تعالٰی نے یہ اعلان کر دیا کہ مجھے زمین و آسمان کا علمِ غیب ہے۔ اور میں وہ چیزیں جو ظاہر وہ تو دیکھتا ہی ہوں مگر جو چیزیں پوشیدہ ہیں، جن کو تم مجھ سے چھُپاتے ہو، دلوں میں رکھتے ہو، میں تو دلوں کا بھید جاننے والا ہوں۔ اتنا کچھ بتانے کے بعد اللہ تعالٰی نے حکمِ تعظیم عطا فرمایا۔ پہلے حکم تحصیلِ علم تھا۔ فرمایا پہلے میرے محبوب سے اور میرے

محبّ سے اور میرے نبی سے علم حاصل کرو، ان کی تعظیم کرو۔ ان کی عظمت کا اقرار کرو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے" اِذْ قُلْنَا ..... کَافِرِیْنَ" پھر ہم نے جب فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سجدے میں چلے گئے۔ سوائے ابلیس کے، اس نے قبول نہیں کیا، منکر ہوگیا اور تکبّر کیا، وہ کافروں میں سے تھا۔ وہ جنّوں میں سے تھا۔ وہ کافر بھی تھا، مومن بھی تھے اور وہ خود اس کافروں کے گروہ کا سردار تھا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے اُنہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس کو پتہ تھا کہ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوگی تو ہمیں سجدہ کرنا ہوگا۔ پھر جب ان کی تخلیق ہوگئی، روح پھونک دی گئی۔ پھر آدم علیہ السلام کی تعظیم کا حکم دیا۔ درجہ بہ درجہ۔ تو انہیں فرشتوں کو پہلے سے حکم تھا اور اس حکم کی تعمیل اس وقت ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے علم وفضل کے بارے میں بتایا۔ "اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ..... تَکْتُمُوْنَ" تو اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اس وقت جب حکم دیا تھا تو سب فرشتوں نے دل میں ٹھان لی تھی کہ ہم تو رب کی اطاعت کریں گے۔ لیکن جو معلم الملکوت

Marfat.com

تھا، یعنی ابلیس، اس نے دل میں ٹھان لیا تھا کہ میں سجدہ کیوں کروں ؛ میں آگ کا بنا ہوا ہوں، آگ اوپر جاتی ہے۔ آدم مٹی کے بنے ہوں گے وہ نیچے جائے گی۔ تو میں اُوپر جانے والی چیز نیچے والی چیز کو کیوں سجدہ کروں لیکن اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عظمت علم و عرفان کی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ عظمت علم و عرفان کی ہے۔ جس علم نے آدم کو عرفان کامل عطا کیا، وہ علم رب کے علاوہ کسی کے پاس نہیں۔ یہاں تک کہ فرشتوں کے پاس بھی نہیں۔ اس لئے ان کی عظمت ہے۔ فرمایا میں نے انہیں چونکہ خلیفہ بنایا لہٰذا میں نے اُسے علم بھی دیا، عظمت بھی دی اور طاقت بھی دی۔

اگر آپ کسی کی نیابت کرتے ہیں تو اس کے عطا کیے ہوئے علم سے فیصلے کریں گے۔ اور اس کی عطا ہوئی اقبال و عظمت سے آپ سربراہی کریں گے۔ اس کی عطا کی ہوئی طاقت سے آپ حکمرانی کریں گے۔

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب سجدے کا حکم ہوا تو فرشتوں نے تین دفعہ سجدہ کیا۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی تعمیل و اطاعت میں آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ فرشتوں کا وہ سجدہ تعظیمی تھا، وہ مکمل سجدہ نہیں تھا۔

Marfat.com

وہ تو تعظیم کے لئے تھا۔ اور دُنیا میں بھی سجدۂ تعظیم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے جائز تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں، حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں، حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں، یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا تھا۔ لیکن سجدۂ تعظیمی منسوخ ہو گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر سجدہ جائز ہوتا تو بیویاں اپنے شوہروں کو سجدہ کرتیں۔ تو وہ سجدۂ تعظیمی تھا، سجدۂ عبادت نہیں تھا۔ لیکن آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا گیا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ سجدۂ تعظیمی نہیں بلکہ سجدۂ عبادت تھا، اس لئے کہ ان کی پیشانی میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نُور تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشانی میں جو نُور ہے وہ اللہ کا نُور ہے "نُوۡرٌ مِّنۡ نُوۡرِ اللّٰہِ" تو دراصل آدم کے جسمِ خاکی کو سجدہ نہیں کر رہے تھے، وہ علمِ الٰہی کو سجدہ کر رہے تھے۔ سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھر میکائیل علیہ السلام نے پھر عزرائیل علیہ السلام نے پھر سارے فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور ابلیس نے جو اللہ سے دُور ہو گیا تو اس نے سجدہ نہیں کیا اور وہ آدم علیہ السلام کی طرف پُشت کر کے کھڑا ہو گیا۔ جب اس

Marfat.com

نے اطاعتِ الٰہی سے انحراف کیا۔ اور نہ صرف یہ کہ سجدہ نہیں کیا بلکہ اپنی پُشت آدم علیہ السلام کی طرف کر لی، اس کو سزا یہ ملی کہ اس کا چہرہ بندروں جیسا ہو گیا، اس کا جسم سُور جیسا ہو گیا۔ فرشتے جب آدم علیہ السلام کے سجدے سے فارغ ہوئے اور جب انہوں نے شیطان کی یہ حالت دیکھی تو آدم علیہ السلام کو پھر ایک سجدہ کیا۔ اور یہ سجدۂ ہیبت تھا، اللہ تعالیٰ کی ہیبت کا کہ اے اللہ تعالیٰ ہم عاجزی کے ساتھ تیری بارگاہ میں آتے ہیں، تو ہمیشہ ہمیں اپنا اطاعت گزار رکھنا۔ بغاوت سے کفر سے اور انکار سے محفوظ رکھنا۔

اس کے بعد جب وہ سجدے سے فارغ ہوئے تو پھر ایک اور سجدہ کیا وہ سجدۂ شُکر تھا۔ اس طرح پہلے سجدۂ اطاعت وعبادت، پھر سجدۂ ہیبت اور پھر سجدۂ شُکر۔ کہ اللہ تعالیٰ تیرا لاکھ لاکھ شُکر ہے کہ تُو نے ہمارا حشر اس جیسا نہیں کیا۔ کہ کہاں تو وہ ہم سب کا معلم تھا اور کہاں اب کہ راندۂ درگاہ ہو گیا، مرْدُود ہو گیا۔ اس کی ساری عظمت اور پاکی ختم ہو گئی۔ اس کی شکل بھی نجس، اس کا جسم بھی نجس، بندروں جیسی شکل، سُور جیسا جسم۔ یہ اللہ تعالیٰ نے کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی دلجوئی کے لئے ان کی

پسلی سے ان کا ہم جنس پیدا کیا، حضرت حوّا علیہ السلام، تاکہ ان کی صحبت میں وہ سکون حاصل کر سکیں۔ اور جب حوّا علیہ السلام سے ان کا نکاح ہوا تو انہوں نے کہا یہ تمہاری بیوی ایسے نہیں بن سکتی تم ان کا حق مہر ادا کرو۔ حضرت آدم نے پوچھا یا اللہ تعالیٰ یہ کیا ہوتا ہے؟ فرمایا تم دس دفعہ میرے اس حبیب کا کلمہ پڑھو اور اُن پر درُود پڑھو۔ جن کا کلمہ روح پھونکتے ہی تم نے سرِ عرش پر دیکھا تھا۔" اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ " ان پر تم دس بار درود پڑھو۔ دس درود کا اتنا تمہیں ثواب ملے گا کہ تمہارا حق مہر ادا ہو جائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور حوّا علیہ السلام کو اپنے مہمان کے طور پر جنت المعلیٰ میں رکھا۔" وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ ...... شِئْتُمَا " پھر ہم نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ جائز ہے کہ وہ جمع کے صیغے میں گفتگو کرے، اس کی مرضی ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ میں نے کہا" اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً " میں نے دنیا میں خلیفہ بنایا اور کبھی کہتا ہے" قُلْنَا " ہم نے کہا۔ بندے کو جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جمع کے صیغے میں کہے۔ رب کو یاد کرے تو یہ نہ کہے' اے اللہ تعالیٰ آپ ہم پر کرم فرمادیں بلکہ کہے اے رب ہم پر کرم فرما۔ یہ صرف رب کے لئے کہ اپنے

Marfat.com

کو چاہے جمع کہے چاہے واحد کہے۔ جس صیغے میں چاہے بات بندے کو رب کے لئے ہمیشہ واحد کا صیغہ استعمال کرنا ہے۔ کسی نبی نے رب کو جمع کے صیغے میں نہیں یاد کیا۔ اس لئے کہ یہ تقویٰ ہے۔ تاکہ اس میں شائبہ بھی نہ ہو کہ رب ایک سے زیادہ ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اب تم ہمارے مہمان ہو۔ یہ جنت ہے تم پیٹ بھر کر کے، اپنی پوری تسکین کے لئے جو کچھ چاہو، جو چیز بھی تم پسند کرو وہ پیو۔ لا تقربا.... ظٰلِمِیْنَ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا، اس کے قریب جاؤ گے تو تمہاری ذات میں سے وہ صفات ظاہر ہوں گی، جو تم کو میرے اس قرب کے اہل نہیں رکھیں گی۔ پھر تمہیں کوئی اور دنیا بسانی پڑے گی۔ مجھ سے دور، دل مجھ سے قریب ہو گا۔ روح مجھ سے قریب ہو گی۔ لیکن جسم مجھ سے دور ہو جائے گا۔ یہاں پر تم میری صحبت میں رہو گے۔

شیطان تو آدم علیہ السلام کا دشمن ہو ہی گیا تھا کہ یہ خاکی پتلا ہے اور میں معلم الملکوت۔ مجھے (Dismiss) کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کو معلم الملکوت بنا دیا۔ ان کو اپنا خلیفہ بنا لیا۔ اور مجھے راندۂ درگاہ کر دیا۔ اس لئے اس نے رب سے مہلت مانگ لی کہ ٹھیک ہے میں راندۂ درگاہ ہو گیا۔ لیکن میں بھی دوسروں کو

راندۂ درگاہ کراؤں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَازَلَّهُمَا......... اِلٰی حِیْنٍ" پس شیطان نے ان کو بہکا دیا۔ اور کہا کہ تمہیں تو بڑی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے محروم رکھا ہے۔ وہ بہت بڑی نعمت ہے جس سے تم محروم ہو۔ اس کے کہنے پر وہ شجر ممنوعہ کے پاس چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت سے رخصت کر دی۔ اور جس جگہ وہ آرام میں تھے، اللہ تعالیٰ کے قرب میں تھے۔ وہ جسمانی طور سے اللہ تعالیٰ کے قرب سے دُور ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم سب اُترو۔ تم کو بہکانے والا بھی اور تم بھی دُنیا میں جاؤ۔ اور تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔

انسان شیطان سے بھاگ کر اللہ کی پناہ مانگے گا، شیطان انسان کو پکڑنے کی کوشش کرے گا، گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور تم سب کو ایک عرصے تک دنیا میں رہنا ہے۔ میرا دیا ہوا علم، مجھ پر ایمان، تمہیں مجھ سے قریب رکھیں گے اور تمہیں گمراہ ہونے سے بچائیں گے۔

اے عزیزانِ محترم! شیطان کی نافرمانی اور آدمی کی نافرمانی میں بنیادی فرق ہے۔ ابلیس اور اس کے شاگردوں میں چاہے وہ جن ہوں یا انس ہوں بغاوت کے بعد ندامت نہیں ہوتی۔ جب بغاوت کے بعد ندامت نہ آئے اور دل ڈھیٹ ہو

جائے تو سمجھے کہ ہم شیطان اور مردود ہو گئے ۔ اور جب معصیت کے بعد ندامت ہو، شرمندگی ہو اور عاجزی ہو ۔ تو سمجھیں کہ میرے رب نے مجھ پر کرم کیا اور مجھے اس راہِ عرفان اور راہِ قرب پر دوبارہ لا کھڑا کر دیا۔ یہی فرق تھا آدم علیہ السلام اور شیطان میں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شیطان سے کہا کہ تُو آج بھی اگر آدم علیہ السلام کو سجدہ کر لے تو تمہیں معاف کر دیں گے۔ لیکن اس کو اپنے انکار پر ندامت نہیں تھی۔ وہ یک طرف عمل چاہتا تھا، کہ رب معاف کر دے ۔ وہ اپنے طرزِ عمل کو نہ بدل سکا. وہ اپنے تکبّر پر قائم رہا۔ وہ معافی نہ مانگے ،عاجزی نہ کرے تو رب اسے کیسے معاف کر دے۔ عاجزی کی قبولیت ہے لیکن تکبّر کی نہیں۔ تو شیطان گمراہ ہی رہے گا.

آدم علیہ السلام میں ندامت تھی، دل تو رب کا تھا۔ اس دل میں عرفانِ کامل تھا۔ لہٰذا ندامت ہوئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واسطہ دے کر کہا " رَبَّنَا ظَلَمْنَا.... خَاسِرِیْنَ " اے رب کریم، ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اگر تُو نے میری مغفرت نہیں کی، مجھے معافی نہیں دی تو میں گمراہ ہو جاؤں گا، میں کہیں کا نہیں رہوں گا۔ اگر تو نے مجھ پر رحم نہیں کیا، مجھے معاف نہیں کیا، تو میں تو ہمیشہ گھاٹے میں رہوں گا، جیسا میرا بھٹکنے والا

شیطان گھاٹے میں ہے۔ اس نے تکبّر کیا ہے۔ مجھے احسن تقویم سے بنایا ہے۔ میری فطرت میں رب کے سامنے، حق کے سامنے عاجزی ہے، اور ناحق کے سامنے طاقت وسطوت ہے۔

تو اے عزیزانِ محترم! آدم میں اور ابلیس میں یہ فرق ہے۔ اپنے دل کو عاجز رکھیں، دل کو آگاہ رکھیں۔ یاد رکھیں کہ رحمتِ حق ناگاہ آتی ہے، لیکن دل آگاہ پہ آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر فضل وکرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا علم عطا فرمائے، اپنی حکمت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان اور نفس کے شر سے محفوظ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عابدین، صالحین اور اہلِ ایمان میں، مومنین میں شامل رکھے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت میں رکھے۔ آمین!

واخر دعوانا ان الحمد للہ

رب العالمین ٥

سُورۃ بقرہ پارہ الٓمّٓ ۱
آیات ۲۹ تا ۳۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ

هُوَالَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ٭ ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۝ وَاِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً ؕ قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَی الۡمَلٰٓئِکَةِ ۙ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۝ قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ۝ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۙ وَاَعۡلَمُ مَا

Marfat.com

تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ۝ وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰى وَاسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝

عزیزانِ محترم!

سورۃ بقرہ کے تیسرے رکوع کی چند آیات کی میں نے تلاوت کی ہے۔ انتیسویں سے لے کر چونتیسویں آیت تک۔ جہاں سے ہم نے چھوڑا تھا تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر تھا کہ آپ کو یاد ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں دنیا میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تو فرشتوں نے کہا تھا کہ کیا آپ اس کو خلیفہ بنائیں گے جو دنیا میں فساد برپا کرے گا۔ خونریزی کرے گا۔ ہم تو پاک لوگ ہیں، ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں۔ آپ کی حمد بیان کرتے ہیں، آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں کہ آپ تمام عاجزی و درماندگی سے پاک ہیں جو آپ کی مخلوق کے حوالے سے ہیں۔ اور آپ کی تقدیس ہم بیان کرتے ہیں۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے وہ کچھ پتہ ہے جو تمہیں پتہ نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیوں میں نے آدم (علیہ السلام) کو خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے؟ وہ اس لئے کہ "وَعَلَّمَ

"ادمہ ..... صٰدِقِیْنَ ہ" وہ خلافت جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی وہ دو وجوہ سے ہوگی۔

ایک علم، ایک قدرت!

فرشتوں کے پاس وہ علم نہیں تھا، جو انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ دوسرے انسان میں طاقت نہیں تھی کہ وہ عالمِ ارواح اور عالمِ اجسام کو ایک کریں، ایک دوسرے سے ملائیں۔ روشنی اور ظلمت کے درمیان واسطہ اور وسیلہ بنیں۔ جسم اور رُوح کے درمیان واسطہ بنیں۔ فرش اور عرش کے سامنے واسطہ بنیں۔ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لاتے تھے لیکن وہ واسطہ نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو بارش کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو بارش روک دی، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو پودے پیدا کر دیئے یا بیج میں سے جان نکال دی۔ اس میں سے درخت بنا دیئے۔ یہ بس اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتے تھے۔ لیکن اللہ اور اللہ کی مخلوق میں رشتہ پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ تو تخلیقِ انبیاء اور تخلیقِ آدم کی جو بنیاد تھی، اساس تھی اور جو مقصد تھا وہ یہ کہ خلق کو اللہ سے ملائیں۔ ان کو علم کی فضیلت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ ہم نے آدم

Marfat.com

علیہ السلام کو آہستہ آہستہ سکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے تعلیم عطا کی، آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے متعلق تعلیم دی۔ اسماء کے مطلب تمام علم، تمام سائنس، تمام چیزوں کی پیدائش کی غایت۔ اس کی زندگی کے طور طریقے۔ اس سے واسطہ اٹھانا، اسے استعمال کرنا، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے بنائیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اخلاق بتائے معمولات بنائے۔ اللہ تعالیٰ کی خلق کو استعمال کرنا، اس پر حاکمیت کرنا سکھایا تاکہ آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد اپنے ماحول پر حاوی ہو جائیں۔

آدم علیہ السلام کو تمام علم سکھایا، تمام چیزوں کے نام بتائے۔ اور پھر وہ سارے کے سارے فرشتوں کو دکھائے۔ اور وہ علم جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا۔ وہ ان کے سامنے کر دیا۔ یہ میں نے آدم کو سکھایا ہے۔ ان چیزوں کا علم دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا فرشتوں سے کہ اگر تمہیں ان چیزوں کا علم ہو تو تم مجھے بتاؤ، اگر تم سچے ہو تو تم مجھے ان چیزوں کے متعلق بتاؤ۔ یہی تمہارے علم اور آدم کے علم کا فرق ہے۔ یہی ان کے لئے باعثِ فضیلت ہے۔

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عجز و انکساری کا علم عطا فرمایا۔ ان کو عرفانی کھیت اور ایمانی باغ عطا فرمایا۔ اور ان کا عجز کا ظہور

Marfat.com

اس وقت ہوا جب ان سے خطا ہوئی اور انہوں نے اس خطا کے بعد ندامت اور توبہ کا اظہار کیا۔

''اسماء'' کا مطلب ہے علامت یا پہچان۔ ہر چیز کے سمبلز کے پیچھے جو کچھ حقیقتیں ہیں، اُن سب کی حقیقتیں، ان کی خاصیتیں، ان کا نفع نقصان، طریقہ استعمال، بنانے کے طریقے وغیرہ سب آدم علیہ السلام کو سکھائے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم عطا فرمایا وہ آدم علیہ السلام کے علم سے اور آگے کا علم تھا۔ بزرگانِ دین نے کہا ہے کہ علم تنہائیوں اور خلوتوں کی عبادت سے افضل ہے۔ انبیاء علیہم السلام اتالیق ہیں تمام دوسری مخلوق کے۔ یہاں تک کہ مقربینِ الٰہی جو فرشتے ہیں ان کے بھی۔ اس لئے کہ عبادت کیا ہے؟ عبادت ایک آگاہی ہے۔ یہ عالم میں موجود ہوتی ہے۔ جو کہ عابد کو مجاہدے سے ملتی ہے۔ ایک دفعہ قلب پر کرم ہو گیا، انشراحِ صدر ہو گیا، تو وہ کچھ اس کو نظر آتا ہے جو کہ عابد کو نظر نہیں آتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ تعلیم کی نسبت رب سے ہے۔ رب نے علم سکھایا آدم علیہ السلام کو۔ آدم علیہ السلام نے آگے سکھایا۔ فرشتوں کو۔ تعلیم کی نعمتیں اور ساری زبانیں رب کی طرف سے

Marfat.com

ہیں۔ یہ رب ہی ہے جو پیدا ہونے کے ساتھ ہی دُنیا کے مختلف کونوں میں مخلوقات کو ان کی اپنی زبانیں عطا فرما دیتا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد انسان اپنی زبان بولنا شروع کرتے ہیں اور اپنے ماحول کے مطابق اپنا علم حاصل کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ کسی کے علم کی تکمیل نہیں ہوتی۔ مکمل علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں علم دیا۔ اوتیتم الا قلیلاo میں نے تمہیں علم دیا لیکن تھوڑا سا۔ تو پتہ یہ چلا کہ فرشتوں کے علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق میں اور اس کے بعد جو واقعات ہوئے، اس نے ایک اصول مرتب کر دیا۔ اصول کیا ہے؟ یہ کہ عارفِ کامل وہ ہے جو حق تعالیٰ کی صفات انبیائے کرام کے ذریعے جانے اور ختمِ نبوّت کے بعد اولیاء اللہ کے ذریعہ ملتا ہے۔

فرشتے کیوں عارفِ کامل نہیں تھے؟ اس لئے کہ اس سے پہلے وہ عارف باللہ تو تھے یعنی اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تو تھے، لیکن اس کی تمام قدرت کا، اس کے علم کی قدرت کا احاطہ نہیں کر سکتے تھے۔

فزکس بھی ایک علم ہے۔ یہ کیوں نہیں پتہ تھا کہ پھر ایک

Marfat.com

تو یہ کہ آپ ان علوم کے ماہر ہوں۔ فرشتے ان علوم کے ماہر نہیں ہوئے۔ وہ صرف دکھادیا کہ یہ چیزیں بھی ہیں۔ یہ بوٹنی (Botani) بھی ہے، یہ جیالوجی (Geology) بھی ہے۔ یہ میٹریل سائنس بھی ہے۔ یہ ان کا اسٹروڈکشن کیمسٹری بھی، سائیکالوجی بھی ہے، یہ مخلوقات کے ری ایکشن کہ وہ کس طریقے سے بنتے ہیں، کس طریقے سے ہوتے ہیں۔ یہ سارا علم ان کو حاصل نہیں تھا۔ جو آدم علیہ السلام نے بتایا۔ تو پتہ یہ چلا کہ عارفِ کامل تھے۔ فرشتے اس وقت عارفِ باللہ تو تھے۔ لیکن بلا وسیلہ تھے۔

جب انہیں آدم علیہ السلام کا وسیلہ ملا، علم کے لئے تو معرفتِ الٰہی میں انہیں کمال حاصل ہو گیا۔ جب انہوں نے حق کی صداقت آئینہ نبوت میں دیکھی تو ان کے عرفان کو کمال ہوا۔

دیکھئے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ابلیس مردود میں کیا فرق ہوا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کے وسیلہ اور ان کی تعظیم کو اپنایا تو رب کے مقرب ترین فرشتے ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہو گئے احسن الخالقین

Marfat.com

اور اشرف المخلوقات کے سردار۔ دونوں کے درمیان رابطہ بن گئے۔ اور عزازیل جو تخلیقِ آدم سے پہلے اتالیق الملکوت تھا، وہ رد ہوگیا۔ مردُود ہوگیا، وہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہو گیا۔ جس نے وسیلے کو اپنایا ہے، اُسے رب کی قربت حاصل ہوئی، جس نے وسیلے کو رد کیا، وہ رب سے دُور ہوگیا اور رہ گیا۔

وہ حضرات جو کہتے ہیں کہ وسیلہ نہیں چاہیئے، انہیں کون سا علم چاہیئے۔ کون سے جذبات ان کے ذہنوں پر طاری ہیں۔ نفس اور شیطان کے جذبات طاری ہیں۔ جن کے ذہنوں پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا خلوص طاری ہے وہ اس وسیلے کی تلاش میں رہتے ہیں کیونکہ رب نے بھی کہا ہے " وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ " ایک تو اس سورۃ میں یہ پتہ چلا کہ عارفِ کامل بننے کے لئے وسیلے کی ضرورت ہے۔

رب انبیاء کو پیدا کرنے والا ہے اور انبیاء رب کی ذات وصفات کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کے سامنے ظاہر کیا۔ انبیاء مظہرِ کبریا ہیں۔

اس سلسلے میں ایک اور بات کی وضاحت کردُوں۔ تمام انبیاء علیہم السلام مظہرِ صفاتِ کبریا ہیں۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم مظہرِ ذاتِ الٰہی ہیں۔

تھوڑا سا فرق ہے ذات وصفات میں ۔ ذات جو ہے وہ صفات سے بلند تر ہے ۔ اس لئے کہ صفات ذات کی مرہونِ منت ہیں اور اس کی استطاعت کے اندر اس کے تصرف میں ہیں۔ رب ہے تو رب کی رحیمی ہے ۔ رحیمی اس کی قدرت میں ہے ۔ رب تو خالق ہے خلق تخلیق کی استطاعت رب کی ذات میں ہے ۔ رب ہے تو ہوا کو چلانے والا ہے اور بارش کو برسانے والا ہے ۔ تو ذات کو صفات پر فوقیت ہے ۔ اور دونوں کی نسبت اسی ہستی سے ہے ۔ لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ذاتِ الٰہی سے ہے ۔ اسی کا نور اپنی پیشانی میں رکھتے ہیں اور اسی کی محبت دنیا میں تقسیم کرتے ہیں ۔ اور انبیاء علیہم السلام مظہرِ صفاتِ الٰہی ہیں ۔

اسی طرح سے تمام اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین مظہرِ انبیاء ہیں ۔ حضرت پیرانِ پیر دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ مظہرِ ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ حسنی اور حسینی ہیں اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کا تمام صدقہ وہ لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں ۔

اب جب کہ یہ سب کچھ ظاہر ہو گیا ، اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ دیکھو تمہیں میں نے خلیفہ کیا اس لئے کہ اس سے بہتر کوئی

وسیلہ نہیں دے سکتا، میری مخلوق کو مجھ تک پہنچنے کا۔ آدم کو میں نے یہ علم اور صلاحیت عطا کی۔ تم میں یہ صلاحیت نہیں، تم کسی کا وسیلہ نہیں تھے، تم کسی کو ملا نہیں سکتے تھے۔ آدم نے ظلمت کو نُور سے ملایا، آدم نے فرش کو عرش سے ملایا۔ آدم نے تم کو عالمِ اجسام میں ملایا۔ آدم روئے تو پھر تم نے کہا کہ جاؤ، فلاں عورت کے پیٹ میں جو بچّہ ہے اس میں رُوح پھُونک کے آجاؤ۔ تمہارا بھی رابطہ جو دنیا سے ہوا آدم کے طفیل سے ہوا۔ اس وجہ سے اس کی وجہِ فضیلت ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے تمہارے سامنے آدم کی اتنی فضیلت بیان کر دی اور اس کے منصب کا نام سے ذکر کر دیا۔ تو اب تم پر کیا واجب ہے؟ سجدۂ تعظیم! سجدۂ عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کچھ انبیاء کے سامنے سجدۂ تعظیم کی اجازت تھی۔ جیسے آپ کو سورۂ یوسف میں یاد ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب گئے، تو تعظیم کے لئے انہوں نے سجدہ کیا۔ یہ کلام پاک میں مذکور ہے۔ سجدۂ تعظیم جائز تھا تو اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ کہہ کر کرائی کہ میرے خلیفہ، میرے وسیلہ، میرے علم کی فضیلت کی تعظیم کرو۔

Marfat.com

"اِذْ قُلْنَا..... اَلْکٰفِرِیْنَ ہ" ہم نے ۔ اللہ تعالیٰ جب ہم کا لفظ استعمال کرتا ہے، تو اپنی میجسٹی کا اظہار کرتا ہے' اپنی عظمت اور جلال کا اظہار کرتا ہے، اپنے تصرفات کا۔ کبھی اللہ تعالیٰ میں استعمال کرتا ہے۔ اور کبھی ہم کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ہم کا لفظ استعمال کیا۔

میں نے آدم کے' اپنے خلیفہ کی فضیلت تم کو بیان کردی ہے۔ اب تم پر اس کی تعظیم لازم ہے۔" اِذْ قُلْنَا ...... اٰدَمَ۔" میں نے کہا فرشتوں سے کہ تم سجدہ کرو۔" لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا" پس سب لوگوں نے سجدہ کر دیا۔ نہیں کی گنجائش ہی نہیں تھی۔

واخر دعوانا عن الحمد للہ

رب اللعالمین ہ

پارہ الٓمّٓ سورہ بقرہ
آیت نمبر ۳۴ تا ۳۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰهِ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ
مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ
زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠
وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ

Marfat.com

الظّٰلِمِیْنَ ○ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا
مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی
حِیْنٍ ○ فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ
عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ اور ہم نے فرمایا اے آدم تُو اور تیری بی بی اس جنّت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔ تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا۔ اور ہم نے فرمایا نیچے اُترو۔ آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی

Marfat.com

توبہ قبول کی۔ بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول
کرنے والا مہربان!

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے کہ جس ذاتِ پاک میں جمال و جلال کے تمام کمالات ہیں۔ وہ جس کی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو "ہوجا" فرمادیتا ہے۔ بس وہ ہوجاتا ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت میں پیدا کیا۔ اور ہر ایک علم عطا فرمایا۔ ازل سے لے کر ابد تک کا۔ کس طرح اس نے تخلیق کائنات کیا۔ اس کی حکمتیں کیا تھیں؛ اور کس طرح ہمیں اپنے اور رب کے درمیان رشتہ استوار کرنا چاہیئے۔ عطا کے بعد کیا کرنا چاہیئے اور خطا کے بعد کیا کرنا چاہیئے۔

اے عزیزانِ محترم! ان آیات میں بھی عطا اور خطا کا ذکر ہے۔ عطا کے بعد کیا کرتے ہیں اور خطا کے بعد کیا کرتے ہیں۔ میں نے پچھلی نشست میں چونتیسویں آیت سے شروع کیا تھا۔ اور ختم کیا تھا اسی پر۔ اور آج چونتیسویں سے سینتیسویں آیت تک تفسیر بیان کروں گا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اِذْ قُلْنَا..... کٰفِرِیْنَ ○ " پہلے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بزرگی بخشی، عظمت بخشی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں رکھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں علم بخشا، جس کے بعد اس نے شیطان جو باغی بن چکا تھا، اس کو معزول کر کے آدم علیہ السلام کو معلّم الملکوت بنایا۔ ابھی تک ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم تھا۔ عرفانِ الٰہی تھا، لیکن تکمیلِ عرفان نہیں تھی۔ کامل عرفان نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو علم عطا فرمایا اور پھر فرشتوں کو اس کی خبر دی۔ انہوں نے فرشتوں کو وہ علم سکھایا، اس طرح سے وہ معلم الملکوت بنے۔

منصبِ خلافت کے لئے ان کی تیاری کی گئی۔ ابھی تک نورِ رب کے علاوہ فرشتے سب سے برتر و اعلیٰ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علم لدنی کے ذریعے آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فوقیت بخشی۔ اور یہ ثابت کیا کہ عرفان کامل نہیں ہوتا جب تک نبی کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کرتے۔

اور اب جب کہ نبوّت ختم ہو چکی ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ سید الاولین والآخرین، فخرِ موجوداتِ کائنات، تاجدارِ مدینہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تو انبیاء کے وارث اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ جب تک ان کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کریں گے ہمیں عرفان کامل حاصل نہیں ہوگا۔

سارے فرشتوں نے سجدہ کیا۔ سب سے آگے سجدے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مقرب ترین فرشتہ بنایا۔ تاکہ وہ اس کے محبوبین اور نبیوں کے درمیان رابطہ رہے۔ ان کو خدمتِ انبیاء پر معمور فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر انبیاء علیہم السلام تک جائیں گے۔ اس سلسلے میں اگر کسی نے ان کا کہنا نہیں مانا تو وہ ایک فردِ واحد تھا۔ جب تک وہ اطاعتِ الٰہی میں تھا اس کا نام عزازیل تھا۔ یہ اسی طرح مقدس نام تھا جیسا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام۔

لیکن جب اس نے انکار کیا اور قبول نہ کیا، بغاوت کی تو اس کا نام ابلیس رکھ دیا گیا۔ دور ہونے والا، حسد کرنے والا۔ وہ کافروں میں سے تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلا کافر نہیں تھا۔ کیوں کہ تخلیقِ آدم سے پہلے جن ہوتے تھے ان میں اللہ کے فرمانبردار بھی ہوتے تھے اور نافرمان بھی ہوتے تھے۔ فساد کرنے والے بھی تھے ۔ جب تک وہ طاعتِ الٰہی میں تھا،

اس کو اللہ تعالیٰ نے اتنی قوت عطا فرمائی کہ اس نے ساری دُنیا کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جنّوں سے خالی کرایا، تاکہ وہاں انسان آباد ہو سکیں۔

اے عزیزانِ محترم! اس میں ہمارے لئے سبق ہے۔ سبق یہ ہے کہ عظمت اور بزرگی صرف اطاعتِ الٰہی میں ہے۔ انکار میں نہیں ہے، اقرار میں ہے۔ سر تسلیم خم کر دیں تو یہ جُھکا ہوا سر آپ کے لئے عظمت بن جائے گا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کو تعظیمی سجدہ فرشتوں سے کروا دیا اور ان کی عظمت کو، ان کی خلافت کو تمام فرشتوں سے منوالیا تو اب وہ دور آیا کہ ان کی تربیت کی جائے۔ جنّت میں کچھ دن انہیں رکھا جائے۔ وہاں وہ دیکھیں کہ پودے کس طرح اُگتے ہیں، وہاں دیکھیں کہ نظام کس طرح چلتا ہے۔ وہاں دیکھیں کہ حکم کی اطاعت کیسے ہوتی ہے۔ وہاں دیکھیں کہ حکمرانی کیسے کی جاتی ہے۔ تاکہ اللہ کی نیابت اور خلافت اس دنیا میں آ کر کر سکیں، وہ یہاں کا نظام چلا سکیں، یہاں اللہ کی حکومت قائم کر سکیں۔ یہاں کھیتی باڑی اور باغبانی کر سکیں۔

یہ ساری چیزیں وہاں دیکھیں کہ کس طرح ہیں کس طرح لباس پہنتے ہیں، کس طرح ان کی زینت و آرائش ہوتی ہے۔ یہ

Marfat.com

سب تعلیم ان کی وہاں ہوئی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہو جو میرا مہمان خانہ ہے۔ دراصل ان لوگوں کے لئے جو دُنیا میں رہیں گے، اور میری اطاعت کریں گے۔ میرے نبیوں کی اور میرے آخری نبی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے، ان کے لئے یہ مہمان خانہ ہے۔

اگرچہ یہ جزا ہے اعمال کی لیکن تم اس میں کچھ وقت رہو۔ تاکہ تم اور تمہارے بعد آنے والے انبیاء اس کی گواہی دے سکیں۔ کہ ہاں میرے رب نے تمہارے اعمال کی جزا میں تمہارے لئے ایسی جنت تیار کر رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جو چاہو اس میں سے کھا سکتے ہو، پیٹ بھر کر کھا سکتے ہو" وَلَا تَقْرَبُوْا ..... الظّٰلِمِیْنَ"۔ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا، اس لئے کہ اس درخت کے پاس جاؤ گے تو تم اپنے اوپر ظلم کرو گے، تم اپنے اوپر زیادتی کرو گے۔

میں نے عرض کیا کہ شیطان راندۂ درگاہ و کافر ہوا، نکالا گیا اس وجہ سے نکالا گیا کہ اس کو اپنی عبادت پر تکبّر تھا۔ اور اپنے علم پر تکبّر تھا لیکن اس کو ہمیشہ اس کا غم رہا۔ اس نے کوشش کی

Marfat.com

کہ کس طرح اس کی توبہ قبول ہو جائے۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے بڑے پیارے نبی ہیں، محبوب نبی ہیں، آپ بڑے مقبول ہیں۔ آپ میری شفاعت فرمائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے شیطان کے لئے دُعا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! تمہاری شفاعت بھی قبول اور شیطان کی توبہ بھی قبول ہے، مگر ایک شرط کے ساتھ کہ آدم کی عظمت کا اسے اقرار کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ انہیں میں نے اپنے تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا ہے، اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ ان کے ذریعے میں علم دین اپنی مخلوق میں پہنچاؤں گا۔ تو اس سے کہہ کہ جا کر ان کی قبر پر سجدہ کرلو، تمہاری توبہ قبول۔ اس متکبر نے کہا کہ آدم علیہ السلام جب زندہ تھے تو میں نے سجدہ نہیں کیا تھا، اب مُردے کی قبر پر سجدہ کر کے کیا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ رد فرما دی۔

اس واقعے سے یہ پتہ چلا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی قبروں کے ساتھ تکبر کرنا، ان کا احترام نہ کرنا بھی راندۂ درگاہ ہونے یا مردود ہونے کا باعث ہے جو لوگ طرح طرح کے فتوے صادر کرتے ہیں۔ انبیاء کے مزارات اور

Marfat.com

اولیاء کے مزارات پہ، ان کو اس واقعہ سے سبق سیکھنا چاہیئے۔
شیطان نے کہا کہ اب میری توبہ تو قبول نہ ہوئی، لیکن میں آپ کا احسان مانتا ہوں اور آپ کو بتاتا ہوں۔

"یہ میں اس لئے بتا رہا ہوں کہ یہ انتہائی اہم بات ہے۔
کہ تین حالات میں انسانوں کو آسانی سے گمراہ کر لیتا ہوں۔
ایک تو غصّے کی حالت میں۔ وہ کہتا ہے کہ جب انسان غصّہ کرتا ہے تو اس وقت اس کی رگوں میں خون گردش نہیں کر رہا ہوتا، میں گردش کرتا ہوں۔ اس وجہ سے اس کو بھٹکانا اس کو گمراہ کرنا میرے لئے آسان ہے۔ دوسرے جب کوئی انسان جہاد کرتا ہے، جہاد فی سبیل اللہ ہو تو میں اس غازی کو اس کا گھر، اس کے بیوی بچے، اس کی مال و دولت یاد دلاتا ہوں زندگی کی آسانیاں یاد دلاتا ہوں تاکہ اس کا ارادہ کمزور ہو جائے۔
اور جہاد سے منحرف ہو جائے۔ چاہے وہ جہاد میدانِ جنگ میں ہو یا نفس کے خلاف ہو۔ تیسرا موقع جب انسان آسانی سے شیطان کے نرغے میں ہوتا ہے وہ ہے جب خلوت میں ایک مرد ایک عورت سے ملتا ہے، اس وقت شیطان اس کو زنا پر مجبور کرتا ہے، ترغیب دیتا ہے، اس طرح سے گناہ گار بناتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے دُور کرتا ہے۔"

Marfat.com

عزیزانِ محترم! شیطان جب ایک لاکھ سال جہنم میں گزار لے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اسے توبہ کا موقع دے گا۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کتنا رحیم ہے۔ اس ذات کو جو اس کی باغی تھی ازل سے اور جس نے نافرمانی کی، اس کو بھی بار بار توبہ کا موقع دے گا۔ ایک لاکھ سال جہنم میں رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے توبہ کا موقع دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اب بھی اگر تم آدم کے سامنے سجدۂ تعظیم کر لو، تو اب بھی تمہیں معاف کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن وہ پھر بھی سجدہ نہ کرے گا، تعظیمِ آدم نہ کرے گا۔

تو اے عزیزانِ محترم! ہمیں اس سے سبق لینا چاہیئے غور طلب بات یہ ہے کہ آدم نے کن چیزوں کی وجہ سے اپنے کو افضل سمجھا۔ اور کن چیزوں کے احساس نے اور کن چیزوں کے تکبّر نے اسے کافر بنائے رکھا۔

پہلی بات تو یہ کہ اس کی اصلیّت کیا ہے، اس کی تخلیق کس چیز سے ہوئی ہے۔ اس نے اس بات پر تکبّر کیا کہ وہ آگ سے بنا ہے اور آگ اوپر جاتی ہے۔

اے عزیزانِ محترم! اپنے حسب نسب اور اپنی ذات اور اپنی امارت اور اپنے خاندان پر تکبّر نہ کرو۔ اس لئے کہ یہ شیطان کی اطاعت ہے شیطان کی روایت ہے، آدم کی روایت

اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کو مانتے رہنا ہے۔ اگر ہمیں کسی چیز پر فخر ہو تو اس بات پر کہ واحدہٗ لاشریک ہمارا رب ہے۔ اور ہم اس کے بندے ہیں۔ اپنی ذات اور اس کے آغاز کو یاد نہیں رکھنا چاہیئے۔

دوسری بات یہ کہ اس نے ہزاروں سال کی عبادت کا تکبّر کیا۔ اگر عبادت آپ میں عاجزی اور انکساری پیدا کرتی ہے تو وہ عبادت مقبول ہے۔ جتنا قربِ الٰہی بڑھتا جائے گا اتنی زیادہ عاجزی آپ میں پیدا ہوتی جائے گی۔

مینارِ پاکستان کو اگر آپ باغِ جناح سے دیکھیں تو اس وقت اس کی عظمت، اس کی بلندی کا اندازہ نہیں ہوگا جب آپ اس کے اور قریب ہو جائیں گے اور داتا دربار جائیں گے تو وہ اور زیادہ بلند نظر آئے گا۔ جب بالکل اس کے سائے میں پہنچ جائیں گے تو اس کو آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی آپ کے لئے مشکل ہو جائے گا۔

عبادت وہ عبادت ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرے، اس سے اس کی عظمت کا احساس بڑھ جائے۔ اور اس میں عاجزی پیدا کر دے۔ تیسرا جو ہے اس نے تکبّر کیا۔ اپنے بڑے کاموں پر کہ میں اتنا طاقتور ہوں کہ ایک گھر کو

Marfat.com

خالی کرانا مشکل ہوتا ہے۔ میں نے ساری دنیا کو جنّات سے خالی کرا دیا۔ اتنا بڑا کام اللہ تعالیٰ کے کہنے پر کیا، تو پھر میں آدمؑ کو سجدہ کیوں کروں، جس نے ابھی کچھ بھی نہیں کیا۔ نہ کوئی عبادت شروع کی اور نہ کچھ اور کیا۔ اس لئے اپنی کارکردگی پر، اپنی صلاحیتوں پر کبھی تکبّر نہ کریں۔ اس لئے کہ یہ تینوں کام شیطان کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ اس جنّت میں آپ بھی رہیں اور آپ کی زوجہ بھی رہیں۔ "قُلْنَا یٰاٰدَمُ .... جَنَّۃَ"
آدم علیہ السلام جب جنت میں پیدا کئے گئے، تو وہ غیر جنس کو دیکھ کر، وہاں کے جانوروں کو دیکھ کر، وہاں کے درختوں کو دیکھ کر، فرشتوں کو دیکھ کر۔ اپنے جیسے تو واحد تھے وہ، دوسری اللہ کی مخلوق بے تحاشا تھی۔ تو گھبراتے تھے۔ اس لئے جب وہ سو رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے (یعنی ان کی پسلی چاک کی گئی بغیر کسی تکلیف کے اور اس سے حوّا علیہا السلام کی تخلیق کی۔

اور جب وہ جاگے تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی غیب سے کہ یہ میری بندی ہے اور تمہاری صحبت کے لئے میں نے پیدا کیا۔ تاکہ تمہیں ایک ساتھی مل جائے۔ اس سے تمہیں سکون ملے گا۔

جب آدم علیہ السلام کو ان کی طرف رغبت ہوئی تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے کہا۔نہیں پہلے تم کو اس کا مہر ادا کرنا پڑے گا۔حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ مہر کیا ہوگا۔فرمایا میرے محبوب میرے نبی پیغمبرِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر دس دفعہ درود ابھی پڑھو۔ پھر فرشتوں کی گواہی میں ان کے ساتھ نکاح ہوا۔

اس آیت کا جو خلاصہ ہے وہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں ۔ دوسرا یہ کہ شاگرد پر استاد کا ادب واجب ہوتا ہے، یعنی فرشتوں پر آدم علیہ السلام کا ادب واجب ہے ۔ تکبّر اور غرور بُری چیز ہے اور جب خدا کا حکم آ جائے تو اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے اور عبادت پر فخر کرنا ناجائز ہے۔ شریعت میں حکم ظاہری ہوتے ہیں۔ جو حکم ہو گیا اسی پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ عظمتِ انبیاء کی شرط توحید ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کو واحد جانتے ہیں اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے ۔شیطان نے اللہ تعالیٰ کو واحد جانا۔ آدم علیہ السلام کے وسیلے کو نکال کر۔ اس نے کہا کہ تم بندے ہو۔ تمہیں سجدہ نہیں کروں گا، میرا رب ایک ہے میں اسی کو سجدہ کروں گا۔

تو اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمتِ انبیاء کے یقین کے بغیر توحید غیر مقبول ہے۔ کفر جو ہے وہ بذاتِ خود

Marfat.com

اتنا بڑا گناہ نہیں ہے، جتنا کہ اس کو اچھا جاننا گناہ ہے معصیت اتنی بُری چیز نہیں ہے، جتنا کہ معصیت کو قائم رکھنا۔ اس لئے کہ معصیت کے بعد اگر رجوع الی اللہ ہو جائے اور توبہ ہو جائے تو وہ عین باعثِ نعمت ہے۔

یاد رکھیں کہ اہل اللہ کو حقیر جاننا توبہ سے دُور کرتا ہے۔ جیسا شیطان نے آدم علیہ السلام کو حقیر جانا تو وہ توبہ سے محروم رہا۔ جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا گیا تو اس وقت توبہ سے محروم رہا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے شفاعت کی تو اس وقت بھی محروم رہا۔ اور ایک لاکھ سال جہنم میں رہنے کے بعد بھی توبہ کی کوشش کی، چونکہ اس وقت بھی آدم علیہ السلام کا سجدہ شرط تھا اور شیطان انکاری رہا، اس لئے توبہ سے محروم رہا۔

شیطان کے پاس علم بھی تھا، اور عبادت بھی تھی، لیکن احترام نہیں تھا۔ اس وجہ سے وہ گمراہ ہوا۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ شیطان ہم سب کو بہکاتا ہے اور بہکائے گا۔ شیطان کو کس نے بہکایا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کا نفس بہکاتا ہے، اور شیطان نفس کو آمادہ کرتا ہے۔ بغاوت پر۔ شیطان جب کسی کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے نفس کے

Marfat.com

ساتھ دوستی کرتا ہے۔ تو اصل میں شیطان کو بھی اس کے نفس نے گمراہ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو جنّتی پوشاک پہنائی۔ تاج پہنایا۔ حضرت حوّا کو زیوروں سے آراستہ کیا۔ پھر ان کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جنّت میں رہو۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کیوں کہا کہ " وَلَا تَقْرَبَا ..... الظّٰلِمِیْنَ ۝" اس شجر کے پاس نہ جاؤ ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی شریعت میں اوامر بھی ہیں نواھی بھی ہیں۔ یہ کرو یہ نہ کرو اور جنّت میں چونکہ انہیں تربیت کے لئے رکھا گیا تھا۔ کہ دنیا میں کس طرح سے رہیں گے۔ اس لئے اوامر کے ساتھ نواھی بھی شامل ہو گئے۔ یہ کھا سکتے ہو یہ نہیں کھا سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی یہ تربیت کرنی تھی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے وہ تابع رہے۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا، کہ تم کرو، وہ کرے گا۔ جس کو کہہ دیا کہ نہیں وہ نہیں کرے گا۔ اگر اس نے کہہ دیا کہ شراب اور جوئے میں کچھ فائدے

Marfat.com

بھی ہیں لیکن اس کے نقصانات فائدے سے بہت زیادہ ہیں، لہٰذا تم ان سے اجتناب کرو۔ تو جو اللہ کا بندہ ہے وہ اس سے اجتناب کرے گا۔ یہ اس کی تربیت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ فائدے بھی ہوں۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ اُن کی تربیت کرتا ہے۔

ایک اور اصول یہ بھی آدم علیہ السلام کو سکھایا گیا کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز استعمال کرنا ناجائز ہے۔ یہ ساری جنت رب کی ہے۔ اس میں سے ان چیزوں کی تمہیں اجازت ہے، یہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ ان چیزوں کی اجازت نہیں ہے، یہ تمہارے لئے حرام ہیں کسی اور کے لئے حلال ہو سکتے ہیں جس کے لئے اجازت ہو۔ تمہارے لئے یہ باعث گناہ ہیں۔

دوسری بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا دائمی قیام جنت میں منظور نہ تھا۔ اس کے لئے حیلہ اور وسیلہ اللہ تعالیٰ تعمیر کر رہا تھا۔ اگر آدم علیہ السلام جنت میں رہ جاتے تو یہ دُنیا نہ ہوتی۔ یہ دار العمل نہ ہوتا۔ اور جنت و عالم بالا دار الجزاء نہ ہوتے اور یہ درخت جو محبت اور معرفت کا تھا، وہاں گئے اور اس کا پھل کھایا اور محبت و معرفت اور جلال و جمال کا اظہار شروع ہو

Marfat.com

گیا۔ اس درخت کا پھل کھانے سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی اپنی توابی، اپنی ستّاری سے کہ وہ کس طرح سے عیب کو ڈھانپتا ہے، کس طرح سے رحم فرماتا ہے، کس طرح توبہ قبول فرماتا ہے کس طرح گناہ بخشتا ہے۔ یہ تو آشکارا نہ تھا، نہ فرشتوں پر اور نہ کسی اور پر۔

تو اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جو ہم سے پوشیدہ تھیں، اپنی ان صفات کو ظاہر کرنے کے لئے اس نے ایک وسیلہ بنایا تاکہ خطا کے بعد رجُوع الٰہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ستّاری کی غفّاری کی صفات کس طرح سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور کس طرح سے انسان معصیّت سے طہارت تک پہنچتا ہے۔ جب اس سے گناہ ہوتا ہے تو گناہ کے بعد توبہ ہوتی ہے۔ توبہ سے محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ اور محبتِ الٰہی سے طہارت باطنی ہوتی ہے۔ باطن روشن ہوتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو یہ بھی دکھانا تھا کہ خطا میں خطا نہیں ہے۔ خطا پر اصرار ہیں بیں خطا ہے۔ اگر خطا پر اصرار نہ ہو، شرمندگی ہو، عاجزی ہو اور توبہ ہو، تو میری قدرت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ میری معرفت کے بھی دروازے کھل جاتے ہیں۔

اس لئے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رب العالمین

Marfat.com

سے ہمیشہ توبہ واستغفار کرتے رہتے ہیں، گناہوں کے سرزد ہونے سے پہلے۔ لیکن شیطان نے انہیں بہکا دیا۔ شیطان جنّت سے، قربِ الٰہی سے نکالا گیا۔ لیکن جنّت کے آس پاس گھومتا تھا۔ اس وقت دو خوبصورت جاندار جانور ایک سانپ اور ایک مور آدم علیہ السلام کی خدمت میں مامور تھے، ان کی دلجوئی کرتے تھے۔ پہلے شیطان نے ان سے رابطہ کیا۔

مور سے کہا کہ تم آدم علیہ السلام کو کسی طریقے سے جنّت کے دروازے تک لاؤ۔ تاکہ ان سے میری ملاقات ہو سکے۔

سانپ سے کہا کہ جب وہ جنّت کے دروازے تک آجائیں تو مجھے تم اپنے وجود میں لے لینا اور اس طرح سے میں ان تک پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ مور ناچتا ہوا دھیرے دھیرے جنّت کے دروازے تک آیا، حضرت آدم علیہ السلام اس کے پیچھے پیچھے آئے، حوّا علیہا السلام ان کے ساتھ تھیں۔ اس طرح آدم علیہ السلام اور شیطان کی قربت کا سانپ اور مور وسیلے بن گئے۔ اس نے پہلے حوّا علیہا السلام کو بہکانے کی کوشش کی اور پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام کو کہا کہ میں نے بڑی گستاخی کی، جو آپ کو سجدہ نہ کیا، آپ کا احترام نہ کیا، میں اب اس کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اور آپ کا غصّہ جاتا رہے۔

Marfat.com

وہ کفّارہ یہ ہے کہ میں آپ کو یہ بتانے والا ہوں کہ آپ کو موت آنے والی ہے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ موت کیا چیز ہوتی ہے؟ تو شیطان نے ایکٹنگ کی جس طرح انسان کی جان نکلتی ہے، سکرات اور تکلیف کا عالم ہوتا ہے۔ بتایا کہ اس طرح سے موت آتی ہے۔ اور اس کے بعد ایک مُردہ جانور کی طرح ہو گیا۔

آدم علیہ السلام اور حوّا علیہا السلام یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔ پوچھا کہ کیا موت سے بچنے کی کوئی ترکیب ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ یہی درخت تو ہے جس کا پھل اگر آپ کھا لیں تو آپ کو ابدی زندگی حاصل ہوگی۔ اور پھر آپ یہیں جنّت میں رہیں گے۔

خلافت کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ فانی ہوں اور آپ کی جگہ کوئی اور خلیفہ ہو۔ جنّت میں رہنے کے لئے فانی ہونے کی ضرورت نہیں۔ فرشتے تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا اور وہ جنّت میں رہا کریں گے اور جب انسان واپس آئیں گے تو اس وقت بھی وہ جنّت میں ہوں گے، تو فرشتے پیدا ہوتے ہیں مرتے نہیں۔ نہ ان کی اولاد ہوتی ہے جبکہ آپ کے ہاں اولاد بھی ہوگی، آپ کو

موت بھی آئے گی، زندگی بھی ہوگی۔ تو اس سے بچنے کے لئے اس درخت کے پھل کو کھانا ضروری ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ زندگی تو بہت ہی مہنگی ہے۔ اس لئے اس میں بغاوت تو کرنی پڑے گی اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے کہ مت کھاؤ اور تم کہتے ہو کہ نہیں کھانا پڑے گا۔ شیطان نے کہا کہ جو اس طرح کا پھل کھاتا ہے، وہ خلافت کا اہل نہیں ہوتا۔ نہ آپ خلافت کے اہل ہوں گے نہ یہاں سے نکالے جائیں گے۔

آدم علیہ السلام نے اس کے کہنے پر بھروسہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت کیا کہا؟ "فَاَزَلَّهُمَا ..... اِلٰی حِیْنٍ" پس شیطان نے ان کو بہکایا اور لغزش دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب نیچے اُترو۔ اور تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔ دنیا میں تمہارا کچھ دنوں قیام ہوگا اور اس کے بعد پھر تمہیں میرے پاس آنا ہوگا۔

جب نیچے اُترے تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی کچھ مشقتیں کچھ تکلیفیں دیں۔ آدم علیہ السلام کو کسب رزق کی محنت دی کھیتی باڑی کی محنت دی۔ حضرت حوا علیہا السلام کو پیدائش اولاد اور باطنی حمل اور حیض کی تکلیف دی۔ سانپ

Marfat.com

کے پیر ختم کر دیئے۔ اس کی قسمت میں زمین پر رینگ رینگ کر مٹی کھانا ہو گیا۔ مور کے پیروں کو بدصورت کر دیا۔ اور ہر ایک کو الگ الگ جگہ اُتارا۔

آدم علیہ السلام کو ہندوستان کے سرے پر، حوا علیہا السلام کو جدّہ میں۔ اور شیطان کو اصفہان میں، مور کو ہندوستان میں، اس طرح سے ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ لیکن اس وقت فاصلے اتنے نہیں لگتے تھے۔ اس لئے کہ دس گز تو آدم علیہ السلام کا عصا تھا وہ اس سے کہیں بلند تھے۔ کتنا بڑا قدم ہوتا ہو گا۔

تین سو سال تک گریہ وزاری کرتے رہے آدم علیہ السلام معافیاں مانگتے رہے، توبہ استغفار کرتے رہے۔ اتنا روئے اتنے آنسو گرائے کہ تا قیامت کوئی انسان اتنے آنسو نہ گرائے گا۔ لیکن وہ گریہ وزاری اور وہ توبہ واستغفار بارآور نہ ہوئے۔ کیوں؟ اس میں دو باتوں کی کمی تھی۔ ایک تو وہ توبہ ان الفاظ میں نہیں تھی جو اللہ تعالیٰ نے عطا کئے تھے۔ دوسرے وہ توبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے نہیں تھی۔ آدم علیہ السلام آہ وزاری کرتے رہے، لیکن معافی کیوں نہیں مل رہی تھی۔ اطاعت کر رہے تھے، توبہ واستغفار کر رہے تھے۔ یہ بھی

Marfat.com

تھا کہ وہ شیطان کی طرح راندۂ درگاہ ہو کے نہیں گئے تھے مردود ہو کے نہیں گئے تھے، بلکہ عظمت کے ساتھ، خلافت کے ساتھ گئے تھے۔ رجوع الی اللہ تھا لیکن رجوع اللہ بوسیلۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نبیٔ آخر الزماں نہیں تھا۔ ان الفاظ میں نہیں تھا جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اس وجہ سے وہ توبہ قبول نہیں ہو رہی تھی۔

پھر کیا ہوا؟ "فَتَلَقّٰٓی ..... کَلِمٰتٍ" پھر آہ وزاری کے بعد اللہ تعالیٰ کو رحم آیا۔ اور آدم علیہ السلام کو وہ کلماتِ الٰہی اللہ تعالیٰ سے مل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ کلمات عطا فرما دیئے۔ "رَبَّنَا ظَلَمْنَا..... خٰسِرِیْنَ" یہ کلمات عطا ہوئے چنانچہ آدم علیہ السلام کو یہ یاد آیا کہ جب وہ پیدا ہوئے تھے یعنی جب بنائے گئے اور روح پھونکی اللہ تعالیٰ نے اور انہیں چھینک آئی اور انہوں نے الحمد للہ کہا، تو آنکھ کھولنے کے ساتھ ہی عرش پہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھا ہوا نظر آیا۔

آدم علیہ السلام نے پوچھا میرے رب! یہ کون ہستی ہیں، جن کا نام نامی آپ کے عرش پہ لکھا ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا یہ میرے نبی آخر الزماں ہیں اور یہ تمہاری اولاد میں

Marfat.com

سے ہیں۔ یہ سُن کر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت یاد آگئی۔ پھر انہوں نے ان کے وسیلے سے دُعا مانگی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ جب انہوں نے دُعا مانگی:۔ "رَبَّنَا ظَلَمْنَا..... خٰسِرِیْنَ o" تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا "اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ" اے رب کریم میں تیرے محبوب اور آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے یہ مانگتا ہوں تاکہ تو میرے گناہوں کو معاف فرمائے۔

جب اس طرح وسیلۂ محبوب سے مانگا تو رب کے عطا کئے ہوئے الفاظ میں توبہ کی تو کیا انعام ملا۔ "تو اس کی توبہ قبول کی"، تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف ان کا رجوع، ان کا پلٹنا، اور ان کا استغفار قبول کر لیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بتایا "اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ o" یہ میرے رب کی عادت ہی ہے توبہ قبول کرنا، رب کی عادت ہی ہے رحم کرنا۔ ذرا رب کی طرف پلٹ کر تو دیکھو، ذرا ان کے وسیلے سے بھیک مانگ کر تو دیکھو، کہ اللہ تعالیٰ کتنا تواب ہے، اللہ تعالیٰ کتنا رحیم ہے۔

اے عزیزانِ محترم! توبہ بندے کو معصیت سے اطاعت کی طرف لے جاتی ہے۔ بندے کی توبہ کیا ہے؟ بندے کی

توبہ یہ معصیت سے اطاعت کی طرف جانا ہے۔ اور رب کی توبہ کیا ہے؟ جب ہم رب کی طرف بڑھتے ہیں تو ہم معصیت سے اطاعت کی طرف بڑھتے ہیں۔ جب وہ ہم کو قبول کرتا ہے اور ہماری طرف بڑھتا ہے۔ جیسے رب نے کہا کہ تم ایک قدم میری طرف بڑھاؤ میں ایک قدم تمہاری طرف بڑھاؤں گا۔ تو کیا ہوتا ہے۔ اب سزا سے مغفرت کی طرف آتا ہے، توبہ سے قبل وہ شانِ قہاری میں ہوتا ہے اور توبہ کے بعد وہ شانِ غفاری میں ہوتا ہے۔ یعنی ہر آن نئی شان" كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ہر وقت اللہ تعالیٰ ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔ کبھی ستاری کرے، کبھی غفاری کرے کبھی قہاری کرے۔ کبھی دیان ہے کبھی حنان ہے کبھی رحمان ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خطاؤں سے محفوظ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ ہمیشہ اطاعت کی حالت میں رکھے۔ ہم عبادت کی حالت میں رہیں۔ اے اللہ ہم سے غلطیاں ہوں تو ہم تیری طرف تائب ہو کر آئیں۔ تجھ سے رحمت کی بھیک مانگیں۔ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن ہم سے نہ چھوٹے۔ ان کی رحمت، شفقت اور شفاعت نصیب ہو، تیری مغفرت و رحمت نصیب ہو۔ "وَآخِرُ دَعْوَانَا ......"

Marfat.com

پارہ الۤمۤ سورۃ البقرہ
آیت نمبر ۳۶ تا ۳۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا
فِیْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ
وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ۝
فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ
اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ قُلْنَا اهْبِطُوْا
مِنْهَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى
فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ
یَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا
خٰلِدُوْنَ ۝

Marfat.com

ترجمہ:۔ توشیطان نے جنّت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کردیا، اور ہم نے فرمایا نیچے اُترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ ہم نے فرمایا تم سب جنّت سے اُتر جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کچھ اندیشہ نہ کچھ غم۔ اور وہ جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں گے، وہ دوزخ والے ہیں۔ ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کے لئے ہیں جس کی ذات پاک میں جلال و جمال کے کمالات ہیں۔ اور جس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس کا امر فرمالیتا ہے۔ وہ کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، تو بس وہ چیز یا وہ بات ہو جاتی ہے۔

اس نے اسی شانِ کُن سے تکمیلِ کائنات فرمائی عرش اور فرش بنائے، دوزخ بنایا اور جنّت بنائی۔ اور سب سے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بنایا، اپنے نُور سے۔ جس سے تمام مخلوقات، تمام کائنات کی تکمیل ہوئی۔

اے عزیزانِ محترم!

میں نے رمضان سے پہلے ۳۶ ویں آیت کی تفسیر بیان کی تھی۔ آج تسلسل اور ربط کی خاطر ۳۶ ویں آیت سے لے کے ۳۹ ویں آیت کی تلاوت کی ہے۔ اور اسی کی تفسیر بیان کر رہا ہوں۔

جیسا کہ اس سے پہلے ۳۶ ویں آیت میں یہ ہے کہ شیطان نے راندۂ درگاہ ہونے کے بعد آدم علیہ السلام سے بدلہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتانا تھا۔ اب چونکہ شیطان نے کینہ و غرور اپنے دل میں رکھا، سجدے کے حکم سے پہلے ہی اپنے

Marfat.com

نفس کی غلامی کی۔ نفس کے بہکانے کی وجہ سے بہک گیا اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی سے وہ راندۂ درگاہ ہوا۔ اب وہ قیامت تک ابنِ آدم سے بدلہ لیتا رہے گا۔ ان کو بہکانے کی کوشش کرے گا۔

چنانچہ اس وقت بھی جب آدم علیہ السلام سے یہ کہا گیا تھا کہ آپ اس درخت کے پاس نہ جائیں، اس کا پھل نہ کھائیں، تو شیطان نے ان کو بہکا دیا۔

اس سازش میں اس کے ساتھ مور اور سانپ دونوں تھے، مور ناچتا ہوا دروازے تک لایا۔ سانپ نے شیطان کے ساتھ تعاون کیا اور آدم علیہ السلام اور حوّا علیہا السلام نے وہ پھل کھا لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی۔ نتیجے میں ان کو اللہ تعالیٰ نے جنّت سے نکال دیا۔

فرشتوں میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف کچھ کر سکیں۔ جو ان کے فرائض ہیں، جو عبادات ہیں۔ جو تسبیح و تہلیل ہے، جو نظامِ کائنات میں ان کا کردار ہے، اس کو وہ ادا کرتے رہیں گے۔

تو آدم علیہ السلام کو حضرت حوّا کے ساتھ وہاں سے نکالا۔ جہاں آرام سے تھے۔ یہ آیت جو ہے ایک کے بعد دو دفعہ

Marfat.com

آئی ہے۔ ایک میں حکم ہے اور دوسری میں حکم کی اتباع ہے۔ ایک میں حکم ہے کہ تم سب اُترو۔ اور دوسرا آدم علیہ السلام کو ہے کہ میرا حکم ہو گیا ہے۔ اور دوسری دفعہ " اِهْبِطُوْا " آیا ہے جو صرف آدم علیہ السلام کے لئے آیا ہے۔ اس وقت ان کے ساتھ شیطان، حضرت حوّا علیہا السلام، سانپ اور مور سب نکلے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب آپس میں ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ مور اور سانپ کی دشمنی ہے، شیطان اور ابنِ آدم کی دشمنی ہے۔ سانپ اور ابنِ آدم کی دشمنی ہے۔ تو تم میں سے بعض ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے تو دنیا میں ایک خاص مدت تک تم لوگ رہو گے۔ اور پھر یہاں واپس آنا ہے۔

اب جو اگلی آیت ہے " فَتَلَقّٰیٓ اٰدَمُ ...... الرَّحِیْمُ " پہلی آیت میں تو خطا کا ذکر تھا، یہ دوسری آیت میں عطا کا ذکر ہے۔ خطا کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا کیا ردِّ عمل ہونا چاہیئے۔ یہ تعلیمات آدم علیہ السلام کو دی گئی ہیں۔ اور اس سے کیا انقلاب آجاتا ہے۔

توبہ جو ہے اللہ کی مخلوق کے لئے ابنِ آدم کے لئے کچھ اور ہے اور رب کے لئے کچھ اور ہے۔ توبہ انسان کو خطا

سے عطا کی طرف لے جاتی ہے۔ بغاوت سے اور گناہ سے اطاعت کی طرف لے جاتی ہے۔ توبہ کا مطلب ہے پلٹنا۔ اور توبہ عتاب سے مغفرت کی طرف، رحم کی طرف، سزا سے رحم کی طرف لے جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے توبہ کے بارے میں۔

اللہ تعالیٰ نے بعض خاص نعمتیں پیدا کی ہیں۔ مثلاً درود پاک ہے۔ وہ رب میں اور اس کے بندوں میں مشترکہ عمل ہے۔ اسی طرح سے توبہ بھی عبد اور معبود کے درمیان ایک مشترکہ عمل ہے۔ رب کریم کو بھی تو رب الرحیم کہا گیا ہے۔ کہ وہ اپنی طرف قبول کرنے والا، معاف کر کے اپنے ساتھ گلے لگانے والا۔ رحمت کے ساتھ توبہ بندے کو خطا سے عطا کی طرف لے جاتی ہے۔

اور رب کے لئے جب توبہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ رب کریم ذوالجلال والاکرام غیظ و غضب اور سزا سے مغفرت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ توبہ کیسے مانگی جاتی ہے۔ وہ وسیلے یاد دلائے اور وہ طریقے بتائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ الفاظ بتا دیئے،

Marfat.com

"فتلقیٰ آدم من ربہ کلمٰت" اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کلمات عطا فرمائے کہ کس طریقے سے وہ اپنی شرمندگی کا اظہار کریں، کس طرح رب کی طرف پلٹیں "لقیٰ" کا مطلب ہے ملنا یا جانا یا حاصل کرنا "فتلقیٰ" کا مطلب ہے کہ بس جب حکم ہوا نکل جانے کا تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم بھی فرمادیا۔ اس لئے کہ وہ اُس کے نبی تھے، اس لئے کہ اُن کی اولاد میں اللہ تعالیٰ کے محبوب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہونی تھی۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو خطا سے عطا کی طرف لے جانے کے لئے طور طریقے سکھا دیئے، وہ کلمات سکھا دیئے، وہ کلمات ان کو عطا فرمادیئے جس سے کہ وہ توبہ کرسکیں۔

روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام تین سو سال تک روتے رہے، اور یہ رونا جو تھا یہ صرف سزا کے لئے نہیں تھا، تکلیف کا نہیں تھا یا جنّت کا آرام چھوٹ جانے کا نہیں تھا۔ یہ اس لئے تھا کہ رب سے دُوری ہوگئی۔ اس لئے کہ ان سے ایسا عمل سرزد ہوگیا جس سے رب ناراض ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ ان کے اپنے بچھڑ گئے، حضرت حوّا علیہا السلام۔ وہ اتنا روئے اتنا روئے کہ آج تک کوئی اتنا رویا

Marfat.com

نہیں ہوگا۔ ایک تو ماشاءاللہ ان کی عمر بھی بہت زیادہ تھی ۔ تین سو سال تک روتے رہے ۔ تو جب رونے کی بات آئی، تو میں آپ کو بتادوں کہ پانچ آدمی، پانچ شخصیاتِ الٰہی ہیں جو بہت زیادہ روئی ہیں، وہ کس مقام پر۔ آدم علیہ السلام اپنی خطا پر بہت زیادہ روئے ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے بچھڑ جانے کے بعد بہت روئے ۔ اس لئے نہیں روئے کہ انہیں دیکھ نہیں سکتے تھے ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ کشف عطا فرمایا تھا کہ وہاں رہتے ہوئے بھی انہیں دیکھ سکتے تھے ۔ اسی لئے انہوں نے " فصبر جمیل " جب لڑکوں نے کہا کہ بھیڑیوں نے کھالیا تو انہوں نے فرمایا کہ " وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ " اللہ مدد کرنے والا ہے ۔" فصبر جمیل " صبر بڑی اچھی ہے ۔ تو وہ دیکھ سکتے تھے ان کو لیکن کس چیز کا قلق تھا، قلق اس بات کا تھا کہ وہ چہرۂ مبارک جو جمالِ یار کا عکس تھا، اللہ تعالیٰ کے جمال اور حسن کا عکس تھا۔ وہ چہرہ ان سے دور ہوگیا تھا، اس لئے وہ روتے تھے ۔ تو وہ فراق، وہ گریہ و زاری وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے گوشت و پوست سے فراق کی وجہ سے نہیں تھا۔ وہ گریہ و زاری عکسِ جمال یار کے دُور ہونے کی

Marfat.com

وجہ سے تھی۔

تیسرا خوفِ الٰہی میں رونے والوں میں سب سے زیادہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی۔ یحییٰ علیہ السلام صالحین اور اوابین میں سے ہیں۔

یاد رکھیں کہ خوفِ الٰہی اسی وقت ہوتا ہے جب قُربِ الٰہی ہوتا ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ جب دنیاوی بادشاہ سے اس کی قربت وصحبت ہوتی ہے تو انسان مطمئن ہو جاتا ہے، اسے کوئی غم نہیں ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ بڑے آرام سے ہے۔ لیکن جب انسان حاکمِ حقیقی، احکم الحاکمین کے قرب میں ہوتا ہے تو پھر اس میں اس کی ہیبت اور خوف طاری ہو جاتا ہے۔

اس کی شان، اس کی کبریائی، اس کی قہاری، اس کا رعب ان پہ ہوتا ہے۔ اس کی ہیبت طاری ہوتی ہے، اور اس بات کا غم ہوتا ہے کہ کہیں میں اپنے رب سے بچھڑ نہ جاؤں اپنی خطاؤں کی وجہ سے۔

چوتھا جنہوں نے سب سے زیادہ گریہ وزاری کی، ان تین پیغمبروں کے علاوہ وہ ہیں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور وہ سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے

Marfat.com

بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اتنا روئیں کہ آج تک کوئی نہ رویا ہوگا۔

اور پانچویں بزرگ جو سب سے زیادہ روئے وہ حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جو واقعہ کربلا کے بعد، جب سب کچھ ان کا لٹ گیا، سب اپنے بچھڑ گئے تو آپ بہت ہی روئے، آپ بیمار تھے اور بے بس تھے۔ یہ مثالیں درمیان میں برسبیلِ تذکرہ آگئیں۔

میں عرض کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے وہ کون سے الفاظ سکھائے جو حضرت آدم علیہ السلام تین سو سال تک گریہ وزاری کرتے رہے اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کس طرح توبہ کریں۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں نے یہ روایت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو انہوں نے عرش پہ دیکھا کہ سرِ عرش "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے ربِ کریم! یہ کون سی ہستی ہے جس کا نام تیرے نام کے ساتھ سرِ عرش لکھا ہوا ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ میرے محبوب ہیں۔ یہ تمہاری

Marfat.com

اولاد میں سے ہیں اور پیغمبر آخرالزماں ہیں۔ انہوں نے ان کا وہ مقامِ محبوبیت، وہ قربِ الٰہی دیکھا تو سوچا کوئی ایسی ویسی ہستی نہیں ہے جس کا نام نامی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہو اور عرش پہ لکھا ہوا ہو، وہ ان کو اس وقت یاد آگیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کا واسطہ دیا۔

اس طریقے سے آدم علیہ السلام کا یہ واقعہ اس بات کی سند ہوگئی کہ اللہ کے کسی پیارے کے واسطے سے دُعا مانگیں تو قبول ہو جاتی ہے۔ تو انہوں نے دعا مانگی کہ" اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنۡتَ اغۡفِرۡلِیۡ"

یہ بھی ایک روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سمیت ملائکہ کو اسماء الحسنیٰ سنائے تو حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ایک تعلق ہو گیا تھا ایک تو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نُور دیکھا، دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ عظمت عطا فرمائی کہ انہیں سجدہ کرایا۔ تیسرے یہ کہ انہوں نے دیکھا کہ علم حاصل ہوا ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کرکے، کہ اب علم و عرفان حاصل ہو سکتا ہے اسی وقت جب اللہ کے کسی نبی یا اللہ کے کسی ولی، جو ان کے

Marfat.com

وارث ہیں، ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کریں۔

ان سارے عوامل کی وجہ سے جبرائیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کے اضطراب کی یہ کیفیت دیکھی۔ اور ان کی گریہ وزاری دیکھی تو خود ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور انہوں نے انہیں یاد دلایا کہ اگر آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگیں تو وہ قبول ہو جائے گی۔ اور آپ کی مغفرت ہو جائے گی، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے حضرت آدم علیہ السلام کی شفاعت بھی فرمائی۔

چنانچہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دو طریقے سے واسطہ دیا۔ ایک تو فرمایا۔ اللھم انی اسئلك بحق محمد انت اغفرلی۔ اے رب کریم! میں آپ سے سوال کرتا ہوں بحقِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ مجھے بخش دیں۔

یاد رکھیں کہ رب کریم وہ بلند و بالا ہستی ہیں کہ اس پر کسی کا احسان نہیں، سب پر اس کا احسان ہے۔ چاہے وہ ان کے سب سے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں یا ہم جیسے گناہگار ہوں۔ حنّان اور منّان رب کی ذات ہے لہٰذا اس پر کسی کا حق نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ حق کسی کو عطا

Marfat.com

کردے۔ اور رب کریم نے یہ حق عطا فرمادیا ہے اپنی ذات سے اپنی کریمی سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو، نبیوں کو اور وارثانِ انبیاء علیہم السلام کو۔ اس وجہ سے انہوں نے بحقِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگی اللہ تعالیٰ سے۔

جس دوسرے طریقے سے انہوں نے واسطہ دیا اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ تھا، ''اللھم انی اسئلك بجاہ محمد عبدك وکرامہ علیك انت اغفرلی خطیئتی''۔ انہوں نے کہا کہ ''اے میرے رب! میں آپ سے سوال کرتا ہوں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاہ وحشم کے واسطے سے''۔

یعنی پہلے ان کی ذات کا واسطہ دیا، اب ان کے بلند درجات کا واسطہ دیا۔ اور کہا کہ وہ آپ کے عبد ہیں، اتنے پیارے بندے ہیں۔ ان کے مقامِ اعلیٰ، ان کا جاہ وحشم، اور ان کے رُتبے اور درجات کا واسطہ دیتے ہیں۔ اور جو آپ نے ان کو بزرگی عطا فرمائی ہے ہم آپ کو اس بزرگی کا واسطہ دیتے ہیں۔ تاکہ ہم نے جو خطا کی ہے، اس کو معاف کردیں۔ چنانچہ رب کریم کی رحمت جوش میں آئی۔ کسی خطار کارنے

ان کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واسطہ دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا واسطہ، ان کے جاہ وحشم و درجات کا واسطہ، ان کی کرامتوں کا واسطہ دیا تو رب کا دریائے رحمت جوش میں آگیا۔

تو اس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کو وہ طریقہ بتا دیا جس طرح رب سے معافی مانگتے ہیں۔

اگلی آیتوں میں ہے: " رَبَّنَا ظَلَمْنَا ..... خٰسِرِیْنَ "

" اے ہمارے رب! ہم نے (میں نے اور حوا نے) اپنی جانوں پر ظلم کر لیا۔ آپ سے دور ہونا، آپ کی بارگاہ میں خطاوار ہو جانا یہ تو اپنی جان پر ظلم ہے، اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا تو ہم تو گھاٹے والے ہی رہ جائیں گے۔"

لیکن وہ گھاٹے والے نہیں رہے۔ اس لئے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے سے ان کی شخصیت کے واسطے سے، ان کی ذات کے واسطے سے، ان کے جاہ و درجات کے واسطے سے۔ اور ان کی بزرگی اور کرامتوں کے واسطوں سے جب معافی مانگ لی، تو پھر عطائے ربی ہو گئی۔ اور ان کو معافی بھی مل گئی اور ان کے درجات بھی بڑھ گئے۔

جیسے میں نے عرض کیا تھا کہ توبہ بندے کو معصیت سے،

Marfat.com

اطاعت کی طرف اور سزا سے مغفرت کی طرف لے جاتی ہے۔

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات میدانِ عرفات میں حضرت حوّا علیہا السلام سے ہوئی۔ عربی میں کہتے ہیں نا "اَنْتَ عَارِفٌ" کیا تم جانتے ہو؟ تو عرفات اس میدان کا نام کیوں ہوا؟ اس لئے کہ پہلی دفعہ وہاں کسی انسان نے دوسرے انسان کو پہچانا۔

آدم علیہ السلام نے سوچا کہ یہ تو وہی ہے جنہیں ربّ کریم نے اپنے کرم سے مجھے عطا کیا تھا، ایک دوست اور رفیق کی حیثیت سے اور اللہ کی اطاعت اور بندگی کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اور رب کی مشیّت اور تکریم کے تقاضے پورے کرنے کے لئے۔

اے عزیزانِ محترم! یہی وہ میدان ہے جہاں پہلی دفعہ انسان ملے ایک دوسرے سے۔ اور جہاں ہر سال ملتے ہیں ایک دوسرے سے اسی رب کے واسطے۔ اور جہاں آخری وقت قیامت کے دن ملیں گے ایک دوسرے کے واسطے۔ یہی وہ جگہ ہے وہ پہچان کی جگہ ہے جہاں انسان اپنی حقیقت کو پہچانتا ہے، مومن ایک دوسرے کو پہچانتا ہے۔ مومن رب کو پہچانتا ہے اور رب کے سامنے سجدۂ شکر

Marfat.com

ادا کرتا ہے کہ یہ شکر کا مقام ہے، صبر کا مقام ہے، توبہ و استغفار کا مقام ہے اور معرفت کا مقام ہے۔

اے عزیزانِ محترم! حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی یومِ عاشورہ اور جمعہ کے دن، جس کی بڑی فضیلت ہے۔ میں آدم علیہ السلام کے حوالے سے جو تین دن کے روزے ہوتے ہیں ۱۱، ۱۲، ۱۳ کی فضیلت، گیارہویں شریف اور جمعہ و عاشورہ کی فضیلت بیان کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کی جو تمام رُوحانی نعمتیں بہ وسیلۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ان کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہے۔ دُنیا میں وہاں سے شروع ہوتی ہے۔ سب سے پہلے تو حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت عطا ہوئی، معافی ملی، توبہ قبول ہوئی جمعہ و عاشورہ کے دن۔ دوسرے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بھی جب کنارے لگی دُنیا میں تو وہ یوم عاشورہ تھا اور جمعہ کا دن تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ ہر جگہ مغفرت اللہ تعالیٰ کے عفو اور رحمت کا ذکر ہے۔ "رَبَّنَا ظَلَمْنَا ..... خٰسِرِیْنَ" اور پھر ایک اور دعا اسی طریقے سے معافی کے لئے ہوئی۔ بڑی تاریخی دعا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا

اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۚ

جب یہ دعا پڑھی گئی، یہ بھی رب نے انہیں سکھایا۔
جب یہ دعا پڑھی گئی تو یوم عاشور اور جمعہ کا دن تھا، جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر نکل آئے۔ یہ تیسری فضیلت ہے یوم عاشورہ کی۔ چوتھا جب یعقوب علیہ السلام دوسری دفعہ بچ گئے اور یوسف علیہ السلام نے پیغام بھیجا اور اپنے چھوٹے بھائی کو اپنے پاس روک لیا۔ اور اپنے والد کو اطلاع دی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کو ملنے آئے تو وہ بھی یوم عاشور تھا۔

اور پانچواں واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام کا ہے۔ کربلا کے شہدا کا دن ہے، یوم عاشور۔ یہ سب واقعات جب دسویں محرم کو ہوئے تو گیارہویں کو سب سکون کی نیند سوئے۔ امن اور سکون اور طمانیتِ قلب کے ساتھ اور اللہ کے شکر اور اس کی عبادت کے ساتھ،

چنانچہ تمام مومنین جو ہیں وہ اسی روایات کو قائم رکھتے ہوئے گیارہویں شریف کو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ وہابی لوگ اور حسابی لوگ ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ کیا بدعت ہو گئی، یہ بدعت تو پیغمبروں کی ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل

Marfat.com

کرنے کے بعد، اس کے فضل وکرم کے بعد، گیارہویں شب کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔ طمانیتِ قلب حاصل کی، عبادت کی اور آرام وچین سے سوئے۔ آدم علیہ السلام بھی گیارہویں کی شب کو آرام سے سوئے۔ اور پھر تین دن انہوں نے روزہ رکھا بطورِ شکرانہ کے۔

آدم علیہ السلام نے جب توبہ کے یہ الفاظ پڑھے کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا...... خٰسِرِیْنَ ہ بحقِ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اور جنّت سے جب دنیا میں آئے تو ان کے جسم مبارک سے جنّتی رنگ جو ہے وہ سلب ہوگیا تھا اور سارا جسم سیاہ ہوگیا تھا۔ چنانچہ جب انہوں نے یہ توبہ پڑھی۔ دعا کی قبولیت ہوئی تو روزانہ اس کو پڑھتے تھے۔ روز ان کا ایک تہائی حصّہ پر جنت کا رنگ واپس آتا، اس طرح وہ نورانی گورا رنگ ان کا واپس آ گیا۔

اسی طرح تین دن کے بعد یعنی دسویں، گیارہویں اور بارہویں کے بعد ان کو جنت کا رنگ واپس مل گیا۔ اور جب توبہ قبول ہوگئی اور قدرت کی طرف سے جنّت کا رنگ بھی عطا ہوگیا تو اس بات کی علامت کے طور پر اب تم ویسے ہی معصوم ہو قبول توبہ کے بعد اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت

کے بعد جیسا تم جنّت میں تھے، تو پھر انہیں حکم ہوا کہ چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھو۔

حضرت نوح علیہ السلام اور تمام اُمتوں پر یہ تیرہ، چودہ پندرہ کا روزہ فرض کیا تھا۔ اس کے بعد اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ اور وہ ہمارے لئے صرف سُنّت کی حیثیت سے رہ گیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ روزے رکھتے تھے، اپنے والد محترم حضرت آدم علیہ السلام کی اتباع میں۔ اور ان کی اتباع میں یہ ہمارے لئے سُنّت ہے۔

جب توبہ قبول ہوگئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تمام عالم میں جتنے جاندار تھے، جانور تھے، سب کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سب پر آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر بھیجا ہے تم ان کے پاس حاضر ہو جاؤ۔ چنانچہ تمام جانور حاضر ہو گئے، پانی کے جو جانور تھے انہوں نے پانی سے باہر نکل کر نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ جو خُشکی کے جانور تھے وہ ان کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ اور آدم علیہ السلام نے جو جانور ان کے قریب تھے ان کی پُشت پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

اگر اللہ کے محبوب کا دستِ شفقت کسی پر پڑ جائے تو کیا ہوتا ہے؟ اس میں سعادت، اس میں اِمن اور سُدھ

Marfat.com

جانے کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ آدم علیہ السلام نے جن جانوروں کی پُشت پر ہاتھ پھیرا وہ گھریلو جانور ہو گئے، وہ وحشی نہ رہے۔ آدم علیہ السلام کے دستِ شفقت سے ان کی وحشت ختم ہو گئی۔ گائے، بیل، گھوڑے، اونٹ، بکری، مرغی اور پرندے جو بھی تھے جن پر ان کا دستِ شفقت ہوا، ان کی وحشت دُور ہو گئی۔ وہ جن پر ان کا دستِ شفقت نہیں پڑا وہ جانور وحشی ہو گئے۔ جیسے شیر، بھیڑیا وغیرہ ہیں۔

وحشت اور سکون میں کیا فرق ہے؟ جن کے پاس طمانیتِ قلب ہے، ان کے سروں پر یقیناً کسی اللہ کے پیارے کا مُشفق ہاتھ ہے۔ اور جن کے سروں پر وہ مُشفق ہاتھ نہیں ہے وہ ان جانوروں کی طرح وحشی، آوارہ و پریشان رہتے ہیں۔ اسی لئے لوگ طلبِ الٰہی میں طالب بن کر اللہ کے پیاروں کے پاس آتے ہیں اور زانوئے ادب تہ کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کے دلوں سے وحشت دُور ہو جائے، انہیں سکون نصیب ہو جائے۔ اور انہیں امن و سکون کے ساتھ اپنے ماحول میں رہنے کی اور دوسروں کیلئے مغفرت بخش بن جانے کی سعادت نصیب ہو جائے۔

تو جناب! جب اتنا کچھ ہو گیا تو آدم علیہ السلام ہم سے

Marfat.com

غافل نہ ہوئے۔ وہ اپنی ذات تک محدود نہ رہے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش کا جو واقعہ ہے اس میں اتنے سبق ہیں، اتنی حکمتیں ہیں، کہ سورہ بقرہ کی ان چند آیات میں وہ اساس ہے سارے دین کی۔ سارے رویّوں کی۔ ساری ابدیت کی۔

اس وقت انہوں نے جب اللہ تعالیٰ کا کرم ہو رہا تھا تو اس کرم کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا۔ کوشش کی کہ اس کا فیض دوسروں تک پہنچے۔ انہوں نے فرمایا کہ اے ربِّ کریم! تُو نے مجھے تو معاف کر دیا، لیکن میری اولاد تو بہت کمزور ہے۔ شیطان ابلیس کا فریب بہت سخت ہے۔ اگر تیری مدد ان کے شاملِ حال نہ ہوئی اور تیرا کرم ان کے ساتھ نہیں ہوا، تو بھلا کیسے شیطان سے مقابلہ کریں گے۔ بھلا کیسے اس کے فریب سے بچیں گے۔

شیطان خود اپنے نفس کے فریب سے بہک گیا اور وہ پہچان گیا، وہ جان گیا کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے دُور ہو سکتا ہے، تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے، اس کے نفس کو بہکا دو اور نفس سے بغاوت کرا دو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے لئے الگ احکام ہیں اور ان کے لئے الگ احکام ہیں۔ یہ احکام بھیجے جائیں گے ان تک

Marfat.com

اور جب ان احکام کی، ان شریعتوں کی وہ پابندی کریں گے تو شیطان سے بچ جائیں گے، وہ متقی ہو جائیں گے۔ وہ میرے ہو جائیں گے۔ جو میرا ہو گیا اس کا شیطان کیا بگاڑے گا۔ اور جہاں تمہاری اولاد کی کمزوری کا تعلق ہے، تو ان کی کمزوری جتنی وسیع ہے اس سے کہیں زیادہ وسیع میری رحمت ہے، میری حفاظت ہے، میری نصرت ہے۔

تمہاری اولاد کے لئے یہ رعایت ہے۔ تو ان کے ساتھ یہ ہے کہ ہر ایک ابنِ آدم اور بنتِ حوّا کے لئے میں ایک فرشتہ مقرر کر دوں گا، جو ان کی حفاظت کرے گا، جو ان کو شیطان سے بچانے کی کوشش کرے گا۔ اور شیطان کے وسوسے سے بچائے گا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ میں ہر ایک کے لئے اس کی موت کے وقت تک توبہ کا دروازہ کھلا رکھوں گا۔ اگر اس سے بار بار خطا ہو گی، وہ بار بار مجھ سے رجوع کرے گا، تو میں بار بار رحم کروں گا، میں بار بار معافیاں دوں گا، میرے بندے کہیں گے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

جب بھی مجھ سے معافیاں مانگیں گے، میں انہیں

Marfat.com

معاف کر دیا کروں گا۔ اور ان کی لاچاری اور بے چارگی کا فائدہ
نہیں اٹھاؤں گا کہ اب وہ بستر مرگ پر ہیں۔

تو تمہیں اس قابل کر دوں گا کہ قیامت کے دن تمہیں
بقائے الٰہی نصیب ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ
کی اس وعید پر سجدۂ شکر ادا کیا۔ آدم علیہ السلام کی زبان حق
بات کے لئے چلتی تھی۔ آخر عمر میں جب ان کی چالیس ہزار
اولاد ہوگئی، وہ خاموش رہتے تھے، سوائے ذکر الٰہی کے۔ انہی
کی سُنّت میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ خلوت اختیار کر
لیتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ رب سے قرب میں
خوف آتا ہے۔ اور وہ خوف اس بات کی نشانی ہے کہ
رب کی رحمت آپ پر ہے، رب اپنی قربت سے آپ کو
نواز رہا ہے۔ بادشاہ کی قربت میں امن و سکون ہوتا ہے۔
اور بے فکری ہوتی ہے۔ انسان دنیا میں تو بے فکر ہوتا ہے،
لیکن آخرت کی فکر سے گریزاں رہتا ہے۔ یہ جو چند لمحوں چند
مہینوں کا دنیاوی سکون ہے، اس سے ہمیں آخرت کا سکون
نہیں حاصل ہو سکتا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ کتابوں میں تو جو لکھا ہوتا ہے

Marfat.com

وہ تو دس منٹ پانچ منٹ کی بات ہوتی ہے۔ لیکن یہ ہمارے مُرشد پاک شاہِ شاہاں شاہ عارف رحمتہ اللہ علیہ کا صدقہ ہے، ان کا خطاب ہی تصوف تھا۔ یا حضور شاہِ افضل سرکار کا صدقہ ہے کہ جب ایک دفعہ اللہ کا کلام شروع کرتے ہیں تو ایسے نکتے، ایسی چیزیں ذہن میں آنی شروع ہو جاتی ہیں کہ ایک سے دو نکتے نکلتے رہتے ہیں۔

کلام پاک میں دو سُورتیں بہت اہم ہیں۔ ایک سورۃ فاتحہ ایک سورۃ بقرہ۔ زندگی کے ہر شعبے کا ایک آئین ہوتا ہے۔ یہ آئین چاہے مملکت کا ہو، کاروباری آئین ہو، سیاسی آئین ہو یا روحانی آئین ہو۔ اس کا ایک دیباچہ ہوتا ہے، جس میں اس کا لب لباب ہوتا ہے کہ اس میں کیا کیا مضامین ہیں یہ ایسا ہی ہے، جیسے دریا کو کوزہ میں بند کرنا۔ یعنی اس میں کیا چیزیں ہیں، اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

اور دوسرا یہ پوری کتاب پورا آئین پڑھنے سے پہلے یعنی کیا کیا اصول ہیں۔ اور اس کے بعد اس کے ہر مسئلے پر چاہے وہ نظامِ قانون ہو یا نظامِ حکومت ہو یا نظامِ انتخاب ہو، یا نظامِ رابطہ ہو ان کی تفصیل ہے۔

اسی طرح سے کلام پاک میں سورہ فاتحہ اس کا دیباچہ ہے۔

Marfat.com

اور سورہ بقرہ پورے کلام پاک کی ایگزیکٹو سمری ہے۔ اس میں توبہ و مغفرت کی بنیاد اور اساس اور اس کی رُوح، اس کے اندر آپ کے فرائض کا ذکر، اس کے اندر راہِ ہدایت کا ذکر، اس کے اندر ان اصولوں کا بیان جس سے انسان میں تفریق ہو، کافر و مومن کی۔ جس میں تفریق ہو صادق اور امین کی۔ وہ سارے اصول جس میں تفریق ہو، جس میں ان اصولوں کا خلاصہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے کیسا رشتہ رکھیں، معاشرے سے کیسا رشتہ رکھیں۔

ہم دھیرے دھیرے جُوں جُوں آگے بڑھیں گے، اس کے بنیادی اصولوں پر بات کریں گے۔ بس تھوڑا سا وقت زیادہ لے رہا ہوں۔ جب ہم سورہ بقرہ کو اس طرح پڑھ لیں گے تو اس کے بعد ہمیں بقیہ کلام پاک کی تفہیم میں بڑی آسانی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سینوں کو کُشادہ فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمارا انشراحِ صدر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک کے انوار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار اپنی ذات و جمال کے انوار ہمارے قلوب کو عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں اطاعت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شریعتِ محمدی کی اتباع نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

پارہ الۤـمۤ سورہ البقرہ
آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہِ

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیۡهِ ؕ
اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ۝ قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِیۡعًا ۚ
فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّكُمۡ مِّنِّیۡ هُدًی فَمَنۡ تَبِعَ هُدَایَ
فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝ وَالَّذِیۡنَ
كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ
هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡكُرُوۡا
نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ
اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ وَاِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ ۝

۵

Marfat.com

ترجمہ : پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اُتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اُسے نہ کچھ اندیشہ نہ کچھ غم اور وہ جو کفر کریں گے اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں۔ ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔ اے یعقوب کی اولاد یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

عزیزانِ محترم! میں نے ابھی ۳۷ ویں آیت سے لے کر ۴۰ ویں آیت تک ..... کی تلاوت کی ہے۔ پچھلی مجلس میں ۳۷ ویں آیت کی تفسیر انتہائی تفصیل کے ساتھ بیان کی تھی۔ جو اللہ کے محبوب ہوتے ہیں، وہ خطا کے بعد ہمیشہ کے لئے خاطی نہیں ہوتے، راندۂ درگاہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کی ہدایت فرماتا ہے۔ اور انہیں توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

Marfat.com

اور توبہ کے بعد وہ پھر اللہ کے محبوب بن جاتے ہیں، پھر اس سے قریب ہو جاتے ہیں اور وہی توبہ کی توفیق دینے والا ہے۔ وہی توبہ کے طریقے بتانے والا ہے۔ اور وہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ میری اولاد بہت کمزور ہے اور ابلیس کا فریب بہت سخت ہے۔ اگر تیری مدد نہیں ہو تو کیسے مقابلہ کریں گے۔ کیسے بچیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے لئے الگ اور ان کے لئے الگ احکام ہوں گے۔ ان کے لئے تو حکم یہ تھا کہ توبہ کرو اور توبہ کے کلمات سکھا دیئے، ان کی نبوت بھی قائم رہی، ان کی محبوبیت بھی قائم رہی۔

جو بنی آدم ہیں ان کے لئے الگ احکام ہوں گے شریعت ہوگی اور ساتھ ساتھ انہیں ایک اور انعام بھی ملے گا۔ وہ یہ کہ ہر ایک کے ساتھ ایک فرشتہ ہوگا۔ جو انہیں شیطان کے وسوسے سے بچائے گا۔ اس فرشتے کے مشورے کو ہم ضمیر کہتے ہیں۔ اور اسی سے ہمارا قلب بیدار ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے محبوبین کی اطاعت میں رہتا ہے، ان کی محبت میں رہتا ہے۔ اس طرح شیطان

Marfat.com

کے وسوسے اور فساد اور فتنے سے بچاتا ہے۔ دوسری نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عطا ہوئی تھی کہ مرنے کے وقت تک توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔

اے عزیزانِ محترم! اب اس کے بعد دنیا کے احکام۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قُلْنَا ..... یَحْزَنُوْنَ o" دیکھیں "اِھْبِطُوْا" پہلے بھی ہے۔ جب شیطان نے انہیں بہکایا تو اس وقت بطورِ علم کے تھا کہ اب تمہارا یہاں رہنے کا وقت ختم ہو گیا۔ فازلھا .... ولکم۔ وہاں تو سب کو حکم ہو گیا، یعنی حضرت آدم کو، حضرت حوّا کو، سانپ کو، مور کو کہ تم سب دنیا میں اُتر جاؤ۔ وہ حکم تعمیل کے لئے تھا، اس لئے اُترے۔ فرمایا کہ اب تمہیں یہیں زمین پر رہنا ہے۔ یہ عمل کے لئے حکم تھا۔ ایک کے بعد دوسری بار اُترا ہے۔ کہ ہم نے کہا کہ تم اُترو، اب تم بس اُتر جاؤ، دُنیا میں رہو۔ تمہاری توبہ تو قبول ہو گئی۔ اب تمہاری اولاد کے لئے نسخہ کیمیاء ہے اور وہ یہ ہے کہ "فَاِمَّا ... ھدًی" پس اب جب بھی تم کو ہماری طرف سے ہدایت کی خبر پہنچے تو تم اس کی اتباع کرنا، اس کی اطاعت کرنا۔ "فَمَنْ تَبِعَ ..... یَحْزَنُوْنَ o"

اور جو اس ہدایت کی اتباع کرے گا، اطاعت کرے گا،

Marfat.com

اس کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی غم ہوگا، نہ ہی کوئی بوجھ ہوگا۔ تمہیں آزادی حاصل ہوگی۔ تم حریر ہوگے، آزاد ہوگے، اگر غم و خوف سے تم میری ہدایت پر عمل کرتے رہو گے (کیونکہ) میرا ہی بتایا ہوا راستہ سچا ہے۔

اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے " یَأۡتِیَنَّکُم مِّنِّی هُدًی" جو فرمانِ الٰہی ہے وہی ہدایت ہے۔ جو ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہی اصل ہدایت ہے۔ شیطان کی طرف سے کوئی ہدایت ہوجائے، نفس کی طرف سے کوئی ہدایت ہوجائے تو وہ ہدایت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ہدایت کے بارے میں فرمایا ہے" قل ان هدی الله هو الهدی"

اے میرے پیارے نبی تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آتی ہے وہی ہدایت ہے۔ وہی قابلِ اتباع ہے، وہی قابلِ اطاعت ہے۔ جو غیر اللہ کی طرف سے ہدایت آئے وہ ہدایت نہیں ہے۔

خوف دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اطاعت والا خوف ہوتا ہے۔ اللہ کا ڈر، جہنم کا ڈر، قیامت کا ڈر، حساب کتاب کا ڈر، شریعت پر عمل نہ کرنے کا ڈر۔ کہ کہیں خطا نہ ہوگئی ہو۔ اس خوف سے اس ڈر سے روح کی بالیدگی ہوتی ہے اور قرب

Marfat.com

الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ دوسری قسم کے وہ خوف ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ سے نہ ہو۔ اس سے انسان کی اللہ تعالیٰ سے دُوری ہوتی ہے۔ مثلاً سردی کے ڈر کی وجہ سے وضو نہیں کیا۔ سردی کی وجہ سے لحاف میں دُبکے رہے اور فجر کی نماز نہیں پڑھی اور بھوک کے ڈر سے روزہ نہ رکھا۔ تو وہ ڈر جس کا حوالہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے نہیں ہے۔ اس خوف سے انسان اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ تمام ڈر اور خوف جو معبود اور عبد کے حوالے سے ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ تم سب جاؤ دُنیا میں۔ تم میں سے کچھ یہاں لوٹ کر آئیں گے، وہ کون لوگ آئیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو بے خوف وخطر آئیں گے جنّت میں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ لیکن جو لوگ میری ہدایت کے لئے باغی ہو گئے، ان کے لئے مصیبت ہے۔ ان کے لئے خوف ہے، ان کے لئے غم ہے کہ کل میرا کیا حشر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے مستقل ٹھہرنے کی جگہ دو ہی بتائی ہیں ــ "خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ہ" ایک تو "جَنّٰتٍ تَجْرِیْ" میں اور ایک دوزخ یا جہنم میں۔ درمیان جو چیز ہے اسے عالم

برزخ یا عالم اعراف کہتے ہیں۔ لیکن یہ عارضی جگہیں ہیں۔ مستقل جگہ جنت اور دوزخ ہیں۔ اور ان لوگوں کے لئے وعید ہے خوشی کی، بے خوف و خطر حیات دنیاوی اور حیات دنیوی کی، جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کیا۔

اس آیت کے کچھ فائدے ہیں یعنی یہ کہ کہہ دیا "قُلْنَا اهْبِطُوا جَمِيعًا .... هُدًى" تو اس کا مطلب ہے کہ دنیا میں جب ہمیں بھیجا گیا ہے تو انسان کو ایک کام کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جاؤ لیکن وہاں میری ہدایت کی اتباع کرو۔ تو ہمارا دنیا میں ورود کا مقصد اگر اطاعتِ الٰہی ہے تو اس دنیا میں آنے کا اور اس میں رہنے کا مقصد پورا ہوا۔ اور اگر اطاعتِ الٰہی نہیں ہے تو مقصد پورا نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ کہ جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ ہدایت وہی ہے جو رب کی طرف سے ہے۔ " قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى" اور یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے کہا " يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى" جو میری طرف سے ہدایت ہے۔

ایک ہدایت فطری ہوتی ہے، ایک ہدایت عقلی ہوتی ہے اور ایک ہدایت شرعی ہوتی ہے۔ جیسے میں نے پہلے ایک دفعہ عرض کیا تھا کہ ہدایت کا لفظ سورہ فاتحہ میں ہے شروع

Marfat.com

میں استعمال ہوگیا۔ پھر ہدایت کا لفظ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی پہلی آیت میں استعمال کیا۔ اور یہاں پھر آدم علیہ السلام کے قصّے کے حوالے سے استعمال ہوا۔ تو ہدایت کیا ہے؟ ہدایت انسانی شعور کی معراج ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا، ہدایت، ہدایتِ فطری ہے، ہدایتِ عقلی ہے، اور ہدایتِ شرعی ہے۔ ہدایت کے چار مدارج ہیں۔ ایک فطری یا جبلّی۔ بچّہ جب پیدا ہوتا ہے تو اسے پہلے سے یہ علم ہوتا ہے کہ وہ اپنی غذا اپنی ماں سے حاصل کرنے کے لئے عمل کرتا ہے۔ وہ روتا ہے، ماں سمجھ جاتی ہے اور اس کی غذا اس کو مل جاتی ہے۔ اور خود بخود اپنی غذا کی طرف جاتا ہے۔ اس کو کسی نے پہلے سے سکھایا نہیں ہوتا کہ کس طرح سے وہ شیرِ مادر غذا حاصل کرے۔ لیکن اس کا وجود حاصل کر لیتا ہے۔ یہ ہدایتِ جبلی ہے فطری ہے۔

پھر انسان کے حواسِ خمسہ نشو و نما ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ یعنی سونگھنے کی طاقت، دیکھنے کی طاقت، سُننے کی طاقت، محسوس کرنے کی طاقت۔ وہ اپنے اعمال میں اپنے فیصلوں میں ان سے ہدایت حاصل کرتا ہے، آگ سے ہاتھ جلتا ہے۔ وہ ہاتھ نہیں ڈالتا۔ برف کو سینے پر رکھ کر سوتا

Marfat.com

نہیں ہے، اس لئے کہ ٹھنڈک ہے۔ تعفّن کی طرف وہ نہیں جاتا۔ اس لئے کہ اس کا احساس ہو جاتا ہے۔

انسان کے حواسِ خمسہ جو ہیں وہ اس کی مدد کرتے ہیں آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ شیر آ رہا ہے تو راستے سے ہٹ جاتا ہے۔ کوئی خوبصورت بلّی آ رہی ہوتی ہے تو بچّہ اس کی طرف دیکھتا ہے۔

انسان کے حواسِ خمسہ ہدایتِ فطری کا دوسرا حصّہ ہیں۔ شعور کے دو درجے ہیں، جو ہدایتِ فطری میں آتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ذہن عطا کیا ہے۔ اس ذہن کو استعمال کرتا ہے۔ اپنے علم کے اور دوسروں کے علم کی روشنی میں۔

علم کیا ہے؟ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے تجربات اور حادثات و واقعات ہوئے ہیں، ان سب سے جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے، جو کلیہ بنا ہے، جو اصول بنائے گئے ہیں، ان اصولوں کا مجموعہ علم ہے۔ تو وہ ماضی کے تجربات اور ان سے اخذ کئے ہوئے اصولوں کی بنیاد پر اور اپنی عقل و فراست کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے۔ یہ ہدایت کا درجہ ہے، یعنی ہدایتِ عقلی۔ تو نہ تو ہدایتِ جبلّی سے، نہ شعورِ جبلّی سے، نہ شعورِ حواس سے، نہ شعورِ علم و عقل سے، نہ ہدایتِ فطری سے، نہ ہدایتِ علمی سے، یعنی کسی میں بھی نجاتِ نسخۂ کیمیا نہیں ہے۔ نجات کے

Marfat.com

حصول کی وعید نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو ابلیس کے پاس علم بھی اتنا تھا کہ وہ معلم الملکوت تھا۔ اس کے حواس بھی بہت پختہ تھے، لیکن وہ مارا گیا، کیوں مارا گیا؟ اس لئے کہ اس کے پاس ہدایتِ شرعی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی ہوئی ہدایت نہیں تھی۔ اس کی اتباع نہیں تھی۔ اس وجہ سے وہ شکار ہوگیا۔ اس کی عقل اور تجربات کے باوجود نفس نے بہکایا۔ اور اس سے حسد کا گناہ سرزد ہوا، اس نے آدم علیہ السلام سے حسد کیا۔ کہ خلافت کا حقدار تو میں تھا۔ اپنے علم اور اپنی عقل کے بل بوتے پر، یہ مٹی کا پُتلا کہاں سے آگیا دعوے دار بن کر۔ وہ بھول گیا کہ یہ دعوے دار نہیں ہے، یہ تو حاصل کرنے والا ہے۔ حاصل کنندہ ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی عنایت کا ایڈریس ہے۔ تو وہ رُک گیا۔ تو معلوم ہوا کہ انسان کی نجات کی بنیاد اور اساس ہدایتِ شرعی پر ہے۔

اگر ہدایتِ شرعی ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اتباع ہوگی۔ اور ہدایتِ شرعی کی بہترین مثال کیا ہے؛ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیّبہ ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ انسان کے وجود میں، روحانی اعتبار سے چار اجزاء ہیں، چار عناصر ہیں۔ ایک اس کا جسم ہے، ایک اس کا

Marfat.com

قلب ہے۔ ایک اس کی رُوح ہے، ایک اس کا سِرّ ہے یعنی رازِ ہستی۔ ایک وجودِ خاکی ایک قلب ہے۔ ایک روح ہے اور ایک سِرّ ہے۔

دین کی تمام اشکال اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی تمام اشکال عام درجات ان چاروں میں مضمر ہیں اور ان کی بہترین مثال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم کا جو حال تھا، کس طرح سے وہ عبادت کرتے تھے؟ کس طرح سے روزے رکھتے تھے؟ کس طرح سے اپنے ہاتھ سے خیرات بانٹتے تھے، زکوٰۃ بانٹتے تھے؟ کس طرح سے اپنی حرکات وسکنات سے حج کرتے تھے، کس طریقے سے آپ کی زبان سے حسنِ اخلاق کی ادائیگی ہوتی تھی۔ کس طرح سے اپنے دماغ سے ذاتِ الٰہی میں تفکر فرماتے تھے۔

یہ تمام چیزیں جو ہیں یہ شریعت ہیں۔ ان کے جسم کا حال جو ہے وہ شریعت ہے۔ اور جس طرح سے دل ان کا رب کی یاد میں مستغرق ہوتا تھا، اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتا تھا۔ اور جس طرح سے دل ان کو ذاتِ الٰہی میں فنا کرکے اپنے وجود کو رب کے وجود سے ملا دیتا تھا۔ اس کا نام طریقت ہے۔ ان کے جسم کا حال شریعت، ان کے دل کا حال طریقت۔ اور رُوح جس

عالم میں ہوتی تھی ان کی پاکیزگی اور صفائی اور نُور کی حالت میں کہ وہ اپنے اصل کے وصل کے لئے ہمیشہ تیار رہتی تھی ۔ تو اس کا نام حقیقت ہے ۔ ان کا اپنا راز ہستی رازِ الٰہی کا علم تھا۔ یعنی سِرّ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال کا نام معرفت ہے ۔

تو آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کریں گے تو شریعت حاصل ہو گی ۔ ان کے جسم کی اتباع آپ کا جسم کرے گا ۔ ان کے قلب کی اتباع آپ کا قلب کرے گا تو اس سے طریقت حاصل ہو گی ۔ ان کی رُوح کی اتباع آپ کی رُوح کرے گی تو حقیقت حاصل ہو گی ۔ اور ان کے سِرّ کی اتباع آپ کا سِرّ کرے گا تو آپ کو معرفتِ الٰہی حاصل ہو گی ۔ تو اپنا سب یعنی اپنا جسمانی، قلبی، روحانی اور سِرّی وجود کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ وآلہ وسلم کے جسمانی، قلبی، رُوحانی اور سِرّی وجود کے تابع کر دینے کا نام ہی شریعت، حقیقت طریقت اور معرفت ہے ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ خوف سے اور غم سے آزاد ہوں گے ۔ نہ ان کو آنے والے دن کا خوف رہے گا، نہ دنیا میں جو وقت گزر چکا ہے اس کا کوئی غم ہو گا۔ اس لئے کہ میری ہدایت کامیابی کا وسیلہ ہے ” فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ؐ “
پھر اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے ۔

Marfat.com

ایک صاحبانِ ایمان، اور ایک صاحبانِ کُفران۔ تو صاحبانِ ایمان کا حال تو یہ ہے کہ " فَاَمَّا.... یَحۡزَنُوۡنَ " اور دوسرا ہے ۔ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا .... خٰلِدُوۡنَ ٥" جنت والے ہمیشہ جنّت میں رہیں گے اور دوزخ والے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ جن لوگوں نے جو منکر ہوئے اور ہماری نشانیاں جھٹلائیں۔ بے شک وہ دوزخ کے لوگ ہیں اور اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ جس نے میری، میرے وجود کا میری آیات کا، میرے فرمان کا، میری کتابوں کا، میری عطا کی ہوئی شریعتوں کا، میرے بھیجے ہوئے پیغمبروں کا اور میرے پیغمبروں کے وارثان اولیاء اللہ کا، جس نے میرے محبوب کی عظمت کا انکار کیا۔ جس نے میری نشانیاں، میری نعمتیں، میری ہدایتوں کو جھٹلایا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہوگا۔ کافر ہمیشہ دوزخ اور مومن ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ اس لئے کہ اگر اس سے خطا بھی ہوئی ہو تو اسے معافی کے بعد جنت میں آنا ہے۔ شرط یہ ہے کہ جب دین اس تک پہنچا ہو۔ تو اس نے مجھے جھٹلایا نہ ہو بلکہ ایمان باللہ و بالرسول لایا ہو۔ جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا وہ مومن، جس کا خاتمہ کفر پر ہوا وہ کافر۔

لیکن اگر کسی تک اسلام نہیں پہنچا۔ اس کے لئے توحید ہی

Marfat.com

ایمان کے لئے کافی ہے۔ اور یہی دلیل ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین ماجدین کریمین جو تھے وہ صاحبانِ ایمان تھے۔ حضرت ادران کے تمام بزرگان جو تھے وہ صاحبانِ ایمان تھے۔ اس لئے کہ ان کی زندگی میں اسلام نہیں پہنچا تھا۔ اور وہ دینِ ابراہیم پر تھے، توحید پرست تھے، اللہ پر ایمان رکھتے تھے، بُت پرستی نہیں کرتے تھے۔ بُت، خانہ کعبہ میں کافروں نے رکھے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بُزرگوں نے نہیں رکھے تھے۔

اب جب ہم نے یہ کہہ دیا کہ انسان یا تو مومن ہوتا ہے یا کافر ہوتا ہے، اور بیچ کی کوئی بات نہیں ہوتی تو سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ منافقین کیا ہیں؟ اگر آپ کسی ایک چیز کو بھی جھٹلا دیں تو انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ .... بِمُؤْمِنِيْنَ" کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور آخرت پر ایمان لاتا ہوں لیکن وہ مومن نہیں ہیں۔ کیوں؟ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے۔

تو اگر کسی ایک چیز پر ہمارے آج کل کے جو ماڈرن لوگ ہیں۔ اللہ رسول، شریعت روزہ نماز سب کرتے ہیں۔ بعض

Marfat.com

دفعہ جنّت و دوزخ اور آخرت کے متعلق بھی بحث کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس میں شک و شبہ لاتے ہیں۔ بس پھر ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے کہ سب چیزوں پر ایمان لائے اور ایک پر یعنی دوزخ پر ایمان نہ لائے۔ اس طرح آپ کا سارے کلام پاک پر ایمان واثق ہے، لیکن ایک آیت کو آپ نے جھٹلا دیا، ایک آیت پر ایمان نہیں لائے تو ایمان ساقط ہو گیا۔ تو ایمان ایک کلیّت ہے، ایک منضبط مسلمہ ہے۔ اس میں سے کسی ایک جُز کو آپ نکال نہیں سکتے۔ سارے اجزاء پر ایمان لانا بہت ضروری ہے۔

مسلمانوں کے بچّے مومن اس لئے ہوتے ہیں کہ جب وہ پیدا ہوتے ہیں تو توحید سُنتے ہیں: "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله"۔ اور کافر کے بچّے پیدا ہونے کے بعد کُفر سُنتے سُنتے کافر ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ سنِ بلوغ کو پہنچ کر اپنے عمل سے ایمان قبول کریں تو وہ پھر مومن ہیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ دوزخ اور جنت کے علاوہ اور کوئی دائمی جگہ نہیں ہے۔ زبان کا چاہے انکار ہو یا چاہے دل کا انکار ہو، ان دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ دونوں ہی کفر ہیں۔ دونوں ہی بغاوت ہیں۔ اور دونوں کی جگہ جہنم ہے۔ اس لئے

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی شک وشبہ کی بات رکھی ہی نہیں ۔" وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا " جنہوں نے انکار کیا دل سے اور جھٹلایا۔ آپ نے انکار کردیا، دل سے یا زبان سے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بغاوت ہوگی۔ اور ہمیشہ کے لئے دوزخ جگہ ہوگئی۔

ایک آیت کا منکر ہو، چاہے کسی ایک رسول کا منکر ہو، یا قیامت کا منکر ہو، کفر سرزد ہوگیا۔ چنانچہ بنی اسرائیل جو سارے انبیاء کو مانتے تھے۔ جب انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانا تو وہ کافر ہوگئے۔ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ جب تک اسلام نہیں پہنچتا اس وقت تک توحید ہی ایمان کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبین کو اپنے انبیاء کو، کافروں اور مومنین تک پہنچوادیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں سے تمام مومنین اور کافروں کو دیکھا۔ جو مومنین تھے ان کی روحیں سفید تھیں اور جو کافر تھے ان کی روحیں سیاہ، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بھی اپنی حیاتِ طیبہ میں صحابہ کرام کو کفار اور مومنین کی فہرست دکھائی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ان دو آیات میں جو ایک اوپر ایک نیچے ہے مومنین کے انعام کا ذکر کیا کہ "وَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ"

Marfat.com

واپس جنّت میں آنا ہے، نڈر، بے خوف ہوکر۔ اور کافر کا فرق بتادیا کہ اس کا کیا حشر ہے۔" اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ھُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ہ" تو رب نے یہ فرما دیا کہ جو ہماری ہدایت کو دل سے مانے گا۔ اور ہماری کسی نشانی یا کتاب یا پیغمبر یا دینی چیز کا زبان سے انکار کرے گا، یا اس پر غور و تفکر سے انکار کرے گا، بلکہ دنیا میں صرف جانوروں کی طرح سے رہے گا۔ کھانے پینے کے لئے دنیا کے مزے اُڑانے کے لئے۔ اصل مقصد جب سمجھے گا تو ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلے گا اور جسے اپنا لوحِ میثاق یاد ہوگا، جسے آدم علیہ السلام کا عہد یاد ہوگا اور جسے پچھلے پیغمبروں کی پیش گوئیاں یاد ہوں گی، وہ تو ایمان پر رہے گا اور جو فراموش کردے گا وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلے گا۔ کفر اور ایمان کے درمیان کوئی تیسرا راستہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کو انہی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ کیا آنکھ والے اور اندھے برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا سُننے والے اور بہرے برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا بولنے والے اور گونگے برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا اُجالا اور اندھیرا برابر ہو سکتا ہے؟ کیا سردی اور گرمی برابر ہو سکتی ہے؟ اگر نہیں ہو سکتی تو کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

یہ سورہ ۳۹ آیات تک آدم علیہ السلام کا سارا قصہ ہے کہ کس طرح ان کو پیدا کیا، کس طرح سجدہ کرایا، کس طرح شیطان نے بہکایا۔ اور کس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں اُتارا۔ کس طرح سے ان کی توبہ ان کو سکھائی، کیسے ان کو توبہ کرائی۔ کیسے توبہ قبول ہوئی، ان کی تسلی کے لئے کیا کہا؛ ان کی آل و اولاد کے لئے کیا کہا؟ ان سب کے فائدے کیا ہیں؛ کلامِ پاک تو ہمارے لئے ایک شریعت ہے۔ ایک آئینہ حیات ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ایک قصّہ پارینہ کا ذکر کیوں کر دیا۔ وہ بھی اتنی اہم جگہ یعنی کلامِ پاک کے شروع ہی میں۔ اس کا کوئی جواب ضرور ہوگا۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ آپ کو بتاؤں۔

اس سے کچھ اصول اخذ کئے گئے ہیں، جو زندگی میں ہماری رہنمائی کریں گے۔ پہلا اصول یہ ہوا کہ انسان کو بہکانے والا شیطان ہے۔ جب انسان بہک جائے تو سمجھ لیں کہ وہ شیطان کے تسلط میں آگیا ہے۔ اس وقت اپنے کفر اور بزعم خود بغاوت پر شیخی کرنا کوئی بہادری کا کام نہیں ہے۔ اس وقت وہ مغلوب ہو چکا ہے، شیطان اس پر غالب ہے۔ وہ کسی کمتر اور ذلیل کا محکوم ہو چکا ہے۔ کسی راندۂ درگاہ کا محکوم

Marfat.com

ہو چکا ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ نفس کی چالبازی سے ہوشیار رہو۔ اس لئے کہ شیطان کو بہکانے والا اس کا نفس ہے۔ نفس کی چالاکیوں اور چالبازیوں سے محفوظ رہو۔ معلم الملکوت جس کے پاس اتنا علم تھا، وہ بھی نفس کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس سے محفوظ رہنے کا خیال رکھو۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ ڈگمگا جاتے ہیں نفس کے حملے سے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ سب سے پہلا گناہ جو انسان کا تھا وہ کسی مخلوق کا حسد تھا۔ شیطان سے گناہ سرزد ہوا، اس کے حسد کی وجہ سے تھا۔ حاسد دنیا کی ہر نعمت سے محروم ہے۔ نہ اس کو ہدایت ملے گی نہ اس کو غم اور خوف سے نجات ملے گی اور نہ قرب الٰہی ملے گا۔ شیطان کو اس کے حسد نے بہکایا۔ آدم علیہ السلام سے اس نے حسد کیا۔ اسی لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مشورہ دیا کہ اے پیارے محبوب تم حسد سے میری پناہ مانگو۔ جیسا کہ سورہ فلق میں ہے "وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ"

چوتھا اصول یہ ملا کہ جہاں شیطان کی براہِ راست دسترس نہیں ہوتی، وہ اپنا کوئی وسیلہ ڈھونڈتا ہے آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام کے لئے مور اور سانپ کو اپنا وسیلہ بنایا۔ تو اگر بظاہر

Marfat.com

شیطان پسِ پردہ ہو اور کوئی عامل آپ کو غلط کام کے لیئے بہکا رہا ہو، تو آپ سمجھیں کہ دراصل شیطان ہی مجھ کو بہکا رہا ہے۔ کوئی ایسی ہستی جو آپ کو بظاہر بزرگ نظر آئے اور کہے کہ تم پر نماز معاف ہوگئی تو آپ سمجھ لیں کہ شیطان بہکا رہا ہے۔ یعنی اس ہستی کے پسِ پردہ شیطان ہے۔ جو کسی چیز کو وسیلہ بنا رہا ہے۔

حضرت پیرانِ پیر دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی شاہ بغداد رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے ایک نورانی ہیولہ سا ظاہر ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ کسی بہت بڑے بزرگ کی نورانی شکل ہے اور اس نے حضرت پیرانِ پیر دستگیر شاہِ جیلان غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ سے کہا "اے عبدالقادر! میں نے تیری عبادت قبول کرلی ہے اور تجھے اب تمام عبادات سے آزاد کردیا۔ اس نے غوث پاک کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت دی۔ رب کی طرف سے محبوب کے لئے ہدایت تھی۔ ان کا خطاب ہی تھا۔ لیکن محبوب سبحانی، محبوب ربانی نے لاحول پڑھ دیا۔ دفعتاً وہ شیطان پردے سے نکل آیا۔ اس نے وہ وسیلہ چھوڑ دیا۔ جھوٹے نور کا وسیلہ چھوڑ دیا اور کہا:

"اے عبدالقادر! تو اپنے علم کی وجہ سے بچ گیا" لیکن ہدایت ان کے ساتھ تھی، انہوں نے کہا میرے رب نے مجھے

Marfat.com

بچایا۔ تیرا علم تجھے نہیں بچا سکا، تو میرا علم مجھے کیسے بچا سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ میرے رب کی طرف سے ہدایت تھی جس نے مجھے بچایا ہے۔ تو شیطان کو بھی پہچانیں اور شیطان کے بہروپ کو بھی پہچاننے کی کوشش کریں اور اس کا معیار یہ رکھیں کہ آیا کسی کا حکم، کسی کی عطا یا کسی کا مشورہ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق ہے کہ نہیں۔ اگر اس کے مطابق ہے تو اس پر عمل کریں، نہیں ہے تو نہ کریں۔

کوئی بہت زیادہ توحید پرست جیسے محمد ابن وہاب ہے۔ یا ابنِ تیمیہ ہے جس نے کتاب التوحید لکھی ہے۔ وہ شانِ مصطفائی کا گستاخ ہو تو سمجھ لیں کہ وہ شیطان کا ایجنٹ ہے، وہ میرا مصلح نہیں۔ جن لوگوں نے انہیں مصلح جانا وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام سے ناآشنائی کے جرم کے مرتکب ہیں۔ پھر یہ ہے ایک اور اصول کہ نبوت اعمال سے نہیں فضلِ الٰہی سے ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت قائم رہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت اور نبوت عطا فرمائی۔ پھر شیطان نے انہیں بہکایا، پھر آدم سے خطا ہوئی۔

کوئی اگر نبی کا ذکر توہین آمیز طریقے سے کرے تو اس کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کی

Marfat.com

توہین کی۔ اور ان کی شان میں گستاخانہ کلمے ادا کئے کہ یہ تو مٹی کے بنے ہوئے ہیں "خلق الانسان ... من نار" آپ ہی نے تو یہ کہا تھا کہ یہ مٹی سے بنے ہوئے ہیں کھنکتی ہوئی۔ اور میں آگ سے بنا ہوں، میں ان کو سجدہ کیسے کروں؛ اس نے خطائی اللہ کے نبی کی شان میں گستاخی کی اور ہدایت سے محروم ہو گیا۔

یاد رکھو کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الانبیاءؑ ہیں، سید الانبیاء ہیں اور محبوبِ الٰہی ہیں۔ اور اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین وارثِ انبیاء ہیں۔ وارث کو وہ سب کچھ ملتا ہے جو مورث وراثت میں چھوڑتا ہے۔ جو کچھ انبیاء کو حاصل ہوا وہ ان کے وارثین کو بھی حاصل ہوا۔ تو انبیاء کی توہین کرنے والا اور اولیاء کی توہین کرنے والا ایک ہی صف میں کھڑا ہوا ملے گا۔ انبیاء کا احترام کرنے والا اور ہدایت کرنے والا اور اولیاء کا احترام اور ان کو ہدایت کرنے والا ایک ہی صف میں ہوگا، وہ مومنین کی صف میں ہوگا۔ وہ مقربین الٰہی کے ساتھ ہوگا۔

ایک اصول تو یہ ہوا کہ پیغمبر کے بالواسطہ وارث ولی کی توہین کرنے والے کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ یاد رکھیں جنت میں رب کے دوستوں کی کون سی جگہ ہے؟ رب کے دوستوں کی وہ جگہ ہے جہاں رب کے دوستوں کا کوئی دشمن پَر نہیں مار سکتا۔

یاد رکھیں۔ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کی، جس نے ان کے غلاموں سے دشمنی کی، جس نے اللہ کے دوستوں یعنی ولی اللہ سے دشمنی کی، وہ جنت میں پر نہیں مار سکتا۔ چاہے کتنے ہی اعمال کا دعویٰ کرتا رہے۔ اعمال تو شیطان کے بھی بہت تھے۔

ساتواں اصول یہ ہے کہ نبی کی توہین کے ساتھ جو توحید ہے وہ شیطان کی توحید ہے۔ شیطان بھی رب کو ایک ہی مانتا تھا، لیکن نبی کی توہین کے بعد وہ ہدایت اور ایمان سے محروم ہو گیا۔ تو یہ دعویٰ کرنا کہ میں مؤحد ہوں اور ساتھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کی شان میں گستاخانہ جملے بھی ہوں۔ جیسا کہ ہمارے دیوبند کے کچھ بزرگوں نے اپنی کتابوں میں لکھ دیا کہ (نعوذ باللہ من ذالک) نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال آنے اور جانوروں کے خیال آنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔ تو یہ لوگ جو توحید کے نام پر اہانت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیئے اور جو کلمہ گو ہیں، اگر وہ توبہ کریں گے، نادم اور شرمندہ ہوں گے تو امید ہے ان کی کچھ بچت ہو جائے گی۔ ورنہ یاد رکھیں، رب جنت میں اپنے دوستوں کے دشمن کو نہیں رکھے گا، چاہے آپ کتنے ہی پاکباز ہوں، کتنے ہی باکمال ہوں

Marfat.com

ہوں، کتنے ہی باعلم ہوں، کتنے ہی باعمل ہوں۔

ایک آٹھواں اصول بھی اس سے ملا ہے، ہماری ہدایت کے لئے۔ کہ دنیا میں افضل ترین اور اول ترین عبادت گریہ و توبہ و استغفار ہے۔ دنیا میں سب سے پہلی، سب سے زیادہ مستجاب اور سب سے زیادہ انعام حاصل کرنے والی عبادت توبہ ہے، گریہ ہے اور استغفار ہے۔ اس لئے کہ جب آدم علیہ السلام دُنیا میں آئے تو تین سو سال تک حالتِ گریہ میں رہے، توبہ و استغفار میں رہے۔ یہ وہ عبادت ہے جو رب کی سکھلائی ہوئی، رب کی خصوصی توفیق سے ہوتی ہے۔

رب کریم ہمیشہ توّاب اور غفّار تھا۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی اور ابدالآباد تک رہے گا۔ توبہ و استغفار و گریہ، توابی اور غفاری سے لازم و ملزوم ہے، اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ جیسے قاسمیت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اس لئے کہ وہ "خیر الرازقین" ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی جو سب سے پہلی خاصیّت بیان ہوئی ہے، وہ اس کی ربوبیت ہے، چنانچہ فرمایا: "الحمد للہ رب العالمین" تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہان کا پالنہار ہے۔ تو اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے "انا التواب الرحیم" میں توبہ قبول کرنے

والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ تو ہر وقت اور ہر لمحے آہ وزاری اور گریہ کرنے والوں کو اور توبہ واستغفار کرنے والوں کی توبہ کو قبول کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہے۔ یاد رکھیں! کہ اللہ تعالیٰ حی وقیوم ہے اور اپنی تمام ذات وصفات کے ساتھ حی وقیوم ہے۔ اس لئے توّابی غفاری اور رحیمی بھی اس کی صفات ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ قائم ہیں۔ نہ صرف وہ قبول کرتا ہے اپنے بندے کو، بلکہ اس کو اپنی رحمت و مغفرت سے نوازتا بھی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمان ہے کہ ہر معاملے میں آپس میں مشورہ کرلیا کرو۔ تو جب کوئی حلقہ ہو تو اس میں مشورہ کرلینا چاہیئے۔ میں مشورہ مانتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل وکرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی عطا کی ہوئی ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خطاؤں سے محفوظ کرے۔ اور اگر ہمارے بشری تقاضوں سے ہم سے خطائیں ہوجائیں تو ہمیں توبہ واستغفار کی توفیق عطا فرمائے ہمیں توبہ واستغفار کے وہ الفاظ عطا فرمائے جو اس کی بارگاہِ عالی میں مستجاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے باطن کو روشن فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے جسموں کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت نصیب

فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طریقت کا صدقہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح کی حقیقت کا صدقہ ہماری روحوں کو عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معرفت کا صدقہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اپنی کریمی سے جو نسبتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں، ان کو زوال سے بچائے اور ہمارے خواجگان کی نگاہِ کرم ہو خصوصاً بالتخصیص خواجۂ خواجگاں، آقائے دستگیرِ ما، مرشدِ ما، فقیرِ صابر، فقیرِ محمدی، فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثل، قطب العالم، غوثِ زماں شاہِ افضل سرکار رحمتہ اللہ علیہ، خواجۂ خواجگاں شہنشاہِ عارفاں عارف لاثانی شاہِ عارف رحمتہ اللہ علیہ مع خاندانِ چشتیہ کی توجہ اور نگاہِ کرم کے سائے میں رکھے۔ آمین!

واخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین ٥

Marfat.com

سورہ البقرہ پارہ الٓمّٓ
آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہِ

قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِيۡعًا ۚ فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّکُمۡ مِّنِّىۡ
هُدًى فَمَنۡ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ
وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝ وَالَّذِيۡنَ کَفَرُوۡا وَکَذَّبُوۡا
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝
يٰبَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ
عَلَيۡکُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ ۚ وَاِيَّاىَ
فَارۡهَبُوۡنِ ۝

ترجمہ: ہم نے فرمایا تم سب جنّت سے اُتر جاؤ پھر اگر
تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے
تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ
نہ کچھ غم اور وہ جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں
گے وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے
اے یعقوب کی اولاد یاد کرو میرا وہ احسان جو

Marfat.com

میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا
عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

اے عزیزانِ محترم!

میں نے پچھلی نشست میں ۳۹ ویں آیت تک تفسیر بیان کی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام جب دنیا میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے وعدہ فرمایا کہ تم سب کے لئے ایک ہدایت آئے گی اور تم میں سے جو اس ہدایت پر عمل کرے گا اسے نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی غم۔ اور جو لوگ کُفر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلائیں گے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔

آدم علیہ السلام کے قصّے سے جو سبق ہمیں ملتے ہیں وہ پچھلی دفعہ میں نے آپ کو بتلائے تھے۔ پہلی بات تو یہ کہ سب کا بہکانے والا شیطان ہے۔ اس لئے جب ہم قرآن پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو۔ فاذا قراءت القرآن فاستعذ باللہ ہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو شیطان سے اس لئے کہ تم کو بہکا نہ دے۔ کیوں کہ کتاب راہِ ہدایت ہے اور وہ گمراہوں میں سے ہے۔ ضالین میں سے ہے۔

دوسری بات یہ بتائی گئی کہ شیطان کو اس کے نفس نے

Marfat.com

بھکایا، شیطان نے دوسروں کو بھکایا۔ تو پتہ چلا کہ نفس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیئے۔ انسان کا قلب سورج کی طرح ہے، اور اس کا نفس بادلوں کی طرح ہے۔ اگر اس سورج پر بادل کا سایہ نہ پڑے، رکاوٹ نہ ہو تو روشنی ہر سُو پھیلے گی۔ آپ کے جسم کو آپ کے وجود اور دوسروں کو بھی منور کر دے گی۔ اور اگر سیاہ بادل نفس پر چھا گیا تو سمجھ لیجئے کہ اندھیرا ہے، تاریکی ہے۔ اور روشنی اور علم کی کمی ہے۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سب سے پہلا گناہ انسان کا حسد کی وجہ سے ہوا۔ حاسد دنیا کی ہر نعمت سے محروم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حسد کے شر سے بھی محفوظ ہونے کا، اور اپنی پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے۔ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ .... حَسَدَہٗ"

چوتھی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں علم کے فساد سے بچائے۔ بہت سے لوگ علم حاصل کر کے فساد پھیلاتے ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے غلاموں اور اولیاء اللہ سے ان کو دور کرتے ہیں۔ ان پر طرح طرح کی افتراء بازی کرتے ہیں، ان کے متعلق شک وشبہات رکھتے ہیں۔ اور پھر اس علم کے فتنے کا شکار ہو جاتے ہیں۔

علم وہ ہے جس سے انسان میں اخلاص پیدا ہو۔ اللہ تعالےٰ

Marfat.com

کی محبت پیدا ہو۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ان کا ادب پیدا ہو، اور ان کے مقام کا عرفان ہو۔ اور ان کے غلاموں کے مقام کا عرفان ہو۔ اس کے علاوہ جو علم ہے وہ فاسد ہے۔ اس کے فتنے سے اگر ہم بچیں تو بہتر ہی ہے۔ اور جو پانچویں بات معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ جہاں شیطان براہِ راست حملہ آور نہیں ہو سکتا وہاں پر وہ دوسروں کے ذریعے پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جیسے کہ وہ مور، سانپ اور حضرت حوّا علیہا السلام کے ذریعے آدم علیہ السلام کو بہکانے میں کامیاب ہو گیا۔ چھٹی بات یہ معلوم ہوئی کہ نبوت اعمال سے نہیں، ولایت اعمال سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر صرف اعمال اور علم سے نبوت حاصل ہو جاتی تو شیطان ہی کو ہونی چاہیئے تھی، فرشتوں کے لئے ہونی چاہیئے تھی کیونکہ ان کے اعمال تو سب سے بہتر تھے۔ اور ان کو علم بھی تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا تب ہی ایسی صورت پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو باطن کا علم عطا فرمایا جو کسی فرشتے کو بھی نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے زانوئے ادب تہ کرایا۔

ساتواں اصول جو ہمیں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعے

Marfat.com

سے معلوم ہوا وہ یہ کہ نبی کی توہین کرنے والے اور نبی کے وارث یعنی اولیاء کی توہین کرنے والے کبھی ہدایت نہیں پاتے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ نہیں کہہ دیا کہ تو ہدایت پانے والا نہیں ہے۔ تُو گمراہ ہو گیا ہے۔

آٹھواں اصول ہمیں یہ ملا کہ اگر نبی کی توہین کے ساتھ توحید ہے جیسے شیطان کی توحید تھی۔ تو وہ شیطان کی توحید ہے، وہ گمراہی والی توحید ہے۔ جس توحید میں لوگ ابنِ تیمیہ کو جس کو وہابی شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ وہابی ان کی کتاب "التوحید" پڑھتے ہیں۔ اور انبیاء کی بھی توہین کرتے ہیں اور اولیاء کی بھی کرتے ہیں۔ اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ایسے ہی ہے جیسے گائے بیل کا تصور (نعوذ باللہ) تو یہ شیطان والی توحید ہوئی۔ یہ آدم علیہ السلام والی، انبیاء علیہم السلام کی توحید نہیں ہوئی۔

نواں اصول یہ ملا کہ عبادت کی ابتدا رب کے سامنے عاجزی ہے۔ پہلی عبادت جو آدم علیہ السلام کو نصیب ہوئی وہ تھی گریہ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ و زاری اور توبہ و استغفار۔ سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو توبہ کے کلمات سکھائے گئے۔

اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے فارغ ہونے کے بعد اب

Marfat.com

بنی اسرائیل کی طرف مخاطب ہوتا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کلام پاک کے ذریعے اور ان آیات کے ذریعے اس بات کی تصدیق کردی کہ بنی اسرائیل کے جو پیغمبران تھے وہ برحق تھے۔ جو ان کی کتابوں میں لکھا تھا وہ ٹھیک تھا، وہ اللہ کی کتاب تھی۔ کس طرح؟ ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا اطاعت کا اور ہدایت کا۔ ہدایت پر عمل کرنے کا اور کس طرح وعدہ کیا، ان کو نعمتوں سے سرفراز کرنے کا۔ اور بنی اسرائیل مدینہ منورہ میں بڑے معزز لوگ تھے، ان کے علماء کو لوگوں سے بہت ہی پیسے ملتے تھے۔ اور فتوحات ملتی تھیں، نذرانے ملتے تھے۔ اور جب تک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے، وہ نبیٔ آخرالزّماں کی تمام نشانیاں جو تورات اور انجیل میں ہیں وہ لوگوں کو بتایا کرتے تھے۔ ان کی صفات، ان کی بزرگی، ان کی ذات کے متعلق جو ساری باتیں اور پیش گوئیاں تھیں وہ سب کو بتایا کرتے تھے۔

وہ بھی شیطان کی طرح حسد میں مارے گئے، وہ یہ سوچتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد سارے پیغمبر حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوئے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں تو اولیاء پیدا ہوئے اور اب یہ

Marfat.com

کیا ہو گیا؟ کہ یہ سرفرازی ان سے چھن گئی اور بنی اسماعیل کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔ کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجہ تکوینِ کائنات محبوب رب المشرقین والمغربین، سیدالانبیاء نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسماعیل کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اسرائیل جو تھا وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا خطاب تھا۔ یعقوب کا مطلب ہے بعد میں آنے والا۔ یہ جُڑواں بھائی تھے، یہ بعد میں پیدا ہوئے تھے، اس وجہ سے ان کا نام یعقوب ہو گیا۔ انہوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بہت ہی خدمت کی۔

حضرت اسحاق علیہ السلام عبادت میں تھے، مراقبے میں تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمادیا کہ دیکھو کوئی آئے نہیں۔ تو ایک مقرب الٰہی فرشتہ آیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اسحاق علیہ السلام سے ملنا ہے تو انہوں نے کہا کہ نہیں آپ نہیں مل سکتے۔ مجھے حکم ہے کہ جو آئے اُسے روکو، وہ ان سے جھگڑنے لگے۔ جب اسحاق علیہ السلام نے دیکھا کہ باہر کوئی بحث ہو رہی ہے تو آپ تشریف لے آئے۔ جب آپ نے فرشتے کو دیکھا اور کہا: یعقوب! یہ تم نے کیا کیا۔ یہ تو بہت ہی مقرب الٰہی فرشتہ ہے، ان سے معافی مانگو۔

فرشتے نے کہا کہ نہیں ایسی بات نہیں ہے، یہ تو خود اللہ

Marfat.com

کی بارگاہ میں مقرب ہو گئے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے دین کی اور اللہ کی خدمت کی۔ آپ نے خدمت ان کے لئے مقرر کی۔ اس کو انہوں نے پورے اور اچھے طریقے سے ادا کیا ہے۔ لہٰذا انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے "اسرائیل" کا خطاب ہے۔

عبرانی زبان میں "اسرا" کا مطلب ہے بندہ۔ اور "ایل" کا مطلب ہے الٰہی۔ تو یہ بالکل فرشتوں جیسا نام تھا کہ میکائیل یا جبرائیل۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو چونکہ فرشتے کے ذریعے خطاب ملا تھا، تو وہ خطاب فرشتوں جیسا تھا جس کا مطلب تھا عبداللہ۔ اللہ کا بندہ۔ اسی لئے یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو اسرائیل کہتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا ..... فَارۡهَبُوۡنِ ۝" اے بنی اسرائیل، اے یعقوب کی اولاد۔ تم اس نعمت کو تو یاد کرو جو میں نے تم کو دی ہے۔ تم کو عزت دی، تم کو شہرت دی۔ لیکن تم اپنے عہد کی پاسداری نہیں کرتے ہو۔ بندے کا عہد یہ ہے کہ وہ رب کی اطاعت کرے۔ اور رب کا ایفائے عہد یہ کہ وہ دنیا میں آپ کو عزت و احترام و اکرام عطا فرمائے۔ بندے کا عہد یہ ہے کہ وہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا، اس کی عبادت کرے گا، رب کا ایفائے عہد یہ ہے کہ وہ اس کو قرب عطا فرمائے گا، اس کو

Marfat.com

اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔
اللہ تعالیٰ نے ان کو اور بھی نعمتیں دیں۔ اتنے پیغمبر دیئے پھر اتنی بڑی نعمت ایک اور دی کہ ان کے زمانے میں یعنی بنی اسرائیل کے زمانے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو پیدا کیا۔ ان علماء کے زمانے میں پیدا کیا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے ان کی مدح سرائی کرتے تھے، ان کی نعت بیان فرماتے تھے۔ توریت اور انجیل میں سے پڑھ کر سناتے تھے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں بتایا ہے۔
لیکن جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت ہوئی اور نبیٔ آخر الزّماں بنی اسماعیل میں ہوئے تو انہوں نے توریت اور انجیل میں سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت حذف کردی۔ اور دجّال کی تعریفیں بیان کرنی شروع کیں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت کو جھٹلایا، اپنی کتابوں میں تحریف کی، اپنی کتابوں کی تکذیب کی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا .... اَنْعَمْتُ" جو میں نے تمہیں نعمتیں دی ہیں، اس کا تو ذکر کرو، اس کو تو یاد کرو۔ تمہاری کتابوں کو میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سچ کر دکھایا

Marfat.com

تمہارے لئے کتنی بڑی نعمت ہے کہ تمہارے دین کی تصدیق ہو گئی۔ تم تو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت تورات میں سے پڑھا کرتے تھے، جو نشانیاں بتایا کرتے تھے وہ سب نشانیاں بھی پُوری ہو گئیں۔ اور تمہارے علم کی تعظیم ہو گئی تمہیں عزت واحترام ملا۔ تمہیں دُنیا ملی، دولت ملی۔ مدینہ منورہ میں تمہارا عزت واحترام ہے۔ تو اب تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیوں تم الفائے عہد نہیں کرتے ہو۔ تم ذرا میری نعمتوں کو یاد کرو اور وہ میرا عہد " وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ " اور تم نے جو مجھ سے عہد کیا تھا تم اسے پُورا کرو۔ میں بھی اپنا عہد تم سے پُورا کروں گا۔

" وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنَ " اور میرا ہی ڈر رکھو، دنیا کا ڈر نہ رکھو۔ دولت سے نہ ڈرو کہ تم سے بھاگ جائے گی۔ رھب کا مطلب ہوتا ہے ڈر کر کسی بُرائی سے بچنا اور نیکی کی طرف بھاگنا۔ تو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنَ " تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم مجھ سے اس لئے ڈرو کہ میں عذاب دینے والا ہوں نہیں۔ میرا خوف تو تمہیں بُرائی سے دُور لے جائے اور نیکی سے قریب رکھے۔

فَارْهَبُوْنَ کا مطلب یہ ہے، بُرائی سے میرے خوف

کی وجہ سے دور ہو جاؤ اور نیکیوں سے قریب ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو حکم دیا بنی اسرائیل کو "یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اذْكُرُوْا .... عَلَیْكُمْ" یہ صرف انہی کے لئے نہیں ہے، یہ سب کے لئے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دے اسے یاد کرے اور اس کا شکر ادا کرے اور جو تکلیف ہو انسان اسے بھول جائے۔ جب اس میں آسانی پیدا ہو جائے تو اس آسانی کا شکر ادا کرے۔

اس کی دو مثالیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیں کہ آپ ہمیشہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور انصار کے سلوک کی تعریف کیا کرتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی نعمت تھی۔ جب کہ وہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کی رفاقت عطا فرمائی۔ جو اپنا سب کچھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر چکے تھے۔ اور انصار کی نصرت عطا فرمائی۔ ان کا تعاون عطا فرمایا جنہوں نے اپنی تمام چیزوں میں اپنے مہاجر بھائیوں کو شریک کیا۔ تو اس لئے معلوم ہوا کہ رب کے امتحانات اپنی غلطیاں اور نیکیاں اور دوسرے کی بدسلوکیاں بھول جانا عین عبادت ہے۔ اور اپنے گناہ اور دوسروں کے حسنِ سلوک کو یاد رکھنا بھی عین عبادت ہے۔

Marfat.com

فتح مکّہ کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے ظلم کو کسی کی زیادتی کو یاد نہیں کیا۔ بلکہ سب کو معاف فرما دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی زیادتیوں کا کبھی ذکر نہیں کیا۔ اس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ مکّہ کی زیادتیوں کا کبھی ذکر نہیں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا: ''فَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ'' کہ پس اپنے رب کی طرف سے تمہیں جو نعمتیں عطا ہوئی ہیں ان کا ذکر کرتے رہو۔ اس میں لفظ حدث کا مطلب ذکر ہے۔ نعمت کا مطلب وہ فائدہ ہے جو اچھے طریقے سے یا بطریقِ احسن کسی کو پہنچایا جائے۔

مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ نعمت کے ذریعے سے منعم کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ دراصل اس کے لئے نعمت کا ذکر اور اس کی یاد منعم کی یاد ہے۔ وہ ہمیشہ منعم کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس طرح یاد نہیں کرتا کہ میں کروڑ پتی ہوں، میرے پاس مکان ہے، میرے پاس بہت بڑا کارخانہ ہے، اس طریقے سے اس کی نعمتوں کو یاد نہیں کرتا۔ اس طرح یاد کرتا ہے کہ میرے رب نے مجھ پر کرم فرمایا، مجھے ایک پناہ گاہ دی۔ اس میں میں اطمینان کے ساتھ اس کی

Marfat.com

عبادت کرسکتا ہوں۔ اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ مجھے اس نے طاقت دی، مجھے تصرفات عطا فرمائے، تاکہ میں اس کے استعمال سے مخلوق کو نفع پہنچاؤں۔ اس علیم وخبیر نے مجھے علم عطا فرمایا تاکہ میں اس کو لوگوں تک پہنچاسکوں۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھاسکوں۔ تو مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ نعمت پر تکبّر نہیں کرتا بلکہ منعم حقیقی کو یاد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں بنی اسرائیل کو عطا کیں، وہ فرعون کی ہلاکت بھی، مصر کا ملک عطا کرنا تھا، شق نیل تھا، من وسلویٰ تھا، نزولِ توریت بھی۔ پتھر سے چشمۂ آب کو بنانا اور وسعتِ انبیاء بنی اسرائیل، یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تھیں۔ باپ دادا پر احسان اولاد پر بھی احسان ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے احسان کو یاد رکھو۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آنا تمہارے درمیان میں، تم پر ایک نعمت ہے۔ اس لئے کہ تمہارے دین کی اور تمہاری کتابوں کی تصدیق ہوئی۔ وہ سارے جہان کے لئے نعمت اور رحمتِ الٰہی ہیں۔ جو گزشتہ نبیوں کے لئے بھی نعمت ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ان کی نبوت کی توثیق فرمائی۔ وہ حضرت عیسیٰ وحضرت مریم علیہم السلام کے لئے بھی نعمت

Marfat.com

ہیں کہ انہوں نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر الزامات تھے ان کی تردید فرمائی۔ کلامِ پاک کے ذریعے سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے حضرت مریم علیہا السلام کی عفت کی بھی توثیق ہوئی۔ اور ان کے مقام کو اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں سے منوایا گیا۔ چاہے وہ عیسائی ہوں، یہودی یا مسلمان ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا، یہ سب حوالے دے کر کہتا ہے کہ تم بھی ایفائے عہد کرو۔ بدعہدی بُری چیز ہے۔ اس تلقین کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کس طرح سے عہد پُورا کرو۔ وہ اگلی آیت میں ہے: "وَاٰمِنُوْا بِمَا..... فَاتَّقُوْنَ o" وہاں فرمایا تھا "اِیَّایَ فَارْهَبُوْنَ" یعنی مجھ سے ڈرو۔ ڈر کر بُرائی سے دُور ہو جاؤ۔ دوسری آیت میں فرمایا "فَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنَ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وفا کرو۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

تو پہلی بات وفائے عہد کی کیا ہے؟ "وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ o" جو کچھ میں نے نازل کیا ہے اس کی تصدیق کرنے والے پہ ایمان لاؤ۔ یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اے بنی اسرائیل

Marfat.com

تمہارا ایفائے عہد کلمۂ شہادت ہے۔ اگر مجھ سے وفا کرنا چاہتے ہو تو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلمہ پڑھو۔ جو کچھ میں نے نازل کیا ہے اور اس کی تصدیق کرنے والے پر۔ یعنی دونوں کا کلمہ پڑھو۔

ہماری طرف پہلا ایفائے عہد کلمۂ شہادت ہے۔ اور رب کا ایفائے عہد کیا ہے؟ یہ کہ تمہارے جان و مال کی حفاظت۔ تم رب کا کلمہ پڑھو، اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلمہ پڑھو۔ رب تمہارے جان و مال کی حفاظت کرے گا۔ عاقبت بھی تمہاری محفوظ رہے گی، دنیا بھی آفات وبلیات سے محفوظ رہے گی۔

اور آخری ایفائے عہد تمہارا کیا ہونا چاہیئے؟ وہ ہے دریائے توحید میں غرق ہو جاؤ۔ "لا الٰہ الا اللہ"۔ "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) لا الٰہ الا اللہ کہہ کر غیر اللہ کو ختم کر دو۔ لا الٰہ سے غیر اللہ کو ختم کر دو۔ جو چیز تمہارے اور رب کے درمیان میں حائل ہو، چاہے وہ دولت ہو، تکبّر ہو، تمہارے علم کا فساد ہو، ان سب چیزوں سے نجات حاصل کرو۔ تو جب تم لا الٰہ سے غیر اللہ کو ختم کر دو گے تو الا اللہ سے فنا فی اللہ ہو جاؤ گے۔ جس

Marfat.com

کے بعد تم باقی باللہ ہو جاؤ گے۔ اور تم جب باقی باللہ ہو جاؤ گے تو تمہیں رب کا دائمی دیدار نصیب ہو گا۔ یہ رب کی طرف سے ایفائے عہد ہو گا۔ دنیا میں تم وفا کرو عقبیٰ میں میں کروں گا یہ رب اور بندے کا ایفائے عہد ہے۔ تم ربی ربی کہو تو میں عبدی عبدی کہوں گا۔

یاد رکھیں! جب اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگیں تو رب کا لفظ بہت یاد کریں۔ ربنا اتنا۔ ربی۔ یارب آپ نے دیکھا ہے کہ جب عمرے پر جاتے ہیں تو مدینہ منورہ جا کر مسجد نبوی میں کتنی دفعہ یارب کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بہت پسند ہے کہ اس کو رب کہہ کر یاد کریں۔ تو آپ ربی ربی کہیں۔ اے میرے رب، اے میرے رب۔ رب کہے گا یا عبدی یا عبدی تو فنا فی اللہ ہونا ہے۔ بقا باللہ ہونا ہے۔

تو "وامنوا بما انزلت ..... کافر بہ" جو کچھ میں نے قرآن میں نازل کیا اور اس قران پاک کو تمہارے پاس اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے پہنچایا۔ فرق نہ کرو۔

بڑے عالم بنتے ہیں لوگ، کہتے ہیں یہ قرآن میں کہاں ہے کہ عید میلاد النبی کرو؟ قرآن میں کہاں ہے کہ نعت پڑھو؟ اے بنی اسرائیل تو راندہ درگاہ ہو گئے۔ اس لئے کہ انہوں

Marfat.com

نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت جو تورات میں تھی۔ اس کو ہٹا دیا۔ تحریف کی، تکذیب کی۔ اور آپ کہتے ہیں کہ کہاں ہے نعت؟ سارا قرآن کیا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"فَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝"

پس تم رب کی نعمت کا ذکر کرو۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رب کی نعمت نہیں ہیں؟ وہ تو رب کی نعمتِ عظمیٰ ہیں۔ تو پھر ان کے ذکر پر کیوں بھپرتے ہو؟ کیوں فتوے لگاتے ہو؟ کیوں کہتے ہو کہ آپ توحید سے دُور ہو کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ذرا سوچو تو رب نے کیا کہا ہے؟

"وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝"

ہے کوئی جو یہ کہہ دے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَاٰمِنُوْا بِمَآ ..... كَافِرٍۢ بِهٖ" اور تم کافر ہونے میں سب سے پہلے نہ بنو کفر کرنے والوں میں، تم عالم ہو بنی اسرائیل کے۔ یہ بات بنی اسرائیل کے علماء کیلئے بھی اور آج کے عُلماء سُوء کے لئے بھی، حسابی کتابی علماء جو ہیں ان کے لئے کہی ہے۔ کہ تم حق کی بات کرو، انصاف کرو میرے ساتھ اور میرے نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ۔ اوران کے غلاموں اوران کے وارثوں کے ساتھ۔ ان کی عظمت اور میری نعمت کا انکار کرنے والوں میں نہ بنو۔ اس لئے کہ اے علماء سوء، اے علماء بنی اسرائیل، اگر تم نے کفر کیا، انکار کیا تو تمہاری دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی کریں گے۔ اور منکروں کی اور کافروں کی اور تحریف اور تکذیب کرنے والوں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔ ان سب کا عذاب تم پر پڑے گا۔

وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰیٰتِیْ ..... فَاتَّقُوْنِ ہ

اور میری نشانیوں کو تم چھوٹی قیمت پر نہ بیچو۔ یہ جو رؤساء تھے، بنی اسرائیل کے علماء تھے ان کا بڑا عزت واحترام تھا۔ ان کے تو وظیفے بندھے ہوئے تھے، ان کو تو نذرانے پیش ہوتے تھے۔ تو انہوں نے سوچا کہ اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے تو ہماری اہمیت ختم ہو جائے گی۔ کون ہمیں پیسہ دے گا۔ تو اس زمانے میں بنی اسرائیل کا جو مشہور رئیس تھا، کعب بن اشرف، اس نے علماء یہود کو بلایا اور کہا کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا نشانیاں ہیں؟ انہوں نے تورات اور انجیل میں جو نشانیاں تھیں وہ سنائیں، جس سے کعب بن اشرف مایوس ہوا۔ اس لئے کہ سب علماء

Marfat.com

نے تصدیق کردی تھی۔ اس نے کہا کہ اگر تم یہ جواب نہ دیتے تو آج میں تمہیں بڑے بڑے اعزاز واکرام اور انعام دیتا۔

انہوں نے کہا ہم سے غلطی ہوگئی، ہم نے غور نہیں کیا۔ وہ واپس گئے اور اس انعام واکرام اور ان صدقات وخیرات اور نذرانوں کے لالچ میں پھر یہ تحقیق کی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو نعت تھی اس سے انکار کر دیا اور دجّال کی تعریفیں بیان کرنے لگے کہ ایسا ہوگا نبی۔

تو اللہ تعالیٰ ان کو کہتا ہے، چند ٹکوں کے لئے تم اپنے دین کو نہ بیچو۔ کتنی چھوٹی قیمت تم نے لگائی ہے۔ "وَلَا تَشْتَرُوْا ..... قَلِيْلًا ۙ" میری نشانیوں کو میری آیات کو میرے کلام کو اتنی چھوٹی قیمت پر نہ بیچو۔

وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝" اور مجھ سے تقویٰ کرو، مجھ سے ڈرو، بچو ان اعمال سے جو تمہیں راندۂ درگاہ کردیں۔ اس لئے اب ضروری یہ ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں باتیں کہہ دیں کہ "بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا"، یعنی ایمان لانا ہے مجھ پر اور میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر۔ ایمان مقدم ہے، اس لئے پہلے اس کا ذکر کیا اور اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ اعمال کا ذکر کرے گا۔

ایک تو انہوں نے یہ جھوٹ بولا، لالچ میں۔ دوسرا انہوں نے

Marfat.com

یہ کام شروع کر دیا تھا۔ جیسے آج کل کے علماء، حاکموں کے ساتھ کرتے ہیں، یعنی ان کے ہر عمل کی تصدیق کر دیتے ہیں۔ اور اس کا جواز تلاش کر لیتے ہیں۔ تو علمائے یہود رشوت لے کر سخت احکام کو نرم کر دیتے تھے۔ وہ رؤساء کے تنخواہ دار ہو گئے تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اتنی چھوٹی قیمت پر تم میرا کلام بدل دیتے ہو۔ اب یہ سب حرکتیں بند کرو۔ اب تم میرے کلام یعنی قرآن پر ایمان لاؤ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ اس آیت کے یہ الفاظ کہ "وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا"، کہ جس پر ہم نے نازل کیا ہے اور اس کی تصدیق کرنے والے پر ایمان لاؤ۔

ابنِ کثیر نے لکھا ہے کہ قرآن کلامِ الٰہی ہے بزبانِ مصطفویؐ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے جو نکلا وہ سمجھو کہ زبانِ الٰہی سے نکلا۔ چاہے وہ قرآن کی شکل میں ہو، یا حدیث کی شکل میں تمہیں اس میں فرق کرنے کا نہ کوئی حق اور نہ ہی اس کا کوئی جواز ہے، کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر تم اس قسم کا قدغن لگاؤ۔ کہ یہ جو میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے اس کو قرآن میں دکھاؤ تو اس پر عمل

Marfat.com

کریں گے۔

دیکھو بھائی! تمہارے لئے تو "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کہنا بھی ضروری ہے اور "واشھد ان محمد رسول اللہ" کہنا بھی ضروری ہے۔ نہیں ایمان لانا ہے "بما انزلت" یہ بھی اور "مُصدقا لما" یہ بھی۔ یعنی قرآن اور صاحب قرآن دونوں پر ایمان لانا ہے۔ قرآن بھی بزبانِ مصطفےٰ ہے اور حدیث بھی بزبانِ مصطفےٰ ہے۔ تکریم اور تقدیس زبانِ مصطفےٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام بھیجنے کے لئے اسے اپنایا۔

دوسرے لوگوں کے پاس صحیفے اُترتے تھے، کتابیں اُترتی تھیں، مگر پیغام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاکر خود پہنچا۔ دوسروں سے تو کہا گیا تھا کہ جاؤ فلاں جگہ میرا پیغام ملے گا، میری کتاب ملے گی، میری آیات ملیں گی لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو جبرائیل علیہ السلام لے آتے تھے۔

اگر تم قرآن کو صرف اس لئے مانتے ہو کہ میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا، کسی اور نے نہیں کہا کہ یہ قرآن ہے۔ تو پھر اس کی حدیثیں کیوں نہیں مانتے؟ پھر کیوں یہ جواز ڈھونڈتے ہو کہ قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے؟

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے "وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ .... تَعْلَمُوْنَ ہ" تو یہودیوں کے جرائم کی فہرست یہ ہے۔ پہلے تحریف کی کہ بدل دیا اس کو اور وہ حصہ نکال دیا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف تھی۔ دوسرا یہ کیا کہ ملاوٹ شروع کر دی "وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ" لباس جو ہے یہ جسم سے ملا ہوتا ہے۔ یعنی جسم اور کپڑے کو ملا دیا تو لباس بن گیا "وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ" حق کو باطل سے غلط کو صحیح سے نہ ملاؤ۔

دوسری بات یہ کی کہ تحریف کی تلبیس کی، تقدیم کی۔ چھپایا اس کو، وہ یہ کرتے تھے۔ اُمراء اور رُوساء ان سے کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ۔ اس لئے کہ ایمان لائیں گے تو ان کا وظیفہ بند ہو جائے گا۔

اور جو غریب یہودی ہوتے تھے جو اُن کو کچھ دے نہیں سکتے تھے، ان سے کہتے تھے کہ ہاں ان کی نشانیاں تو ان سے ملتی جُلتی ہیں۔ توریت پر ایمان لاؤ، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تو کہتے کہ غریب چلے جائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لیکن امیر جو ہمارے کلائنٹس ہیں وہ ہمارے پاس ہی رہیں۔ تو ایک تو یہ ہوتا ہے کہ حق کو باطل سے ملانا۔ دوسرے یہ کہ وہ صحیح احکام میں غلط ملا دیتے تھے، آسانیاں پیدا کرنے کے لئے

Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جان بُوجھ کر جس کو چاہتے ہو بنا دیتے ہو۔ جس کو چاہتے ہو بہکا دیتے ہو۔ تو تم جان بوجھ کر حق کے ساتھ باطل کو نہ ملاؤ اور حق کو نہ چھپاؤ۔ اور باوجود اس کے کہ تم جانتے ہو کہ حقیقت کیا ہے؟

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ

پہلے ان کو شکرِ نعمت کی تلقین کی، اس کے اقرار کی تلقین کی۔ پھر ایمان کی تلقین کی۔ اللہ تعالیٰ نے اب اعمالِ حسنہ کی بات کی ہے۔ نماز کو قائم کرو یعنی صحیح طریقے سے ادا کرو، صحیح وقت پر ادا کرو۔ اس کی فکر کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ایک مسلسل رابطہ قائم کرو۔ یہ تو ہمارے جسم کی عبادت ہے۔ دوسرے اپنے اعمال کی عبادت کرو، یعنی اپنے مال کو پاک کرو۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی"، جس نے اپنے آپ کو پاک صاف کیا، تزکیۂ نفس کیا۔ وہ نیکی پا گیا۔

تم زکوٰۃ دو اپنے مال کو پاک کرو۔ مال کو پاک کرو گے تو مال کی محبت دل سے نکل جائے گی، اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھ جائے گی۔ پھر میں تمہارے مال کی حفاظت کروں گا۔ تم نماز قائم کرو گے تو میں تمہاری جان کی حفاظت کروں گا، تمہاری رُوح کی حفاظت کروں گا۔ "وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ" اور رکوع کرنے والوں

Marfat.com

کے ساتھ رکوع کرو۔ یہ نہ ہو کہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا لو، بنی اسرائیل کی طرح تم مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کرو۔ باجماعت نماز ادا کرو گے تو تمہیں ستائیس گنا زیادہ ثواب ملے گا۔ کچھ نمازیں ایسی ہیں جن میں باجماعت نماز فرض ہے، بقیہ میں تلقین ہے۔ عام فرض نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھیں، اس میں ثواب زیادہ ہوتا ہے ستائیس گنا۔ جمعہ اور عیدین کی نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کریں وہ نماز تنہا نہیں ہوتی، دوسری نمازیں تنہا ہو سکتی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ.... تَعْقِلُوْنَ o" تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو۔ (یہ آج کل کے علماء اور ہم سب کے لئے بھی ہے اور اس زمانے کے لئے بھی) تم لوگوں کو تو حکم دیتے ہو نیکی کا اور تم اپنی ذات کو بھول جاتے ہو۔ یاد نہیں ہے تمہیں کہ حقوق اللہ ہیں اور حقوق النفس ہیں اور حقوق العباد ہیں۔ تم حقوق العباد تو ادا کرتے ہو۔ بنی اسرائیل کے غریب غرباء سے تو کہہ دیتے ہو کہ تم جاؤ مسلمان ہو جاؤ اور خود مسلمان ہوتے نہیں ہو۔ اپنے نفس کی حق تلفی کرتے ہو۔ تم اپنے نفس کے ساتھ زیادتی کرتے ہو۔ کیا تمہیں پتہ نہیں ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ جس نے رب کا اور نفس کا حق ادا نہ کیا۔ جو اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے سے رب

کا حق ادا نہیں کیا۔ سورۂ حشر کے آخری رکوع میں ہے " وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ .... اَنْفُسَهُمْ " جو اپنے رب کو بھولے ہوئے ہیں، وہ دراصل اپنے نفس کو بھولے ہوئے ہیں۔ تو اپنے نفس کو بھولنا اور اپنی ذات کو بھولنا، رب کو بھولنے کے مترادف ہے۔ تو تم نیکی کے معاملے میں اپنی ذات کو بھولے ہوئے ہو۔ دوسرے کو تلقین کر رہے ہو۔

اس لئے واعظ کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ کسی چیز کی تلقین کرتا ہے تو خود بھی اس پر عمل کرے۔ کسی بھی چیز سے روکتا ہے تو خود بھی اس سے پرہیز کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل کے علماء کی طرح کہ نئے نئے جواز حاکموں کے لئے بناتے رہے۔ جیسے ہمارے دیوبندی علماء نے جب گاندھی جی نے چرخا کاتا تو اس کی تصدیق فرمادی کہ یہ تو عین شریعت ہے۔ لہٰذا تحریکِ خلافت میں مولانا نے کہا کہ ہم کھدّر پہنیں گے اور کچھ نہیں پہنیں گے۔

کتاب الزھد میں امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے کہ جاہل بے علم پر ایک وبال ہے۔ عالم بے عمل پر سات گنا وبال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ تم جان بوجھ کر کیوں گمراہی میں پڑے ہوئے ہو تم پر عذاب

Marfat.com

ہوگا تو اس سے بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر عالم نہ ہوا تو بچت ہو گی۔ نہیں، ایسی بات نہیں ہے قانون کو نہ جاننا آپ کا قانون کی خلاف ورزی میں کوئی ڈیفنس نہیں ہے۔ اسی طریقے سے چاہے آپ کو علم ہو یا نہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کا پیغام آپ تک پہنچ گیا تو آپ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر آپ تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا۔ آپ کسی جزیرے میں ہیں تو آپ کے لئے توحید ہی کافی ہے۔ جیسے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد صاحب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان کے صاحب ایمان ہونے کے لئے توحید کافی تھی، وہ دینِ ابراہیمی پر تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اس وقت نہیں ہوئی تھی۔ آپ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، اس لئے ان پر کوئی شریعت نافذ نہیں ہوتی۔ تو فرمایا کہ جاہل بے عمل کے مقابلے میں عالم بے عمل پر سات گنا وبال ہے۔ کیوں کہ جاہل کے لئے ایک ہی وبال ہے۔

دین حق ہے اور دنیا باطل ہے۔ دین پر دُنیا کا لباس نہ پہناؤ۔ ''وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ'' اور بارگاہِ الٰہی میں خالص دین کی قدر ہے۔ بے عمل واعظ نہ ہو با عمل واعظ بنو۔ بے عمل وعظ کرنے والے کا وعظ برباد ہے۔ قائل کہتے ہیں کہنے

Marfat.com

والے کو۔ تو قائلِ بے عمل کا قول برباد ہے۔ واعظِ باعمل جو ہوتا ہے، وہ باکرامت ہوتا ہے۔ لوگ اس کو دیکھ کر خود بخود تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور قیامت کے دن بے عمل واعظ اور بے عمل علماء جو دوسرں کو نیکی کی ترغیب دیتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے، ان کے ہونٹ کاٹ دیئے جائیں گے۔

معراج کی رات سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ قینچی سے کاٹے جارہے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام سے آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو نیکی کی ترغیب دیتے تھے اور خود برائی میں پھنسے ہوئے ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر فضل وکرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کی معرفت عطا فرمائے اور اسے رب کی معرفت کا ذریعہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔ ایمان پر سلامت رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں بے عملی سے محفوظ فرمائے۔

(آمین)

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

Marfat.com

پارہ الٓمٓ ۱، سورۂ بقرہ
آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

وَاٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ وَلَا تَکُوۡنُوۡۤا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِہٖ ۪ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۫ وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ ۝ وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَکۡتُمُوا الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ۝ اَتَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَتَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡکِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝

ترجمہ: اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے اُتارا اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے اور سب سے پہلے اس کے مُنکر نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو اور مجھی سے ڈرو اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ و دانستہ حق نہ چھپاؤ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

Marfat.com

یہ جو آیات میں نے ۴۱ سے لے کر ۴۴ تک تلاوت کی ہیں پچھلی دفعہ بھی اس کی تفصیل بیان کی تھی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ایمان کی تلقین فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ حق کے ساتھ باطل کو نہ ملاؤ۔ حق کو چھپاؤ نہیں اور جو کچھ تمہیں معلوم ہے۔ تم میری مخلوق سے کیوں چھپاتے ہو۔ کیوں انہیں گمراہ کرتے ہو۔ اور پھر عمل کی تلقین فرمائی کہ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ .... اَلرّٰکِعِیْنَ ۝ کہ نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ اور نماز باجماعت ادا کرو۔ مومنین کے ساتھ ادا کرو۔ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ کے ساتھ۔ پھر ان کو ترغیب فرمائی کہ تم نیکیوں کا حکم دوسروں کو دیتے ہو۔ جو غریب نادار ہیں ان سے تو کہہ دیتے ہو کہ مسلمان بن جاؤ، جو تمہیں نذرانہ نہیں دے سکتے ہوں۔ اور اپنے نفس کو خود تم نے بھلایا ہوا ہے، اس کا حق نہیں ادا کرتے اور تم کتاب بھی پڑھتے ہو، اس میں نشانیاں بھی ہیں کہ میرا حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے گا، اور ان پر ایمان لانا ہوگا۔ ان کی نشانیاں بھی تم دیکھتے ہو، تو تم یہ بات کیوں نہیں سوچتے، کیوں تم اس چراغ کی طرح سے ہو گئے ہو جس کی بتّی خود تو جلتی ہے، خود اس کے نیچے اندھیرا ہوتا ہے لیکن دوسروں کو روشن کرتا ہے۔

اے عزیزانِ محترم!

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو، یہودیوں کو اور نصاریٰ کو جن کی

Marfat.com

کتاب توریت اور انجیل میں نبی آخرالزّماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیش گوئی کی گئی تھی، اور ان کے متعلق پیشگی اطلاع دی گئی تھی، ان کے حالات کے متعلق، ان کے اخلاق کے متعلق، اور جب تک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف نہیں لائے تھے، اس وقت اپنے پیروکاروں کو ان کے علماء یہ بتلاتے رہے تھے۔ لیکن آپ کی بعثت کے بعد حسد اور کینے کی وجہ سے کہ بنی اسرائیل میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے کیوں پیغمبر آخرالزماں پیدا نہیں ہوئے، بنی اسماعیل میں کیوں پیدا ہوئے؛

اس وجہ سے انہوں نے حق کو چھپایا کہ جب سب لوگ ان کے پیروکار ہو جائیں گے تو انہیں کون پوچھے گا لیکن جب کوئی غریب یہودی یا نصاریٰ آتا تھا تو ان سے کہتے تھے کوئی حرج نہیں تم مسلمان بن جاؤ، اس لئے کہ انہیں تو سروکار تھا دولت والوں سے۔

تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم ایسا کام کیوں کرتے ہو کہ دوسروں کو جس چیز کا حکم دیتے ہو، اس پر خود عمل نہیں کرتے ہو، اتنے واعظ بنتے ہو، اور اس چراغ کی طرح سے ہو گئے ہو جس کی روشنی سے دوسرے تو استفادہ کرتے ہیں لیکن خود اس کے نیچے اندھیرا ہوتا ہے۔ اور وہ خود جلتا رہتا ہے۔

Marfat.com

اب اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل کی تلقین کرنے کے بعد اس پر عمل کرنے کے طور طریقے 'نسخہ کیمیا' میں بتائے۔ وہ کون سی ایسی تین چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت آسان بن جاتی ہے، رجوع الی اللہ آسان بن جاتا ہے؛ وہ اگلی آیات میں ہیں:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ..... رَاجِعُوْنَ ہ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ہ اس میں تین چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے۔ ایک صبر، ایک صلوٰۃ، ایک شکر۔ صبر اور صلوٰۃ اور شکر جو ہے خشیتِ الٰہی اور رجوع الی اللّٰہ کے ساتھ ہو، تو پھر یہ تمام عبادات آسان ہو جاتی ہیں، ایمان بھی آسان ہو جاتا ہے، توحید بھی آسان ہو جاتی ہے۔ آپ غیر اللہ کو مسترد کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف جو عوامل ہیں ان سے مغلوب نہیں ہوتے۔ آپ نماز اور عبادت کی مشقت برداشت کر لیتے ہیں، آپ روزے کا ایثار برداشت کر لیتے ہیں اور آپ زکوٰۃ کا ایثار برداشت کر لیتے ہیں، مال کی محبت ترک کر لیتے ہیں۔

اس سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ بنی اسرائیل سے بھی خطاب ہے اور تمام مسلمانوں سے بھی۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط تم مدد مانگو، استعانت کی خواہش رکھو، کس سے؟ صبر اور صلوٰت سے۔ جب صبر نہ ہو سکے، کسی غم کسی تکلیف پہ تو نماز میں

Marfat.com

مشغول ہو جاؤ۔ میں اس کے متعلق چند احادیث بیان کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بات یہ ہے کہ پچھلے دین کو چھوڑنا، اس دین کی عزت و تکریم کو چھوڑنا، اس میں جو جاہ و طلب تھی، جو نفس پرستی تھی جو دنیاوی تکریم تھی، ان سب کو چھوڑ کر کسی نئے دین کو اختیار کرنا بہت ہی صبر آزما کام ہے۔ بے راہ روی کو چھوڑنا، گناہوں سے، پرانے طور طریقوں سے توبہ کرنا، ان کو ترک کرنا اور نئے طور طریقے کا ارادہ کرنا، اس ارادہ کرنے والے کو مرید کہتے ہیں، اور نئے طور طریقوں کا ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ جب ایسی مشکل تمہیں پیش آئے تو تمہیں کیا کرنا ہے؟ صبر کرنا ہے اور صبر سے بھی اگر کام نہ ہو، تکلیف اتنی زیادہ ہو کہ صبر بھی مشکل ہو جائے۔ کسی ایسی چیز سے آپ دست بردار ہو رہے ہوں جس چیز سے علیحدگی آپ سے ناقابل برداشت ہو تو پھر آپ نماز میں لگ جائیں پھر آپ کو تسکین مل جائے گی۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صبر اور صلوٰۃ سے کام آسان ہو جاتا ہے۔ صبر کی تین قسمیں ہیں۔ جس طرح تقویٰ عوام اور خواص کا الگ الگ ہوتا ہے، اسی طرح صبر کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم تو یہ ہے کہ مصیبت میں اطاعت میں اور عبادت کی

Marfat.com

مشقت میں ان پر قائم رہنا نفس کو گناہ پر مائل ہونے سے روکنا۔ مصیبت میں دل چاہتا ہے کہ انسان بے قرار ہو اور بے چینی کا اظہار کرے۔ لیکن اس وقت اپنی بے قراری پر قابو پانا اور بے چینی کے اظہار کو روکنے کی کوشش کرنا، دل کو قابو میں رکھنا اور رضائے الٰہی پر راضی رہنا یہ پہلی قسم کا صبر ہے۔

جب کوئی مصیبت ہو، عبادت کی مشقت ہو۔ عبادت اور توحید میں تکلیفیں ہوں تو اپنی عبادت پر اپنے سکون پر اپنے استقرار پر قائم رہنا۔ اپنی عبادات پر اپنی اطاعت پر قائم رہنا اپنے دل کو قابو میں رکھنا اور بے قراری سے اسے روکنا، بے چینی کے اظہار سے خود کو روکنا، یہ کیا ہے؟ صبر کی پہلی قسم ہے۔ عام زندگی میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ راہِ الٰہی میں جو مشقتیں ہوتی ہیں، جو تکلیفیں ہوتی ہیں ان کو برداشت کرنا۔ سردی میں وضو کی ضرورت پڑ گئی۔ سارے گھروں میں تو اٹیچ باتھ روم نہیں ہوتے۔ گرم بستر سے اٹھنا، اٹھ کر ٹھنڈی جگہ جانا جہاں پانی رکھا ہوا ہو، اور ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا، اس پر اللہ کا شکر کرنا اور اس وضو کی ہمت کرنا۔ اپنے کو تکلیف میں ڈال کر، یہ صبر کی ایک دوسری قسم ہے۔

اپنے مال جس کو آپ نے محنت سے کمایا ہے، جس پر آپ کا ذاتی تصرّف ہے۔ جس سے اپنے لئے آپ اشیاء اور خدمات خرید

Marfat.com

سکتے ہیں۔ اور اس مال کی محبت دل سے نکالنا اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ کرنا اور زکوٰۃ دینا، یہ دوسری قسم کا صبر ہے۔

تیسرا صبر یہ ہے کہ گانا بجانا ہو رہا ہے۔ لہو ولعب ہو رہا ہے۔ حرام مال کی رغبت ہو رہی ہے۔ تو ان تمام چیزوں کی رغبت کو رد کرنا اللہ کی خوشنودی کے لئے۔ اچھی سی فلم لگ رہی ہے اور چار بج گئے ہیں، وقت قریب آگیا ہے تو آپ اسے چھوڑ کر آجائیں اللہ کی محبت میں تو یہ ایک طرح کا صبر ہے۔ کوئی اچھا ڈرامہ آرہا ہے لیکن اذان ہوگئی تو اسے چھوڑ دیا۔ تو دنیاوی لہو لعب کی رغبت، حرام مال کی رغبت، غلط کام کی رغبت، نفسانی خواہشات، ان تمام چیزوں کو رد کرنا یہ تیسری قسم کا صبر ہے۔

تو ایک تو صبر یہ ہے کہ اطاعت وعبادت کی مشقت کو برداشت کرنا، اور بے چینی کا اظہار نہ کرنا۔ دوسرا یہ کہ راہِ الٰہی میں جو تکالیف ہوں ان کی پرواہ نہ کرنا یہ صبر ہے۔ تیسرا یہ کہ نفس اور قلب کی ضروریات جو ہیں، نفس اور قلب کی رغبتیں جو ہیں ان کو رد کرنا۔ یہ تیسری قسم کا صبر ہے۔

بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ صبر روزے کا ذکر ہے کہ اس میں بھی مشقت ہوتی ہے۔ جسمانی رغبت یہ صبر ہے، زیادہ تر مفسرین کا اجماع یہی ہے کہ عبادات کی تکلیف خندہ

پیشانی سے اٹھانا عبادات کے سلسلے میں اور رضائے الٰہی کے سلسلے میں جو تکلیفیں ہوں ان کو برداشت کرنا خندہ پیشانی سے اور پریشانی کا اظہار نہ کرنا اور نفسانی رغبتوں سے اللہ کی خوشنودی کے لئے احتراز کرنا اور اس کو برداشت کرنا۔ یہ تین قسم کے صبر ہیں۔

میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ اس میں میں دو احادیث آپ کو سناؤں گا۔ وَاسْتَعِيْنُوْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کا نمونہ، جیسے آپ کو پتہ ہے کہ "الفقر وفخری" سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ فقر جو ہے میرا فخر ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مسکین ہونا پسند فرمایا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سُنّت پر عمل فرما رہے تھے۔ یہ سمجھیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جامع رسالت کا ایک پہلو خلوتِ ابراہیمی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مسکینیت تھی۔ لیکن حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی سلطنت اور ٹھاٹھ باٹھ انہوں نے اپنے لئے نہیں پسند فرمایا۔

حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ جن کا مرید التمش تھا، فاقہ مستی میں گزارتے تھے۔ انتہائی فقر و فاقہ کی حالت میں اور کسی کی مجال نہیں تھی کہ ان کو کچھ کہہ سکے اور انہی کے مرید کے مرید خواجۂ خواجگان حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ

Marfat.com

علیہ، کہ جہاں لاکھوں کی فتوحات جمع ہوتی تھیں اور روزانہ تقسیم ہوجاتی تھیں۔ بادشاہوں سے بڑا لنگران کا ہوتا تھا۔ تو یہ مختلف نبوت اور ولایت کے طریقے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں الفقر و فخری، یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں فاقہ ہوتا تھا۔ چولہا کئی کئی دن تک نہیں جلتا تھا۔ جب وہ بھوک سے بے تاب ہوتے تھے اور اس کی تکلیف جو ہے وہ صبر کی حدود کو پھلانگنا چاہتی تھی۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجدِ نبوی میں تشریف لاتے تھے، وہاں دربار لگا ہوتا تھا لیکن آپ نماز میں مشغول ہوتے تھے۔ اور نماز سے اس قدر تھک جاتے تھے کہ پیر سوج جاتے تھے پھر جا کر استراحت فرما لیتے تھے۔ تو اس طریقے سے جو نماز ہے وہ صبر کا ایک نمونہ ہوتا ہے، صبر قائم رکھنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةَ (الخ) خَاشِعِيْنَ۔ یہ دونوں چیزیں جو ہیں صبر اور صلوٰۃ ان کے لئے یہ بہت ہی بڑی ہیں۔ بہت مشکل ہیں، بہت بھاری ہیں۔ یہ دونوں کام آسان نہیں ہیں۔ ہر مشکل میں ہر غم میں ہر تکلیف میں بے چینی کا اظہار نہ کرنا، دل کو مطمئن رکھنا یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن ہاں! ایک گروہ ہے میرے بندوں کا۔ جن کے لئے بہت

Marfat.com

آسان ہے۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ... خٰشِعِيْنَ o یہ سب کے لئے بھاری ہے سوائے ان کے جو مجھ سے ڈرتے ہیں، مجھ سے رجوع کرتے ہیں۔ اور جو لوگ خشوع و خضوع رکھتے ہیں میرے ساتھ، وہ کون لوگ ہیں؟ یعنی صبر و صلوٰۃ حاصل ہوتا ہے خشوع سے اور خشوع کس چیز سے حاصل ہوتا ہے، ایقان سے۔ کیسا ایقان؟... کہ رب ہے مالک ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے۔ منعم حقیقی ہے۔ رب اگر دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور رب نہ دینا چاہے تو کوئی لے بھی نہیں سکتا۔ اگر یہ ایقان ہو تو خشیت بھی ہوگی۔ اگر خشیت ہوگی تو صبر اور صلوٰۃ میں استقامت بھی ہوگی۔ تو فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ وَاسْتَعِيْنُوْا... خٰشِعِيْنَ o کبیرہ کا مطلب ہے کہ بھاری یا دشوار (Difficult) اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ o سوائے ان لوگوں کے جو خاشعیت کے ساتھ، عاجزی کے ساتھ رب کی طرف مائل ہوں یعنی جسم کو تو آپ نے نماز میں لگا ہی دیا ہے۔ وہ لوگ جو قلب کو نماز میں، عبادت میں لگا دیتے ہیں جو سر بھی جھکاتے ہیں اور دل بھی جھکاتے ہیں۔ ان کے لئے صبر اور صلوٰۃ آسان ہے۔ اور جب صبر اور صلوٰۃ آسان ہوگا تو ایمان اور عمل آسان ہوگا۔

اور یہ خاشعین رجوع الی اللہ والے لوگ کون ہیں؟ یہ اہلِ

Marfat.com

طریقت کون ہیں؟ یہ اہلِ دل کون ہیں؟ یہ اہلِ محبت کون ہیں؛ اوراہلِ حضوری کون ہیں، یہ خاشعین کون ہیں؟

اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ ..... رَاجِعُوْنَ ہ یہ وہ لوگ ہیں جو یہ ظن رکھتے ہیں، ایقان رکھتے ہیں، ایمان رکھتے ہیں کہ اپنے رب سے کسی دن ملنا ہے اَنَّھُمْ مُلٰقُوْا رَبِّھِمْ ..... رَاجِعُوْنَ ہ اوران کو اسی کی طرف واپس جانا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہ ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنا ہے، اسی کی طرف جانا ہے۔ توایک توان پر یہ اسی بات کا ایقان رکھتے ہیں کہ رب کے پاس جانا ہے، اور پھر رب کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ جب منزلِ مقصود ربِ الٰہی ہے۔ ربِ کریم ہے جس کے پاس تمام توانائیاں تمام قدرت اورتمام تصرفات ہیں۔ جس کی مرضی کے بغیر پتہ بھی نہیں ہلنا۔

کہ ہماری منزل ربِ کریم ہے اسی کے پاس جانا ہے۔ اس سے ملنا ہے، تو پھر رجوع الی اللہ بھی آسان ہوجاتا ہے اور جب رجوع الی اللہ آسان ہوجاتا ہے توصبر وصلوٰۃ آسان ہوجاتا ہے جب صبراورصلوٰۃ آسان ہوجاتے ہیں تو ایمان وعمل آسان ہوجاتا ہے۔ جو نسخۂ کیمیا ہے۔

لیکن بات ایمان وعمل صبراورصلوٰۃ اورخشیّتِ الٰہی تک

ختم نہیں ہوتی۔ اس نسخہ کیمیا کا ایک جز اور ہے اور وہ ہے شکر اور تذکرہ نعمت : وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا کرو۔

اور جب ہم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرتے ہیں سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیان دیتے ہیں، اور جب ہم نعتیں پڑھتے ہیں، جب ہم اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی سوانح حیات پڑھتے ہیں ان کی سیرت پڑھتے ہیں۔ ان کی تعلیمات پڑھتے ہیں ان کی منقبتیں پڑھتے ہیں تو ہم کیا کرتے ہیں۔ ہم فَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ پڑھتے ہیں اور اسی کی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تعلیم دی ہے، تو قبل اس کے کہ میں اس پر آؤں میں چوتھی چیز پر تھوڑا سا عرض کر دوں کہ یہ کن کے لئے آسان ہے؟

جو قیامت پر یقین رکھتے ہیں، ملاقات پر اور نماز کو معراج المومنین سمجھتے ہیں کہ رب سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ اور ہر نماز کو آخری سمجھ کر رب کریم کے سامنے عاجز ہو جاتے ہیں۔ نماز نے تو جسم کی پابندی میں ڈال دیا، نماز میں اللہ اکبر ہوا اور ہم نے بھی نیت کی اور ہاتھ باندھ کے کھڑے ہو گئے۔ جسم تو پابند ہو گیا نماز کا قلب جو ہے گم گشتہ ہے، بھٹک رہا ہے، کبھی بازار جا رہا ہے،

کبھی بچّوں کے پاس جارہا ہے، کبھی دفتر جارہا ہے۔

خاشعین کی نماز اور صابرین کی نماز، ان صالحین کی نماز ایسے نہیں ہوتی۔ ان کا جسم بھی نماز کا پابند ہوتا ہے، ان کا قلب بھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دل کو بھی نماز کی پابندی میں ڈالو۔ قلب اور قالب دونوں کو متوجہ کرو، خاشعین میں ہو جاؤ۔ دل جو ہے وہ لذّت کا حریص ہے، جب تک وہ ذکرِ الٰہی کی لذّت سے آشنا نہیں ہو جاتا اس وقت تک وہ بازار کی لذّت کا حریص رہے گا، اسی وقت تک تو وہ لباس کی لذّت کا حریص رہے گا۔ اس وقت تک وہ مال و دولت، عزّت و جاہ کی لذّت کا حریص رہے گا۔ لیکن جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم فاروقِ اعظم پر پڑی، تو وہی کیفیت ہوئی جس کے بارے میں علامہ اقبال نے اشارہ کیا ہے ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

جب کسی اللہ کے فقیر کی انگلی آپ کے سینے پر لگ گئی اور دل ذکرِ الٰہی کی لذّت سے آشنا ہو گیا، تو پھر غیر اللہ کی لذتیں پیچھے ہٹ جائیں گی۔ اور آپ کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف رہ جائے گا۔ تو دل کو تربیت دینا ہے ذکرِ الٰہی کی ——— جب اس کو یہ پیش آجائے گی تو پھر ذکرِ الٰہی میں بہت ہی لطف آنا شروع

Marfat.com

ہو جائے گا۔

تفسیر عزیزی تفسیر کی ایک مشہور کتاب ہے۔ اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ علم مسلمان کا دوست ہے۔ حلم یعنی عاجزی و انکساری مسلمان کا وزیر ہے، عقل اس کی رہبر ہے۔ تواضع اس کا بھائی ہے، اور صبر اس کے لشکر کا جرنیل ہے۔ صبر کی ضرورت دنیا اور دین دونوں میں ہوتی ہے۔ رشتوں میں، حقوق النفس کے معاملے میں بھی کی ضرورت ہوتی ہے، حقوق العباد اور حقوق اللہ کے بارے میں بھی صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یاد رکھیں کہ اللہ کی مخلوق میں بیٹھ کر ارشاد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر ہر وقت ارشاد و رشد الٰہی میں مرشد بن کر جینا اللہ کی مخلوق میں لاکھ درجے بہتر ہے۔ بہ نسبت اس بات کے کہ آپ ترکِ دنیا کر کے کسی پہاڑ کے غار میں چلے جائیں تو عابد و گوشہ نشین سے عالم و عارف مرشد بہتر ہے، اس لئے کہ وہ مخلوق کا ستم سہہ کے بھی اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔

کوئی وقت پر نہیں آرہا ہے، کوئی دنیاوی چیزوں کے لئے پریشان ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ صاحب آپ نے میرے پیر پر دم کیا تھا میرا پیر تو ٹھیک ہی نہیں ہوا بڑے گھٹیا قسم کے پیر ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ اللہ اللہ کرتا ہے اور لوگوں کو اللہ کی طرف

راغب کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ عابد و گوشہ نشین سے عالم اور عارف مرشد بہتر ہے، اس لئے کہ مخلوق کے ساتھ صبر کرتا ہے۔ اور صبر کے ساتھ تبلیغ دین کرتا ہے۔

اسی تفسیرِ عزیزی میں ایک حدیث کا ذکر ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک صحابی تھے، ایک دن ان کے دل میں آئی کہ میں کیا دنیا میں پھنسا ہوا ہوں۔ وہ پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ ایک غار میں گوشہ نشین ہو گئے۔ دو ایک دن وہ مسجد نبوی میں تشریف نہیں لائے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ فلاں شخص کیوں غیر حاضر ہے؛ اب اس میں دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حلقۂ ارشاد میں ہر ایک کی کتنی فکر کرتے تھے اور کتنی تواضع کرتے تھے۔ کتنا خیال کرتے تھے کہ ایک آدمی روز آرہا ہے، آج کیوں نہیں آیا۔ تو لوگوں نے واقعہ عرض کیا کہ وہ پہاڑ پر چلے گئے ہیں، غار میں بیٹھے ہوئے عبادت کر رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بُلاؤ انہیں، صحابی کو جا کر بلاؤ، کہ اللہ کے حبیب رسول اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ کو طلب کر رہے ہیں۔

چنانچہ وہ صحابی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ سلام و آداب عرض کرنے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وآلہ وسلّم نے اُن سے پوچھا کہ تم کیوں مسجدِ نبوی چھوڑ کر پہاڑ کے غار میں بیٹھ گئے؟

انہوں نے فرمایا کہ حضور! آپ پر میری آل واولاد قربان، لوگوں کی صحبت سے میری عبادت میں خلل ہوتا تھا، میں مخلوق سے دُور ہو کر غار میں جا کر بیٹھ گیا، تاکہ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کیا فرمایا؟ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی صحبت میں رہ کر دین کی مشقت برداشت کرنا ساٹھ سال تنہائی کی عبادت سے بہتر ہے۔

ہمارا دین، دینِ مصطفوی ہے۔ اگر کوئی خدائی قیدی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا حکم اس کو آجائے کہ تم فلاں کام میرا کرو، اور اس کے لئے تمہیں دُنیا سے الگ ہونا پڑے گا لیکن پھر بھی تمہیں اس صورت میں بھی ایسے بزرگان جو ہیں انہوں نے مخلوق سے اپنا رشد و ہدایت سے کنارہ کشی نہیں کی، مخلوق کو ہدایت کرتے رہے۔ اور مخلوق کی زیادتیوں پر صبر بھی کرتے رہے۔

تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کی صحبت میں رہ کر دین کی مشقت اٹھانا، برداشت کرنا ساٹھ سالہ تنہائی کی عبادت سے بہتر ہے۔

Marfat.com

مومن کی نماز قلب اور قالب دونوں سے

ہوتی ہے۔ یہ کام مشکل تو ضرور ہے، لیکن صبر کے ساتھ آسان ہو جاتا ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ ویسے روزمرہ زندگی میں اگر ہمیں کوئی کڑوی چیز یا مرچیں کھانے کو کہہ دے، تو ہم نہیں کھائیں گے، تکلیف ہے لیکن اگر ہم بیمار ہیں اور ہمیں یہ امید ہو کہ شفا ہو جائے گی تو ہم کڑوی سے کڑوی دوا پینے کے لئے تیار ہیں، موٹی سے موٹی سوئی کا انجکشن لگوانے کے لئے تیار ہیں۔ تو اچھے مستقبل کی امید میں دنیاوی معاملات میں تو ہم صبر کر لیتے ہیں تو روحانی زندگی میں بھی اچھے مستقبل کی امید میں ہمیں مشقتیں اٹھانا چاہیئے، صبر کرنا چاہیئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عبادت میں اتنا صبر کرتے تھے کہ نماز پڑھتے پڑھتے آپ کے پیر سُوج جایا کرتے تھے۔ اب اس ذکر کے بعد اب جو چوتھی چیز ہے جس کی تلقین اللہ تعالیٰ نے فرمائی ایمان وعمل، صبر و صلوٰۃ، خشیت کے ساتھ وہ ہے شکر اور ذکرِ نعمت "یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ .... عَالَمِیْنَ ۝ اے بنی اسرائیل! یاد کرو میرے احسانات، وہ نعمتیں جو میں نے تم کو عطا کیں۔ تم کو ساری دنیا پہ میں نے برتر کیا، ان سے تم کو افضل کیا، تو اس نعمت کو یاد کرو۔ اگر تمہیں اپنا دین چھوڑ کر میرے حبیب صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہٖ وسلم کے دین میں آنے میں دقت اب بھی ہو گئی ہے۔ صبر وصلوٰۃ سے بھی مشکل ہے تو ایک اور نسخہ کیمیا کا جزہے وہ ہے شکر۔ جب تم میرے احسانات کو یاد کرو گے، اس کا شکر ادا کرو گے، تو خود بخود تمہارا دل صبر اور صلوٰۃ اور خشیت پر مائل ہو گا۔

احسان مندی سعادت مندی کی سیڑھی ہے۔

احسان مند ہو گے تو شاکر رہو گے اور سعادت حاصل ہو گی سعادت کیا ہے؛ اوپر اٹھنا، ہم کہتے ہیں نا وہ بڑا سعادت مند ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بچّہ اُوپر جانے والا ہے۔ اس کے درجات۔ سعد اللہ۔ اللہ کی طرف جانے والا، اُوپر اُٹھنے والا۔ عیدِ سعید، وہ خوشی جو آپ کو رب سے ملواتی ہے۔ اوپر جانے والی خوشی ہے یہ ہولی کی خوشی نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مشقت والا مہینہ پورا کرنے کی خوشی ہے۔

لہٰذا یہ خوشی اوپر جانے والی ہے۔ اسی لئے اسے عیدِ سعید کہتے ہیں۔ تو اوپر لے جانے والی چیز کیا ہے؛ وہ صبر ہے۔ فضل وکرم اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے ان پر، جو اللہ تعالیٰ کا شکر، اللہ تعالیٰ سے مسلسل رابطہ قائم رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتے

Marfat.com

ہیں۔ جب فضل زیادہ ہو تو فضل کرنے والے کے لئے مشقت بھی زیادہ کرو۔ یہ تو وہ تجارت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیا تم وہ تجارت پسند کرتے ہو؟ جس میں کبھی کوئی گھاٹا نہیں ہے۔

تو ربّ کریم اگر ذوالفضل العظیم ہے تو پھر تمہیں اس کی عبادت میں، اس کی اطاعت میں، اس کی رضا میں، اس کے شکر میں اور زیادہ مشقت کرنا چاہیئے۔

ایمان اور تقویٰ حاصل کرنے کا طریقہ صبر اور نماز ہے۔ اور جو بھی مشکل ہو تو منعم کا شکر ادا کرو۔ اور نعمت کا ذکر کرو، رب کے سامنے اگر تمہیں جانا ہے تو خشوع وخضوع اور عاجزی اختیار کرو۔ تم پر میں نے فضل کیا ہے اس لئے کہ تم بڑے باپ کی اولاد ہو تم اسرائیل کی اولاد ہو، تم میرے اس محبوب پیغمبر یعقوب کی اولاد ہو جنہوں نے اللہ کی اطاعت میں اور اللہ کے رسول کی اطاعت میں فرشتے کو حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس جانے سے روک لیا تھا جس کے انعام میں انہیں فرشتوں جیسا لقب ملا ''اسرائیل'' جیسے جبرائیل، میکائیل، عزرائیل ہے۔ اور اسرافیل ہے۔ تم ان کی اولاد ہو تو یاد کرو کہ کتنا بڑا تم پر فضل کیا ہے کس گھرانے میں تمہیں پیدا کیا ہے۔

اور وہ تو شاکر بھی تھے اور مومن بھی تھے، مصلی بھی تھے، خاشع

Marfat.com

بھی تھے۔ توعملی طور پر صرف زبان سے شکریہ ادا کرنا نہیں ہے شکریہ جو ادا کرنا ہے وہ عملی طور پر ادا کرنا ہے، قلبی طور پر ادا کرنا ہے، دل سے اس پر ایمان لانا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔ اور دل سے محبت کے ساتھ اس کی عبادت کرنا ہے، اس کو یاد کرنا ہے۔

اور رب کو جب یاد کرو تو یاد کرو کیسی کیسی نعمتیں دی ہیں ایک تو عام نعمت دی ہے کہ اس گھرانے میں پیدا کیا ہے اور خصوصی نعمتیں دی ہیں جو کسی اُمت کو نہیں دی تھیں۔ تمہیں من وسلویٰ دیا ہے، جو بے آب وگیاہ صحرا میں، جب تم مارے مارے پھر رہے تھے، تو میں نے تمہیں بادلوں کا سایہ دیا۔ پتھریلی سنگلاخ زمینوں میں جب تم پانی کے لئے ترس رہے تھے، تو ہم نے تمہارے لئے بارہ چشمے عطا کئے۔ تمہارے لئے بحرِ قلزم کو خشک کیا۔ تمہارے لئے نیل کے دو حصّے کر کے راستہ بنایا۔ تمہیں ہم نے مصر کی حکومت دی، کنعان کی حکومت دی۔ تم میں سے داؤد اور سلیمان پیدا ہوئے اور یوسف پیدا ہوئے۔ تو کون کون سی ایسی نعمتیں ہیں جو ہم نے نہیں دیں کیا تم اس نعمت کا شکر نہیں ادا کرو گے۔ کیا اس نعمت کے شکر کے طور پر تم خشیّت کی طرف مائل نہیں ہو گے۔

کیا تم خشیّت کی طرف مائل ہو کر صبر اور صلوٰۃ کی طرف مائل نہیں ہو گے۔ صبر اور صلوٰۃ کے طفیل کیا تمہارے ایمان کو تقویت

Marfat.com

نہیں ملے گی، تمہارے اعمال نہیں سنوریں گے۔ اگر تم نے یہ راستہ اختیار کیا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین پر ایمان لائے، عمل صالح کیا، صبر اور صلوٰۃ سے ایمان اور عمل کی مشقتیں برداشت کیں۔ اور اپنے دل کو میری طرف رجوع کیا۔ جسمانی اور قلبی دونوں طور پر اپنے کو میرے حوالے کیا، اور پھر میری نعمتوں کو یاد کر کے شکر ادا کیا۔ تو تم پر مزید نعمتیں آئیں گی۔ پھر میں تم کو وہی افضلیت عطا کر دوں گا۔ پھر تم دنیا پر حکمرانی کرو گے۔

دیکھو میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو دنیا میں کس طریقے سے افضل و برتر کرتا ہوں اور ان کی حکمرانی کو قائم کرتا ہوں تمہاری قوم میں میں نے بڑے بڑے بادشاہ بڑے بڑے عالم ولی اور مشائخ پیدا کئے۔

اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ، تاکہ تمہاری نسلوں میں آئندہ بھی اولیاء مشائخ اور علماء پیدا ہوتے رہیں۔ یاد رکھو کہ نسبی بزرگی بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہیئے۔ اور اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جو اولاد ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک بزرگی دی ہے۔ ہاں اس کی شرط یہ ہے کہ ان کا ایمان سلامت ہونا چاہیئے۔

ایک گناہ گار سید ہم سے بہتر ہے ہم سرکار دو عالم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ہیں اور اگر ایمان سلامت ہے تو سرکار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور بخشش ہو جائے گی اور ان کے صدقے میں سارے کلمہ گوؤں کی بھی بخشش ہو جائے گی انشاء اللہ!

تو نسبی نسبت پر بنی اسرائیل کو تلقین کی جا رہی ہے کہ اپنی نسلی بزرگی بھی، افضلیت بھی ایک اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اسے یاد رکھو اور اس کا شکر ادا کرو۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، ایک حدیث ہے کہ موت سے سارے نسب ٹوٹ جاتے ہیں سوائے ایک میرے نسب کے۔

آلِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن بھی آلِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے اُن کی نسبت قائم رہے گی۔ جو دوسرے مسلمان ہیں وہ قیامت کے دن نفسا نفسی کے عالم میں ہوں گے ان کے باپ دادا کے ساتھ کوئی رشتہ مرنے کے بعد قائم نہیں رہے گا وہ دنیا کا رشتہ ہے۔ آخرت میں رشتہ روحانی رشتہ ہے۔ اگر آپ کسی کے اس دنیا میں غلام ہو گئے تو وہاں بھی آپ کی رُوح اُن کی غلام ہو گی۔ ان کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے۔

تو یہ چار آیات ہیں ان کی ایک بڑی اچھی صوفیانہ تفسیر ہے جو

Marfat.com

جی چاہتا ہے کہ جلدی سے بیان کردوں۔ جو پہلی دو آیات تھیں صبر و صلوٰۃ والی، فرمایا ہے کہ اس سے پہلے لوگوں کو راہِ عشق طے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور محبوبِ حقیقی نے سب کو اپنی طرف دعوت دی تھی۔

اب فرمایا گیا کہ چونکہ میرا راستہ "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" کی تفسیر ہے، کہ چونکہ میرا راستہ خاردار ہے اور اس کا عبور کرنا دشوار ہے۔ اس لئے ہم تم کو دو سواریاں یا دو بازو عطا فرماتے ہیں جن پر سوار ہو کر یا جن پر اڑ کر ہم تک پہنچو۔ ایک صبر یعنی شہواتِ نفسانیہ اور خواہشاتِ حیوانیہ سے پرہیز اور دوسرے نماز یعنی دروازۂ غیب پر معتکف رہنا، اور رب کی بارگاہ میں دائم و قائم رہنا۔ مگر یہ بھی خیال رہے کہ ان سواریوں پر سوار ہونا بھی آسان نہیں۔ یہ ہر ایک کے قبضے میں نہیں آتیں۔ سوائے ان کے جن پر حق تعالیٰ اپنی تجلی فرمائے۔ اور جس سے ان میں سکون پیدا ہو جائے۔ اور یہ تجلیٔ حق سے الفت پیدا کر دے اور خلق کی کلفت کو دور کرے۔ پھر ان کو یقین ہو جائے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن ہمیں ضرور جمالِ یار کا مشاہدہ نصیب ہوگا۔ یہ نعمت ذکر کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے۔ شکر کے لئے یہ آیت بھی بنی اسرائیل کے لئے ہے لیکن در پردہ سارے مومنین کے لئے ہے۔

Marfat.com

کہ اے لوگو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہوئی، اور یہ کہ تم کو فیضانِ نبوت حاصل کرنے کے قابل بھی بنایا اور پھر فقط قابل بنا کر ہی نہ چھوڑا، بلکہ نبوت کی ظاہری اور باطنی انوار کی شعائیں تم پر ڈالیں، جس وجہ سے تمہارا قالب شریعت کے راستے پر اور قلب راہِ طریقت کو عبور کر سکے۔

لہٰذا نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ کیوں کہ یہ اُن شعاعوں کا خاصہ ہے۔ اور تمہاری جماعت جن میں انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین سب داخل ہیں کو یہ نعمت دے کر باقی تمام عالم پر بزرگی دے دی۔

دوسری بات یہ ہے کہ فضیلت نسبی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اس شاخ میں پھول اور پھل لگتے ہیں جس کا تعلق جڑ سے ہو۔ اگر ریل گاڑی کا ڈبہ ہو جو انجن سے کٹ گیا تو وہ اپنی منزل تک نہیں پہنچے گا، تو اپنا رابطہ نسبی رشتہ سے قائم رکھو۔ اس لئے سلسلہ اور طریقت میں سلسلہ اہمیت رکھتا ہے۔ کوئی روحانی نسبت حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتۂ غلامی جڑتا ہے۔

جن لوگوں نے بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتۂ غلامی جوڑا، ان کو بزرگی پر بزرگی ملی جنہوں نے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم سے رشتہ نہ جوڑا، وہ بدترین مخلوق بن گئے۔ اور ان کی خاندانی شرافتیں ختم ہوگئیں۔

اس جماعت میں اولیاء ہوتے ہیں جن کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ جماعت اسلامی اور وہابیوں کے ہاں ولی نہیں ہوتے۔ اوّل تو وہ ولی سے منکر ہوتے ہیں، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ"

اللہ تعالیٰ نے کہا۔ آگاہ ہو جاؤ ان کے مقام سے، وہ اس وجہ سے منکر ہیں کہ چونکہ انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رشتہ نہیں جوڑا اور کہا کہ جی ہم نے جو کچھ دیکھنا ہے وہ قرآن میں دیکھ لیں گے، ہم براہِ راست اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں گے۔ تو وہ محروم ہوگئے اس فضیلت سے، بزرگی سے۔

اور اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ جب تک بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے محبوبین سے رشتہ جوڑے رکھا۔ اس وقت سے ان کے ہاں اولیاء اور مشائخ پیدا ہوتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے محبوب سے انہوں نے نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رشتہ توڑ لیا تو محروم ہوگئے اس دولت سے۔

اللہ تعالیٰ ہم پہ فضل وکرم فرمائے ہمیں ایمان پہ تقویت عطا

Marfat.com

فرمائے، ہمیں اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر اور صلوٰۃ سے ہمارے دینی کاموں کو آسان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں رجوع کی طرف رغبت پیدا کرے، خشیّت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر اور اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے قلوب کو مسخر کرے، اور استغراق عطا فرمائے اپنی یاد میں۔ اپنی بارگاہ میں حاضر کرے تو جسم و جاں اور قلب کی حضوری کے ساتھ حاضر ہوں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

Marfat.com

سُورۃ البقرہ الٓمٓ ۱

آیت نمبر ۴۳ تا ۵۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ
الرّٰکِعِیْنَ ۝ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ
اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ وَاِنَّهَا لَکَبِیْرَۃٌ
اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ۝ۙ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا
رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ
فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ
نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَۃٌ
وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝

Marfat.com

وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ
سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ
نِسَآءَکُمْ ط وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ o
وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ
فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ o

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔ جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پھرنا اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ سارے زمانے پر تمہیں بڑائی دی۔ اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی اور نہ کافر کے لئے کوئی سفارش مانی جائے اور نہ کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے

Marfat.com

اور نہ ان کی مدد ہو (اور یاد کرو) جب ہم نے تم
کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر بُرا عذاب
کرتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور
تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے
رب کی طرف سے بڑی بلا تھی یا بڑا انعام اور جب
ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچالیا
اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا"

حمد و ثنا، ساری رب ذوالجلال کے لئے ہے کہ جس کی ذاتِ پاک میں جلال و جمال کے تمام کمالات ہیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر طرح کی بے چارگی اور درماندگی سے پاک ہے اس کا دائرۂ قدرت، دستِ قدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔ وہ کچھ بھی کرنے سے مجبور نہیں ہے کہ وہ فلاں کام نہیں کر سکتا ہے زندہ کو مار دیتا ہے اور مُردوں کو جلا دیتا ہے، گنہگاروں کو بخش دیتا ہے اور وہ قادر بھی ہے، ہر چیز اس کے دستِ قدرت میں ہے۔

لاکھوں درود و سلام سرکارِ دو عالم احمد مجتبیٰ، محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رُوح پاک پر جن کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ہمیں رب کی ذاتِ پاک کا عرفان عطا فرمایا۔ رب کی عبادت سکھائی اور اطاعت سکھائی، اور ہماری خطاؤں کے لئے رب کی مغفرت کا

Marfat.com

وسیلہ بنے۔ ہماری نجات کے لئے ہماری ہدایت کا وسیلہ بنے۔

اے عزیزانِ محترم!

جو شروع کی آیات ہیں سورۃ بقرہ کی، ۴۳ سے لے کر ۵۰ تک۔ اس میں ۴۷ ویں آیت تک کی تفسیر میں نے پچھلے درس میں بیان کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے نجات کا ذریعہ کیا بنایا ہے؟ نجات کا ذریعہ یہ ہے کہ عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم دل سے مانیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانیں، اس کی ربوبیت کو مانیں۔ رب پر ایمان لائیں، رب کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔

وہ لوگ جو کہتے تھے ہم رب پر ایمان لاتے ہیں اور یومِ قیامت پر ایمان لاتے ہیں، وہ مومن نہیں ہیں۔ یہ براہِ راست تخاطب تو انہی کے لئے ہے۔ لیکن اس میں جو فلسفہ ہے، جو ہدایات ہیں، وہ ہم سب کے لئے ہیں۔ کہ ہماری نجات اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنے میں ہے۔

نسخے کا پہلا عنصر

ایمان اور شہادتِ توحیدِ الٰہی و شہادتِ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جو لوگ عظمتِ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے

میں بُخل کرتے ہیں یا اس کو چھپاتے ہیں جانتے بُوجھتے ہوئے کبھی درپردہ الفاظ میں کبھی واضح الفاظ میں، اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر کہتا ہے "تم حق کو باطل کا لباس نہ پہناؤ۔ غلط رنگ میں مت پیش کرو۔ حق کو چھپاؤ نہیں۔ تم جانتے ہو کہ حق کیا ہے؛ پھر بھی تم تھوڑے سے فائدے کے لئے نجات کا دوسرا ذریعہ ڈھونڈتے ہو۔ آخر نجات کا دوسرا ذریعہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ جس طرح سے مومنین اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عبادت کرتے تھے، جس طرح وہ عشقِ الٰہی کرتے تھے۔ جس طرح وہ ذکر کرتے تھے، جس طرح وہ رکوع، سجود اور قیام کرتے تھے، قعود کرتے تھے۔ جس طرح وہ روزہ رکھتے تھے، جس طرح سے وہ زکوٰۃ و خیرات کرتے تھے، جس طرح وہ بیماروں کی عیادت کرتے تھے۔ جس طریقے سے لوگوں کے ہاں کوئی انتقال کر گیا تو اس کی تعزیت کرتے تھے۔ جس طرح کہ اپنی عبادات، اپنے اخلاق، اپنے معمولات کو سنوارتے تھے۔ وہ طریقہ استعمال کرنا ہے اپنا کام نہیں کہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنالی اور سجدے میں گئے تو کچھ اور کہا۔

تو اے عزیزانِ محترم! پھر علمائے سُو سے بچنے کی تدبیر، یہ کہ تم وہ کام جو خود نہیں کرتے، اس کی تلقین دوسروں کو کرتے

Marfat.com

ہو، اپنے نفس کی حق تلفی کرتے ہو، خود وہ نیکی نہیں کرتے ہو۔ کیا تم یہ بات سمجھتے نہیں ہو۔ پھر وہ جو نسخۂ کیمیا ہے، نسخۂ نجات اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا یہ سارے کام مشکل ہیں۔ نفس تمہیں ان کاموں کو بڑا بنا کر پیش کرے گا۔ تو جب ایسا معاملہ ہو تو اس کے علاج چار ہیں۔

پہلا علاج تو یہ ہے کہ صبر کرو، اگر اس سے بھی کام نہ ہو تو نماز میں مشغول ہو جاؤ اور یہ دونوں صبر اور صلوٰۃ خاشعین کے لئے بہت مشکل ہیں۔ دوسروں کے لئے اللہ کی محبت، اللہ کا خوف، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حضوری کی حالت میں اپنے قلب کو رکھو گے، تو صبر بھی آسان ہو جائے گا، اور نماز بھی آسان ہو جائے گی۔ جب نماز اور صبر سے تمہاری طمانیتِ قلب ہو گی تو تم کو اطمینان میں نہ کوئی دقّت ہو گی نہ اعلائے حق میں کوئی دقّت ہو گی۔ اور آخری جو نسخہ بتایا کہ تم اپنے میں جذبۂ احسان مندی پیدا کرو، جذبۂ شکر پیدا کرو۔ میری نعمتوں کو یاد کرو کہ کیا کیا میں نے تمہیں دیا ہے۔

یہ بظاہر تو بنی اسرائیل کے لئے جس پر بڑی نعمتیں ہوئیں۔ فضیلت دی۔ لیکن ہم انسانوں کے لئے بھی ہے۔ ہمیں بھی ان نعمتوں کا اعتراف کرنا چاہیئے، انہیں یاد کرنا چاہیئے۔ تاکہ ہم پر رب کریم کی بارگاہِ عالی کے متعلق جذبۂ ممنونیت حاوی رہے۔

اب اس کے بعد تلقینِ ایمان، تلقینِ عمل، تلقینِ صلوٰۃ، تلقینِ صبر، تلقینِ خشیّت اور تلقینِ تشکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ " واتقو یوم لا تجزی..... نفس ہ " (آیت ۴۸)

اس دن سے ڈرو، واتقو، تقویٰ سے ڈرو، بچو اس دن سے، وہ کون سا دن؛ قیامت کا دن، وہ جو یوم الدین ہے۔ میں نے شروع ہی میں بتادیا تھا میں مالک یوم الدین ہوں۔ وہ روزِ جزا ہوگا اور روزِ حساب ہوگا۔ تم اس دن سے ڈرو کیوں کہ وہاں دنیا میں جو تمام آسانیاں ہیں، رعایتیں ہیں۔ اس دن وہ رعایت نہیں ہوگی۔

پہلی بات تو یہ کہ دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ تم نے کوئی کام نہیں کیا روزی نہیں کمائی، کیا کوئی اور کما کر تمہیں کھلا دیتا ہے تم نے عمل نہیں کیا، تو کسی اور نے عمل کر کے ایصالِ ثواب تمہیں کر دیا۔ آج کا دن یومِ عمل نہیں ہے، آج یومِ جزا ہے۔ آج نفسا نفسی کا دن ہے۔

یاد رکھو! " واتقو... نفس " ایک ذرّہ برابر بھی کوئی دوسری جان تمہاری جان کے بدلے کچھ پیش نہیں کرسکتا تمہاری طرف سے۔ تمہارا چھٹکارا نہیں ہوگا۔ تمہارے بدلے کوئی عمل نہیں کرسکتا، کچھ پیش نہیں کرسکتا۔ نہ یہاں جج بدل

Marfat.com

ہوسکتا ہے، نہ ایصالِ ثواب ہوتا ہے، نہ ختم پاک ہوگا۔ یہ کفار کو خطاب ہو رہا ہے۔ ہمیں بھی اس سے سبق لینا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ ابھی بنی اسرائیل کو کہہ رہے ہیں، اس کے اصول کا اطلاق ہم پہ ہوتا ہے۔ کہ اگر ہم نے ایمان، توحید اور عظمتِ رسالت کا حق ادا نہیں کیا، ہم نے نماز قائم نہیں کی۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کی۔ عبادت اس طور طریقے سے نہیں کی۔

اور اگر ہم نے مصیبت میں صبر اور صلوٰۃ سے کام نہیں لیا، دل میں خشیتِ الٰہی نہیں کیا تو ہم بڑے گھاٹے میں ہوں گے۔ ہماری صرف ایک اُمید ہے، وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ہے۔ ہماری جان و دل اور اولاد سب کچھ ان پر فدا۔

تو" واتقو یوما.... شیئاً" یہ وہ دن ہوگا کہ کوئی شخص بھی، کوئی جان بھی، کوئی نفس بھی، ایک نفس دوسرے نفس کے لئے خود کو نجات کے لئے پیش نہیں کر سکے گا۔

" ولا یقبل منہا شفاعۃ" اور کوئی کسی ایسے شخص کی جس کا ایمان نہیں ہے، کسی کافر کی کوئی شفاعت بھی نہیں کر سکتا۔ کسی مشرک کی کوئی شفاعت بھی نہیں کر سکے گا۔

اب اس آیتِ کریمہ کا سہارا لے کر بہت سے وہابی، اور

Marfat.com

پہلے زمانے کے معتزلہ وار کیا کرتے تھے۔ جب ان کا نام ونشان مِٹ گیا، انہوں نے بڑا دین میں فساد پیدا کیا، وہ مٹ گئے پچھلے دوسو سال کے اندر۔ ہماری بدقسمتی سے وہابی اور مولانا مودودی پیدا ہو گئے۔ تو میں اس کے متعلق عرض کروں گا۔

یہاں جو مطلب تفسیر عزیزیہ میں اور تفسیر کبیر میں بتایا گیا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ولا یقبل منھا شفاعۃ" تو یہ اشارہ کفار اور مشرکین کے لئے ہے۔ کلمہ گو اور توحید پرست کے لئے نہیں ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کے لئے نہیں ہے۔ ان کے متعلق میں اور آیات پڑھ کر سناؤں گا، اس حوالے سے۔

پھر " ولا یوخذ منھا عدل"۔ یہاں قصاص اور دیت والا معاملا بھی ختم ہو گیا۔ آج کے دن قصاص اور دیت نہیں ہے۔ دنیا میں تو تم قتل کر گئے، اور اس قتل کا کفارہ ادا کر دیا، پیسے دیئے اور پھانسی سے جان چھوٹ گئی۔ آج کے دن کوئی تمہارا قصاص ادا نہیں کر سکتا۔ کوئی تمہارے گناہ کے بدلے میں کچھ جرمانہ ادا کر کے تمہاری جان نہیں چھڑا سکتا۔ " ولا ھم ینصرون ہ" اور تمہاری یہاں کوئی مدد بھی نہیں کر سکتا۔ تم میرے باغی تھے، تم مجھ پر ایمان نہ لائے، میرے کہنے پر عمل نہیں

کیا۔ کہتے رہے میں آپ کو مانتا ہوں۔ لیکن جب میں نے کہا یہی میرے نبی آخرالزماں ہیں، میرے حبیب کی عظمت کو تم نے نہ مانا۔ اس وجہ سے آج تم بے یار و مددگار ہو۔

اے عزیزانِ محترم!

میں کچھ عرض کردوں، کیوں کہ یہ ایک آیت ہے جس میں اس دن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: " وَلَا یقبل منھا شفاعۃ " کہ آج کے دن کسی کی شفاعت نصیب بھی نہیں ہوگی، کفّار و مشرکین کے لئے ہے۔ اُمّتِ مسلمہ کی شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کریں گے۔ اور وہ باذنِ الٰہی فرمائیں گے۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " من ذاالذی یشفع عندہٗ الا باذنہٖ " کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کس کی مجال ہے کہ مجھ سے کسی کی کوئی شفاعت کرے۔

یہ سرکارِ دوعالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم شفاعت فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ کے اِذن سے۔ اور اُن کے طفیل علمائے حق اور علماء و مشائخ بھی شفاعت کریں گے۔ لیکن اس مسئلے میں وہابیوں، معتزلہ اور مودودیوں نے اس میں رخنہ ڈالا۔

Marfat.com

درسِ قرآن کی جو یہ تفصیل بیان کر رہا ہوں اس کا مقصد یہ ہے کہ طریقت والے وہ ساری باتیں جان جائیں اور اس کا جواب دے سکیں جو یہ زہر پھیلاتے رہتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ آیت کو ڈ کر دیں گے آؤٹ آف کنٹکس۔ جب ہمیں کافر کہنا ہوگا، تو کافروں کے متعلق جو آیتیں ہوں گی اس کو وہ ہمارے لئے لگا دیں گے۔ کہ جی یہ فلاں جگہ لکھا ہوا ہے۔

پہلے معتزلہ جو تھے عباسیوں کے زمانے میں وہ منکر تھے اور بعد میں دیوبندی شفاعت کے مُنکر ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ کسی کا مرتبہ اتنا بلند نہیں ہے۔ اور خدا کے ہاں کسی کی اتنی عزت و تکریم اور وجاہت نہیں ہے کہ جس کی یہ ہمت ہو کہ وہ شفاعت کر سکے۔ ہاں یہ ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے وہ کسی کو مار دے گا کسی کو معاف کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے چونکہ فرمایا ہے کہ غلط کام کرو گے تو میں تمہیں جہنم میں ڈال دوں گا۔ اور نیک کام کرو گے تو جنت میں۔ تو معافی قانون کی خلاف ورزی ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ مُحبّت پوری کرنے کے لئے کسی سے سفارش کروا دے گا۔ کرنا اس کو خود ہے۔ یہ بات جو ہے صریحاً ایمان کے خلاف ہے۔ بے ایمانی کی بات ہے کیوں ؟

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ وہ خالق اسباب ہے۔ تابعِ اسباب نہیں ہے۔ نیکی سبب ہے مغفرت کا۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو پابند نہیں کرتا کہ وہ گنہگار کے گناہوں کو معاف نہ کرے۔ اور ان کی مغفرت نہ کرے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ اس کا جو بنیادی فلسفہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قدوسیّت کے خلاف ہے، انحراف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ رعایت دیتے ہیں لوگوں کو کہ کب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم سوادِ اعظم کی تقلید کرو دنیا کے سارے مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ سرکارِ دوعالم محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شفیع المذنبین ہیں۔ ان کی اتنی ہمت تو نہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شفیع المذنبین نہ مانیں، ایسے لوگ ڈر کے مارے مانتے ہیں کہ عام مسلمان ناراض ہو جائیں گے، ان کی بات نہیں سنیں گے۔ کہیں گے یہ تو گمراہ ہیں۔ طریقت والوں سے تو وہ نمٹ لیں گے۔ اپنی شیطانی حجّتوں سے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ بڑی ہی قسم کی شفاعت ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو قانون کی خلاف ورزی نعوذ باللہ من ذالک کرنا ہے، اس کا قانون یہ ہے کہ نیکی کی جزا اور بُرائی کی سزا۔ اور وہ چونکہ سزا معاف کر رہا ہے تو قانون کے خلاف کر رہا ہے۔ لہٰذا ضابطہ کی

کاروائی (Formality) پوری کرنے کے لئے کسی کی سفارش کر دی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ شفاعت کا محتاج ہے، ایک طرف تو کہتے ہیں کہ وہ شفاعت کرنے والا نہیں دوسری طرف بنا رہے ہیں کہ شفاعت کا محتاج ہے۔ اور یہ کہ اس کو قدرت نہیں ہے، یہ بات غلط ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ قادیانی کہتے تو ہیں سرکارِ دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خاتم النبیینؐ ہیں۔ لیکن مطلب اس کا کچھ اور پیش کرتے ہیں اور اپنی گنجائش رکھتے ہیں۔

اسی طرح سے وہابی اور مودودی ہیں۔ ان لوگوں کا جو ایمان ہے شفاعت پر وہ بہت کمزور ہے اور غلط طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔ اب میں آپ کو کچھ آیات سُناتا ہوں، جس سے ثابت ہو گا کہ وہ غلط ہیں۔

ایک اور بات میں آپ کو بتاتا چلوں کہ جس رنگ میں جس انداز میں اُنہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفیع کے طور پر مانا ہے، اپنی کنجوسی کی وجہ سے۔ اس لئے کہ عظمتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں وہ بڑے ہی کنجوس ہیں۔ اس میں کیا کہا کہ ساری اُمت المسلمین کو شفیع بنا دیا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا، خاکم بدہن اللہ تعالیٰ نے تو

Marfat.com

بڑا رتبہ دیا ہوا ہے "قاب قوسین او ادنیٰ" اور مقامِ محمود کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ آپ درود پڑھتے ہیں تو کیا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں: اے اللہ تعالیٰ! سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلامتی بھیج، درود بھیج، یہ تو پھر ہم شفیع ہو گئے۔ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا فلسفہ کہ جو عام مسلمان کی سے شفاعت کوئی بھی کر سکتا ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بھی کریں گے، انبیاء بھی کریں گے۔ اولیاء بھی کریں گے لیکن اس کی حیثیت ایک (Form) جیسی ہے، یہ بات غلط ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت اور تمام مُسلمانوں کی دعاہیں فرق ہے۔ ہم اگر شفاعت کرتے ہیں کسی کی تو شفیع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیت المعمور میں مقامِ محمود پر فائز فرمایا ہے۔ اور مقامِ محمود کا دروازہ کھول کر وہ اُمت کی طرف دیکھیں گے اور اُمّت کی شفاعت فرمائیں گے۔

اور جہاں سے وہ شفاعت کریں گے، وہاں وہ ہوتے ہیں وہ محمود ہو جاتے ہیں جس کی حمد کی جاتی ہے۔ جب وہ مقامِ محمود پر ہوں گے، ان کا جمال وجلال خلقت دیکھے گی اور فرشتے دیکھیں گے۔ تو سب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمد بیان کریں گے۔

Marfat.com

مقامِ محمود وہ ہے جہاں ان کی حمد اور نعت بیان کی جائے اور ان کی تعریف کی جائے ۔ اقرار اُن کی عظمت کا ان کے جمال کا ان کے حسن کا، ان کے کمال کا، اس کا نام مقامِ محمود ہے ۔

مقامِ محمود ایک کرسی یا ایک جگہ کا نام نہیں ہے ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں عظمتِ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اللہ تعالیٰ کھلی آنکھوں سے ساری مخلوق ، فرشتوں اور جن و بشر ہر ایک کو دکھائے گا ۔ ان کنجوسوں کو بھی دکھائے گا، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کے معاملے میں کنجوسی کرتے ہیں ۔ ہم جیسے غلاموں کو بھی دکھائے گا، جو کم سے کم زبان سے ان کی عظمت کو مانتے ہیں ۔

تو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ؟ ” ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ “ سورۃ والضحیٰ میں فرمایا ۔ اے میرے محبوب ! تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے ۔ اس کی شانِ نزول کیا ہے ؟ پتا ہے آپ کو ۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر میں اور میرے ماں باپ فدا میری آل و اولاد فدا ، وہ تو جب بھی تنہائی خلوت میں ہوتے تھے تو اپنی اُمّت کے لئے رویا کرتے تھے ، کہ میری اُمّت کا کیا بنے گا ۔ میری اُمّت میں تو ایک سے ایک گنہگار ہوں گے ۔ میرا کلمہ پڑھ کر بھی میری بات نہیں مانیں گے ۔ کیا ہو گا ان کا ؟

ایک شب وہ اسی طرح گریہ وزاری میں تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے، اور انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا، میں اُمّت کے لئے رو رہا ہوں۔ "آپ کیوں گریہ وزاری کر رہے ہیں"۔ فرمایا کہ میں اپنی اُمّت کے لئے رو رہا ہوں۔ رب کو منانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

تو رب نے فرمایا اے جبرائیل! میرے محبوب سے کہہ دو کہ میں تمہیں مناؤں گا

اور میں تمہاری اُمّت کو بخش دُوں گا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میرا ایک بھی اُمّتی جو کلمہ گو ہو، جہنم میں رہے گا میں رب سے راضی نہیں ہوں گا۔ تو رب کریم کو مجھے راضی کرنے کے لئے میری ساری اُمّت کو بخشنا پڑے گا۔

کتنا بڑا کرم ہے میرے رب کا، سرکارِ دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت نعمت عظمیٰ ہے جس کو یاد کرنے کی تلقین اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیتوں میں دی تھی کہ میری نعمتوں کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا سب سے بڑی نعمت ہے۔ کہ کوئی اور رب نہیں ہے جو ہم سے یہ کہے کہ تم اللہ کی بات کیوں مانتے ہو میری بات مانو۔ کوئی ایسا

نہیں کہ رب دینے والا ہو تو وہ روک سکے، کوئی ایسا نہیں کہ رب کو روک سکے۔ کوئی ایسا نہیں کہ رب معاف کرنا چاہے تو وہ کہے کہ نہ معاف کرو۔

ہاں ایک ہے، ایک ہستی ہے ! کہ وہ ہستی رب کو کہہ سکتی ہے کہ اے رب! اس کو معاف کردے۔ اگر تو نہ معاف کرے گا تو میں تجھ سے راضی نہ ہوں گا۔ میں تجھ سے راضی اس وقت ہوں گا، کہ جو میرا کلمہ پڑھتا ہے، جو مجھ پر درود وسلام بھیجتا ہے، جو میری عظمت کا اقرار زبان سے کرتا ہے، میں گوارا نہیں کر سکتا کہ میرا یاد کرنے والا، مجھ پر ایمان رکھنے والا جہنم میں جل رہا ہو اور میں بیت المعمور پر بیٹھا تیرے عطا کئے ہوئے مقام محمود پر لوگوں کی حمد کو سنوں، اپنے جمال وکمال کا اعتراف سنوں اور میرا اُمتی جہنم میں جل رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبت عطا فرمائے۔ تو یہ ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شفیع المذنبین ہونے کا قرآنی ثبوت۔

ایک اور آیت ولوانھم .... رسولؐ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا، بالکل واضح الفاظ میں کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے جو گنہگار ہیں، خطا کار ہیں، ان کو

Marfat.com

صرف ایک کام کرنا ہے، بس وہ آپ کے پاس حاضر ہو جائیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کلام پاک میں ولو انھم... جاؤک۔ وہ پہنچ جائیں، تو پھر کیا ہو گا۔ فاستغفر اللہ۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔

ابھی تو باری نہیں آئی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ کہنے کی۔ ان کی شفاعت تو خود بخود اللہ تعالیٰ مان لیتا ہے، بغیر ان کی زبان کھولے ہوئے۔ صرف اتنی سی بات پر کہ کوئی اللہ کا بندہ اللہ کی توحید پر ایمان لا کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت پر ایمان لا کر، ان کی محبت میں سرشار ہو کر ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرتا ہے۔ واستغفر لھم الرسول اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کو معاف کر دیتے ہیں۔ تو یہاں شفاعت کی بات ہی نہیں ہے، یہاں تو مغفرت کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے حبیب کے پاس جاؤ تو گنہگار ہو خطا کار ہو، قیامت سے ڈرتے ہو، جہنم سے ڈرتے ہو۔ جاؤ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جن پر میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ وہ سارے مجھ پر ایمان لاتے ہیں، درود وسلام بھیجتے ہیں۔ کیونکہ میں نے حکم دیا ہوا ہے،

ان کے پاس چلے جاؤ تو صرف شفاعت ہی نہیں مغفرت بھی ملے گی، اللہ تعالیٰ گناہ معاف کردے گا۔ اور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی معاف کردیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں مغفرت کا اختیار دے دیا، معاف کرنے کا اختیار دے دیا، تو جو مجرم بھی معافی چاہے، دربارِ نبی جائے شفاعت حاصل کرے۔ میرا ایمان ہے کہ جب ہم سلام اور درود کے لئے آنکھیں بند کر کے مواجہ شریف کا تصور کرتے ہیں تو استغراق کی وجہ سے سلام پڑھتے وقت ہمارے تصور اور وجود میں اور روضۂ پاک کے درمیان کچھ باقی نہیں رہتا۔

تو آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں پیش ہو جاتے ہیں۔ اور اس آیت کے فضل و کرم سے آپ مستفیض ہو جاتے ہیں۔

یہ کتنے نادان ہیں، اپنی جانوں کے ساتھ کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں، اتنی بڑی عظمت اتنا بڑا انعام اللہ تعالیٰ نے رکھا ہوا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دست بستہ سلام پیش کرنے کا، اور اس سے وہ محروم ہو جاتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ عالم ہے کہ مسلمان اپنے گناہوں کا صدقہ لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کو پیش کر دے کہ حضور یہ ہماری طرف سے آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو پاک کر دیتے ہیں۔ ہم شفاعت کی بات کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وصلّ علیهم ان صلوٰتك سكن الله۔

"آپ مسلمانوں کے صدقے لے کر ان کو پاک فرمادیں، ان کے لئے دعا فرمادیں، ان کے قلب کو سکون نصیب ہو جائے"۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس کے لئے دعا فرمادیں، اس کو سکھ چین نصیب ہو جاتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں جو پیش ہو جاتا ہے، اس کے گناہ رب بھی معاف کر دیتا ہے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی خطائیں معاف فرمادیتے ہیں۔ تو کوئی عمل جو ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم کے بغیر نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے اہلِ طریقت کی منزلیں اس وقت تک اتنی آسان نہیں ہوتیں۔ جب تک کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نگاہِ کرم نہ ہو اور ان کے کسی غلام کی دستگیری حاصل نہ ہو۔

اے عزیزانِ قوم! ہماری پاکیزگی انہی کی نگاہِ کرم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ اپنے گناہوں کے لئے معافی مانگیں اور مومنین کے لئے مغفرت مانگیں۔ اور مومنات کے لئے

Marfat.com

مغفرت مانگیں، تو مغفرت مانگنے سے زیادہ کیا چیز ہے؟ شفاعت ہی تو ہے نا۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے فرمائیں گے، اے میرے رب! تو میری اُمّت کے فلاں فلاں مومنین اور مومنات کے گناہوں کو معاف فرما دے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرما رہے ہیں۔ شفاعت ہی تو فرما رہے ہیں۔ تو کتنے واضح الفاظ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شفاعت فرما رہے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں باقاعدہ پورا ایک باب ہے۔ ''باب الشفاعت''۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی مصلحت فرمائی کہ یہ نہیں کہا کہ قیامت کے دن صرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی شفیع المذنبین ہوں گے، سِکّہ انہیں کا چلے گا، بات انہیں کی چلے گی۔ اس لئے اگر وہ ایسا کہتا تو آج سے لے کر قیامت تک سارے لوگ ان کو جھٹلاتے بنی اسرائیل کہتے یہودی کہتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شفیع کیوں نہ ہوں۔ اور نصاریٰ کہتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دکھا دے گا کہ اگر کوئی شفیع المذنبین ہے تو ایک ہی ہے۔ وہ ذات ہے میرے محبوب کی۔ اور اس کا

بیان جو ہے وہ مشکوٰۃ شریف میں یہ لکھا ہوا ہے کہ قیامت کے دن لوگ شفاعت کی تلاش میں نفسا نفسی کے عالم میں ہوں گے۔ کوئی کسی کو پوچھنے والا نہیں ہوگا۔

ہر شخص تلاش میں ہوگا، یہاں تک کہ لوگ پہنچیں گے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں تو خود ہی اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔ اس لئے کہ مجھ سے ایک خطا ہو گئی تھی۔ آپ کسی اور کے پاس جائیں۔

وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ میری تو اولاد خود باغی ہو گئی تھی، میری آل اولاد نے حتیٰ کہ میرے بیٹے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے سے انکار کیا۔ تو میں کیسے شفاعت کروں۔ تم جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے، میری قوم تو بڑی ہی نافرمان تھی، مجھے تو رب سے بڑی ہی شرمندگی ہے۔ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ کہ میں رب کے پاس کیسے جاؤں، میری اُمت نے تو مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا تھا، میں تو اس کا بندہ اور عبد ہوں۔ میرے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں

Marfat.com

تو منتقی ہوں۔ پاک ہوں۔ اور میری قوم نے مجھے خدا بنا دیا۔ شریک بنا دیا، بیٹا بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ تو اس بات سے پاک ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہو۔ تم جاؤ احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جن کی پیشگوئی ہیں نے کی تھی۔

سورۃ مریم میں ہے کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ اسم احمد وہ آیۂ کریمہ ہے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ مومنین جائیں گے جنہوں نے اپنے وقت کی شریعت پر عمل کیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمادیں گے۔

تو اے عزیزانِ محترم! یہ ہے حقیقت شفاعت کی۔ اللہ تعالیٰ ہم پر فضل وکرم فرمائے۔ میرا جی چاہتا تھا کہ میں اس کو اور جاری رکھوں، مگر نماز کا وقت ہوگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم پر فضل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کی اور ہماری ارواح کی، ہمارے ذہن کی اور ہماری صحبتوں کی وابستگی سرکار دو عالم احمد مجتبےٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک سے رکھے۔

اللہ تعالیٰ ان کی شریعت اور طریقت کو ہمارے لئے ذریعۂ نجات بنائے، اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت نصیب فرمائے، ان

کی رحمت نصیب فرمائے، ان کی نگاہِ کرم نصیب فرمائے۔
ان کی ہدایت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نصیب فرمائے،
اللہ تعالیٰ مغفرت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے اُٹھائے،
اور ان کی اُمت کے ساتھ اپنا قرب عطا فرمائے۔

آمین!

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

سورۃ البقرہ پارہ الٓمٓ ۲

آیت ۴۸ تا ۵۳ ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰه

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ
شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا
عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ
فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ
اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ
فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝
وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ
مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى
الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

Marfat.com

ترجمہ: اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی۔ اور نہ کافر کے لئے کوئی سفارش مانی جائے اور نہ کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد ہو (اور یاد کرو) جب ہم نے فرعون والوں کو نجات بخشی کہ تم پر بُرا عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی یا بڑا انعام اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچالیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی اور تم ظالم تھے پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی کہ کہیں تم احسان مانو اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں تمیز کر دینا کہ کہیں تم راہ پر آؤ۔

Marfat.com

تمام تعریفیں رب ذوالجلال والاکرام کے لئے کہ جس کی ذات پاک میں تمام کمال اور تمام جمال ہیں۔

اے عزیزانِ محترم! میں نے ۴۸ویں سے لے کر ۵۲ویں آیات سورہ بقرہ کی تلاوت کی ہے۔ اس میں جو ۴۸ویں آیت تھی وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي ... يُنصَرُونَ ۝ اس کی انتہائی تفصیل کے ساتھ تفسیر پچھلے جمعہ کو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ اور اس سلسلے میں مسئلہ شفاعت بھی بیان کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے کہ اس دن سے ڈرو، وہ دن جس کا میں نے وعدہ کر رکھا ہے۔ وہ جو عنقریب آنے والا ہے۔ وہ یومِ حساب ہوگا، وہ یومِ جزا ہوگا۔ وہ یومِ سزا ہوگا لیکن وہ یومِ عمل نہیں ہے۔

جب تک سانس اس دنیا میں ہوتی ہے اس وقت تک عمل کی مہلت ہوتی ہے۔ اور وہاں پر نہ تو ہمیں کوئی اس دن ثواب کر کے اس کا فائدہ پہنچا سکے گا۔ کیوں کہ ایصالِ ثواب بھی اس دنیا ہی کا ایک عمل ہے اور اس دن کوئی شفاعت بھی نہیں ہو سکے گی۔ سوائے ان کے جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ اور اس دن کوئی ہمارے کسی جرم کا کفارہ بھی نہیں ادا کر سکتا۔ ہم نے جو ظلم کئے اس کا کوئی قصاص بھی نہیں ادا کر سکتا۔ اور کوئی ہمارا مددگار

Marfat.com

نہیں ہوگا۔

تو پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا، رُوحانی نعمتوں کا جو اُس کی بزرگی تھی، جو اُس کا فضل تھا، ان کا اجمالاً بیان فرمایا ہے پھر اس کے بعد یوم حساب یاد دلایا۔

اب آنے والی جو آیات ہیں یعنی ۴۹ سے لے کر ۵۳ ویں آیات، ان میں اللہ تعالیٰ نے تفصیلاً ان نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ اور پہلے دنیاوی مصیبتوں سے نجات جو سب سے بڑی نعمت ہوتی ہے۔ جب انسان کسی مشکل اور پریشانی میں ہوتا ہے، یعنی کوئی پریشانی ہو یا کوئی ظلم ہو، تو اس کی سب سے بڑی اور اوّلین ترجیح یہ ہوتی ہے کہ اس ظلم سے نجات مل جائے، اس پریشانی سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ اس دکھ سے نجات مل جائے پھر جب انسان کو پریشانی اور دُکھ سے نجات مل جاتی ہے تو پھر وہ نعمت کی تمنا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی قوم کو دونوں باتیں یاد دلائیں۔ کہ کس طریقے سے ہم نے تمہیں مصیبتوں سے نجات دلائی۔ ذلّت سے، غلامی سے اور کسمپرسی سے نجات دلائی تم بالکل بے سہارا تھے۔

حضرت ابراہیم سے لے کر حضرت یعقوب علیہ السلام

Marfat.com

تک سب ان کی اولاد بنی اسرائیل تھی۔ ان میں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی جو اولاد تھی وہ سب کی سب تو کنعان میں تھی۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام مصر چلے گئے تھے غلام بن کر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے فرعون کو ان پر مہربان کیا اور وہ خود ہی عزیزِ مصر بن گئے۔

لیکن وقت گزرتا چلا گیا اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ وہ تمام لوگ جو بنی اسرائیل کے حاکم تھے، وہ سب ختم ہو گئے۔ اور اصفہان کا ایک عطار جو قرضوں کے بوجھ تلے اتنا دب گیا کہ اپنے ملک میں نہ رہ سکا۔ وہ ہجرت کر کے شام کو گیا، اس کا نام ولید ابنِ مصعب تھا۔ اس نے شام جا کر وہاں بھی محنت مزدوری کی کوشش کی لیکن وہاں بھی ناکام رہا۔ پھر آخر کار وہ مصر چلا گیا۔ مصر میں اس نے دیکھا کہ ان دیہاتوں میں تربوز بہت سستے ہیں۔ اور شہر میں بہت مہنگے ہیں۔ تو اس نے کہا چلو تجارت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ تربوز دیہاتوں سے شہر کی طرف لے گیا۔ لیکن ظالم اور جابر حکمرانوں کی وجہ سے، وہاں طوائف الملوکی تھی۔ ہر شخص بادشاہ کے نام پر ٹیکس وصول کرتا تھا۔ تو ٹیکس دیتے دیتے اس کے سارے تربوز ختم ہو گئے۔

Marfat.com

ابنِ مصعب نے سوچا کہ یہاں تو عوام کچھ پوچھتے ہی نہیں۔ حکومت ان پر ظلم کرتی رہتی ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ تو میں بھی کیوں نہ اسی طریقے سے ٹیکس وصول کرنا شروع کردوں۔ یہ کہہ کر کہ میں فرعون حاکمِ وقت ہوں، تو کوئی نہیں پوچھے گا۔

چنانچہ وہ غریب اور مفلس انسان جا کر قبرستان میں بیٹھ گیا۔ اور وہاں مصر میں طاعون کی وباء پھیلی ہوئی تھی، اس میں جو دفن کرنے والے آتے تھے ان سے وہ ٹیکس وصول کرتا تھا، اس طرح وہ کافی امیر ہوگیا۔

اس کی خبر جب بادشاہ کو ملی تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ یہ سب ٹیکس جو میں نے جمع کئے ہیں، میں یہ آپ کی نذر کرتا ہوں۔ میں نے یہ صرف آپ کو دکھانے کے لئے کیا تھا کہ آپ کی حکومت میں کتنی بدنظمی ہے اور کس طرح سے آپ کے حکام عوام کو بھی پریشان کر رہے ہیں اور آپ کی حکومت کا ٹیکس بھی کھا رہے ہیں۔ اگر آپ مجھے موقع دیں تو میں آپ کی حکومت کے نظم و نسق کو بہتر چلاؤں گا۔

چنانچہ فرعون نے اسے ایک چھوٹے سے قصبے کا کمانڈر بنا دیا۔ پھر دھیرے دھیرے وہ سپہ سالار بن گیا، جب فرعون کا انتقال ہوا تو وہاں کے لوگوں نے اسے فرعون بنا دیا۔ یہ وہی فرعون ہے

جس کے ہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش ہوئی۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کا حوالہ دیا ہے، فرعون کے غرق ہونے کا اور بنی اسرائیل کی آزادی کا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں یہ لوگ مصر گئے تھے، بعد میں وہ فرعون کے قبطی بنے۔ جب قبطی وہاں حاکم ہو گئے تو فرعون بھی قبطیوں کا تھا یعنی ولید ابن مصعب۔ اس نے بھی اپنے دورِ حکومت میں بہت ہی ظلم کیا۔ لوگوں سے، اور خاص طور پر اسرائیلیوں سے۔

وہاں قبطی تھے اور بنی اسرائیل بھی تھے وہ ان سے غلاموں کا کام لیتے اور ان سے پتھر ڈلواتے تھے۔ ان سے روزانہ ٹیکس لیتے تھے۔ اور اگر کسی ایک دن کا بھی ٹیکس وہ ادا نہ کرتے تو ان کو زنجیروں میں پابندِ سلاسل کر دیتے تھے۔ جب ان کے ظلم کی انتہا ہوتی۔ تو فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ آئی ہے جو اس کو جلا دے گی۔ اس نے اپنے نجومیوں سے پوچھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ انہوں نے کہا بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر تمہاری حکومت کو ختم کر دے گا

اس لئے ان کو زیادہ عناد تھا کہ جب یہ بنی اسرائیل سے ولید ابن مصعب ایک غریب عطار سے اپنی چالاکی اور عیاریوں سے فرعون

Marfat.com

بنا تو اس نے کہا مجھے سجدہ کرو۔

بنی اسرائیل چونکہ صاحبانِ ایمان تھے، اس وقت انہوں نے ایک انسان کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اس کی سزا میں اس نے بنی اسرائیل پر ہر طرح کے ظلم ڈھائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ظلم برداشت کر لیں گے، لیکن تجھے سجدہ نہیں کریں گے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے جو پیغام دیا ہے وہ یہ ہے کہ دیکھو تم مفلس تھے اس وقت اور بے چارے تھے۔ تمہارے پاس اقتدار نہیں تھا۔ تم غلام اور مفلس تھے۔ تم کسی کے اقتدار کے زیرِ نگیں تھے، لیکن تم لوگ صاحبانِ ایمان تھے، اس لئے میں نے اپنی نصرت تمہارے ساتھ کر دی۔ اور تمہیں غالب کیا۔ فرعون کے اوپر۔ اور قبطیوں کے اوپر۔

آج تم صاحبِ اقتدار ہو، مدینہ منورہ کے سردار ہو۔ آج تمہارے ہاں عالم ہیں، تمہارے ہاں رئیس ہیں تم ٹیکس وصول کرتے ہو مسلمان غریب اور مفلس سے۔ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ، ورنہ قبطیوں کی طرح سے اقتدار سے اور عزت سے محروم ہو جاؤ گے۔ مفلس، ایماندار مسلمان جنہیں تم کمتر سمجھتے ہو انہیں تم پر غالب کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ پیغام دیا ہے۔

ولید ابنِ مصعب خوبصورت تھا۔ اس کا قابوس بھی تھا۔

Marfat.com

جس کا مطلب ہے روشن چنگاری۔ تو جب یہ تعبیر اسے ملی کہ ایک لڑکا بنی اسرائیل میں پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر تمہیں نیست ونابود کر دے گا۔ تو اس نے حکم دیا کہ اب آئندہ جو بچے لڑکے پیدا ہوں بنی اسرائیل میں ان سب کو ذبح کر دو۔ اور لڑکیوں کو زندہ رکھو۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اِذْ نَجَّیْنَا ..... نِسَآءَکُمْ" وہ دن یاد کرو کہ وہ تمہارے لڑکوں کو ذبح کر دیتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے' ان سے آیا کا کام لیتے تھے۔ اور یہ کہ تمہارے لئے کتنی بربادی تھی کہ وہ عورتیں اور وہ لڑکیاں جو ہیں کس طرح باعصمت ہوں گی جب ان کی حفاظت کرنے والے نہ رہیں گے۔ تو کتنی مشکل میں تمہاری قوم کو ڈال دیا تھا انہوں نے جب قریب ستّر ہزار بنی اسرائیل کے بچّے قتل کر دیئے گئے تو قبطیوں کے سردار نے فرعون سے درخواست کی کہ عالم پناہ! اگر آپ سارے بنی اسرائیلیوں کو قتل کر دیں گے، مردوں کو بچّوں کو تو پھر ہمارے کام کون کرے گا؟ ہماری غلامی کون کرے گا، تو آپ یہ سلسلہ بند کر دیں ورنہ ہم خود تباہ ہو جائیں گے۔ ہمارا سب نظام ان کی غلامی پر منحصر ہے۔

تو پھر اس نے اعلان کیا کہ ایک سال تک تمام بچے قتل

Marfat.com

ہونے سے روک دیئے جائیں گے۔ دوسرے سال جو پیدا ہوں گے سارے بچے مار ڈالے جائیں گے۔ تاکہ تھوڑے سے ان کی غلامی کے لئے باقی رہیں۔

چنانچہ حضرت عمران جو آلِ یوسف تھے، آلِ یعقوب تھے۔ ان کے ہاں پہلے ایک بیٹی پیدا ہوئی حضرت مریم علیہ السلام، اور اوران سالوں میں جن میں قتل کی معافی تھی، حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے۔ چونکہ معافی تھی اس لئے قتل نہ ہوئے۔ دو سال کے بعد پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور وہ باری تھی قتل ہونے کی۔

فرعون نے یہ کیا تھا کہ ہر بنی اسرائیل کے گھر جس میں عورت کے حاملہ ہونے کی خبر ہوتی تھی، ایک سپاہی اور ایک دایا مقرر کر دی تھی۔ تاکہ اگر لڑکے ہوں تو اسی وقت سپاہی کے حوالے کر دیئے جائیں۔ اور قتل کر دیئے جائیں۔

چنانچہ ان کے لئے بھی ایک آیا مقرر کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام میں شانِ محبوبیت پیدا کی تھی۔ جس طریقے سے سرکارِ دو عالم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں تھی۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی صفات ہیں، ان میں سے ایک نہ ایک صفت کسی نبی کو عطا ہوئی۔ تو

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بھی بڑے محبوب تھے۔ اور جو ان کو دیکھتا تھا وہ ان پر عاشق ہو جاتا تھا۔ جیسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی ساری اُمت عاشق ہے۔

تو اے عزیزانِ محترم!

جب اس آیا نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کے حسن و جمال سے وہ اتنی متاثر ہوئی کہ اس نے ان کی والدہ سے کہا۔ دیکھیں، آپ اس بچے کو کسی طرح بچا لیں چنانچہ وہ ایک بکری کا بچہ لے آئی، اس نے اسے ذبح کیا، پوٹلی میں اس کا گوشت رکھا اور سپاہی سے کہا ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تھا اس کو میں نے ذبح کر دیا، اس کا گوشت یہ ہے، میں اس کو دفن کرنے جا رہی ہوں۔

اس کے بعد فرعون نے پھر خواب دیکھا، فرعون نے دیکھا کہ ایک اژدھا اس کی طرف لپک رہا ہے۔ تو وہاں کے علماء نے اسے بتایا کہ بنی اسرائیل کا وہ لڑکا تو پیدا ہو چکا ہے۔ اور وہ ابھی زندہ ہے۔

فرعون کو بہت ہی جلال آیا۔ وہ غیظ و غضب میں آ گیا۔ اس نے کوتوالِ شہر کو بلوایا اور پوچھا کہ ایسا کیوں ہوا؟ اس نے کہا مجھے ایک سپاہی نے بتایا تھا کہ دایا نے ایسا کیا ہے۔ اس نے کہا

کہ جاؤ گھر گھر تلاشی لو۔ چنانچہ وہ تلاشی کے لئے گئے۔ ان کے ہاں تو اس وقت حضرت مریم کی گود میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، اور ایک تندور جل رہا تھا جس میں آگ دہک رہی تھی۔ دایا نے سوچا کہ وہ آئیں گے، اور ہم دونوں مارے جائیں گے۔ اللہ کا نام لے کر اس نے انہیں تندور میں ڈال دیا۔ جب ان کی ماں کو پتہ چلا تو وہ سخت قلق میں ہوئیں۔ لیکن جب سپاہی آئے تو بچہ کہیں نہیں تھا۔ ان کو شبہ بھی نہیں ہوا کہ بچے کو تندور میں ڈال دیا ہوگا، اس لئے کہ اس میں سے آگ نکل رہی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے! گلزارِ خلیل کا صدقہ کہ جب ان کی والدہ نے پریشان ہو کے دیکھا تو ان کو ذرا سی بھی آنچ نہیں آئی تھی، کہیں جلنے کا کوئی نشان بھی نہ تھا۔

تو بعض پیغمبر ایسے ہوتے ہیں جن کو نبوّت سے پہلے ہی معجزے عطا ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مریم علیہ السلام کو بچپن میں جنّتی پھل کھانے کو ملتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جھولے میں تھے، یعنی ابھی بچے تھے کہ انہوں نے بولنا شروع کر دیا کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ تمہارے لئے ہدایت لے کر آیا ہوں۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی ان انبیاء میں شمار ہے جیسے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کا نبوت سے پہلے معجزہ یہ تھا کہ جہاں سے آپ گزرتے تھے، پتھر آپ کو سلام کرنا شروع کر دیتے تھے، اور مُردہ لکڑی اور درخت آپ کے ہجر میں رویا کرتے تھے۔ جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے باغ کی کھجور۔

اے عزیزانِ محترم! اللہ کے جو پیارے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں معجزے اور کرامات عطا فرماتا ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے سوچا کہ اب تو اس کا بچنا مشکل ہے، تو میں اللہ کے بھروسے پر انہیں دریا میں ڈال دیتی ہوں۔ تو ان کے لئے ایک صندوق بنوایا۔ اس صندوق بنانے والے کے دل میں یہ لالچ آگیا کہ میں فرعون کو بتا دوں، تو مجھے انعام ملے گا اور یہ بچہ مار ڈالا جائے گا۔ صندوق جب لے کر جا رہا تھا تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا، جب اس کے دل میں یہ خیال آیا تو اس کے دونوں قدم زمین میں دھنسنے لگے اور جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم نے یہ حرکت کی تو سارے کے سارے زندہ دفن ہو جاؤ گے۔ پھر اس نے توبہ کی اور وہ صندوق دے آیا۔ دریائے نیل کی ایک نہر تھی وہ فرعون کے محل میں جاتی تھی۔ وہ صندوق مع موسیٰ علیہ السلام کے ان کے گھر پہنچ گیا۔

Marfat.com

یہ طویل قصہ ہے لیکن اس میں ہر ایک میں کوئی نہ کوئی سبق موجود ہے۔ اس وجہ سے میں اتنی تفصیل سے آپ کو بیان کر رہا ہوں۔ وہاں جب وہ محل میں پہنچا تو حضرت آسیہ علیہ السلام فرعون کی بیوی، جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے روشنی اور بصیرت عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے کہا اتنا حسین بچہ ہمیں ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری گود بھری ہے۔ آپ ہمیں اس کو پالنے دیں۔ خیر بچپن میں فرعون کو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت ہو گئی۔ آپ ابھی چھوٹے تھے دو تین سال کے کہ اس کی داڑھی نوچ لی اور ایک چپت ماردی یعنی ایک طمانچہ ماردیا پھر اس کو غصہ آیا اس نے کہا ہو سکتا ہے یہ وہی لڑکا ہو اس لئے اس نے یہ کیا ہے۔ تو حضرت آسیہ علیہا السلام نے کہا کہ آپ بچے پر اتنا غصہ کر رہے ہیں۔ وہ تو ناسمجھ ہے اس وجہ سے اس نے ایسا کیا ہے۔ تو فرعون نے کہا ابھی پتہ چل جائے گا۔

چنانچہ اس نے ایک طشت منگوایا، جس میں انگارے تھے اور ایک طشت منگوایا جس میں سونا تھا، وہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ سونا جو چمک رہا تھا اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کا ہاتھ پکڑ کے انگارہ کی طرف کر دیا۔ انہوں نے انگارہ

Marfat.com

اٹھایا اور مُنہ میں ڈال لیا، اس کی وجہ سے ان کی زبان میں لُکنت آگئی تھی۔ جس کے لئے انہوں نے دُعا فرمائی "رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ" کہ اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے، میری زبان کی گرہ کو کھول دے اور میری بات دوسروں تک پہنچا دے"۔ یہ دعا مشہور آیت ہے۔

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ..... قَوْلِیْ اے اللہ! علم کلام عطا فرما شرح صدر فرما۔ اے ربّ کریم مسائل کو میری زبان پر حل فرما دے۔ میرے اہل میں سے میرا کوئی وزیر بنا دے۔ ہارون میرے اخی کو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر بنایا، مددگار بنایا۔ یہ اس لئے تاکہ ہم تیری تسبیح کریں تیرے دین کی تبلیغ کریں، اور تیرا شکر ادا کریں۔

تو اے عزیزانِ محترم! جب انہوں نے انگارہ مُنہ میں رکھ لیا تو حضرت آسیہ نے فرمایا کہ دیکھو میں نہیں کہہ رہی تھی، کہ یہ بچّہ ہے اور اس نے انگارہ مُنہ میں رکھ لیا۔ تب جا کر ان کی جان بخشی ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بڑے ہو گئے تو انہیں بنی

Marfat.com

اسرائیل پر ظلم کا احساس بڑھتا گیا۔ حالاں کہ وہ ان کے سینئر کمانڈر تھے۔ فرعون کے ہاں ان کا بڑا رتبہ تھا اور وہ ولی عہد تھے۔ لیکن اس نظام کے خلاف، ناانصافی کے خلاف انہوں نے بغاوت کی۔

ایک دفعہ ایک اسرائیلی پر ایک قبطی ظلم کر رہا تھا اور اس کو مار رہا تھا، بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔ آپ نے اس قبطی کو ایک مکہ مارا اور وہ مر گیا، سارے قبطیوں نے فرعون کو مجبور کیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قصاص دلوائے۔

پھر ایک واقعہ ہوا جس میں بنی اسرائیل کے ایک آدمی کی قبطیوں سے لڑائی ہو رہی تھی، اس میں ظلم و زبردستی بنی اسرائیلی کر رہا تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔ ان کو الگ کر دیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتہ چلا کہ فرعون نے بالکل یقین کر لیا ہے کہ میں وہی ہوں جس سے بنی اسرائیل کو نجات ملے گی، تو راتوں رات حکم ہوا اور وہ مدین کی طرف چلے گئے۔ مدین کی طرف جا کر حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں گئے۔ اور ان کی بڑی بیٹی صفورا سے ان کی شادی ہوئی۔ جس کے عوض انہیں بیس سال تک ان کے مویشی چرانے پڑے۔

عزیزانِ محترم! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے

دوبارہ چلے تو انہیں نبوّت حاصل ہو گئی۔ ہوا یوں کہ راستے میں آگ لینے کے لئے کوہِ طور پر گئے تو ان کو وہاں بلایا گیا کہ آؤ ہم تم سے کلام کروں گا اور تمہیں ہدایت دُوں گا۔

اس کے برعکس یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ شرط تھی کہ طُور پر آؤ تو ہم سے ملاقات ہو سکے گی، ہم سے بات ہو سکے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ اعزاز تھا کہ وہ مکّے میں رہے تو قرآن اترتا رہا، مدینہ منورہ میں رہے تو قرآن اُترتا رہا۔ لہٰذا مکی سورتیں بھی ہیں اور مدنی سورتیں بھی ہیں۔

پھر جب توریت اُتری تو اس کے لئے شرائط تھیں کہ پہلے تیس دن کا روزہ رکھو اس کے بعد میرے پاس آؤ۔ اپنا تزکیہ کرو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی تھے وہاں قرآن اُتار اگیا۔

مختصراً یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر واپس مصر آئے اور تبلیغ کرنے لگے۔ لیکن فرعون نے کہا یہ تو جادُوگر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمت دی اور کہا کہ اے موسیٰ! ڈرو نہیں، تم اپنا عصا پھینکو۔ جب عصا پھینکا تو وہ اژدھا بن گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے

ڈرو نہیں، اس کو دوبارہ پکڑو تمہارا عصا بن جائے گا۔ یہ قصہ سورۃ طٰہٰ میں ہے کہ کس طرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں گئے، اس کو دعوتِ ایمان دی۔ اس نے بہت سارے جادوگروں کو بلایا ہوا تھا۔ جو مصر کے بڑے بڑے جادوگر تھے۔ وہاں انہوں نے جادو کے سانپ ڈالے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے سب کو ختم کر دیا۔ اس پر وہ جتنے جادوگر تھے سب ایمان لائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائے۔

فرعون نے ان سے کہا کہ تم بغیر میری اجازت کے ایمان کیسے لائے۔ میں تمہیں سولی پر چڑھا دوں گا۔ تمہارے ہاتھ پیر کاٹ دوں گا۔ انہوں نے کہا ہم نے تو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ہے۔ تو اب چاہے سُولی پہ چڑھاؤ یا ہاتھ پیر کاٹو، ہم تو ایمان لائے یہ کہہ کر انہوں نے اپنے کو حوالے کر دیا۔ اور فرعون ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعون نے (Compaign) یعنی مہم شروع کی کہ ان سب بنی اسرائیلیوں کو ختم کر دینا ہے۔ قبل اس کے کہ فرعون اپنے منصوبے پر عمل شروع کرتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتا دیا گیا کہ تم راتوں رات بحرِ قلزم سے پار چلے

Marfat.com

جاؤ۔ کتابوں میں دریائے نیل لکھا ہے۔ لیکن دریائے نیل نہیں وہ دریائے قلزم ہے یعنی (Red Sea)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سارے اسرائیلیوں کو تیار کیا کہ وہ سب شہر کے باہر جمع ہو جائیں۔ ساڑھے ستر ہزار بنی اسرائیلی جمع ہوئے۔ اس دن یوم عاشورہ تھا۔ دسویں محرم، جمعہ کی شب تھی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ دن بہت ہی پسند ہے۔

فرعون نے کہا کہ سب اسرائیلی شہر کے باہر کیوں جمع ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت آدم علیہ السلام کی مغفرت کا دن منا رہے ہیں، اس کی عید منا رہے ہیں، اس کا جشن منانے کے لئے ہم جمع ہیں۔ ہم شہر سے باہر عبادت کریں گے۔ اور انہوں نے قبطیوں سے بہت سارا ساز و سامان بھی لے لیا، ان سے قیمتی زیورات لئے، سونا لیا اور کہا کہ ہم عبادت کے بعد واپس کر دیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اس سمندر کے راستے سے چلیں، جب آپ جائیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس میں سے بارہ راستے بن جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت تھی کہ جب وہ مصر سے ہجرت کریں تو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر سے ان کا تابوت بھی لے کر جائیں۔ چنانچہ جب وہ گئے تو بہت سارے ان کے

بنی اسرائیلیوں میں سے بارہ راستوں میں راستہ بھول گئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا بنی اسرائیل کے بزرگوں سے، تو انہوں نے کہا ہم تو حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت لینا بھول گئے ہیں۔

تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی راہنمائی کی، وہ گئے اور تابوت لائے۔ پھر جب وہ سب روانہ ہوئے تو راستہ بن گیا۔ یعنی پانی کی دیواریں کھڑی ہوگئیں۔ اور بارہ راستے بن گئے۔ اور جب فرعون کو پتہ چلا کہ وہ اس راستے سے گئے ہیں تو اس نے گھڑسواروں کی اپنی فوج تیار کی اور ان کا پیچھا کیا۔ ہامان جو اس کا وزیر تھا اس نے کہا کہ بنی اسرائیل کی مدد تو بنی اسرائیل کے خدا نے کی ہے۔ اگر آپ اس راستے سے جائیں گے تو غرق ہوجائیں گے۔ آپ کشتی سے پانی کے اوپر سے جائیں۔ لیکن وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوا اور کہا کہ نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ دریا میری بھی اطاعت کرے گا۔ چنانچہ وہ اور اس کی فوج گئی اور وہ سارے کے سارے غرق ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سارے کرب عظیم میں تھے، تو میری اس نعمت کو یاد کرو کہ تمہیں غلامی سے کس طریقے سے میں نے نجات دلائی، کتنی تمہیں ذلت تھی۔ تمہارے بچے مار دیئے جاتے

تھے، عورتیں زندہ رکھی جاتی تھیں تم سے جمعداروں کا کام لیا جاتا تھا۔ تم گھروں کی صفائی کرتے تھے۔ گلیوں کی صفائی کرتے تھے، جھاڑو دیتے تھے، پتھر اٹھاتے تھے، تمہارے ہاتھ پیر باندھ دیئے جاتے تھے، میں نے اس ظلم سے تمہیں نجات دلائی۔

"وَاِذْ نَجَّیْنٰا..... عَذَابٌ ۝ تم یاد تو کرو کہ آلِ فرعون تم کو عذاب کی طرف لے جاتے تھے۔ تمہارے بچوں کو ذبح کرتے تھے۔ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ اور اس مصیبت میں بھی اور اس پریشانی اور ابتلا میں بھی تمہارے لئے رب کی طرف سے ایک بڑا وعدہ تھا تم یہ بھی یاد کرو۔

وَاِذْ فَرَقْنَا..... تَنْظُرُوْنَ ۝ اور ہم نے دریا کو، سمندر کو پھاڑ دیا۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ پانی کی دیواریں بنا دیں۔ اور تم کو نجات دلا دی۔ فَاَنْجَیْنٰا نجوم سے ہے، اس کا مطلب ہے کسی بلندی پر لے جانا۔ جہاں سے آدمی غرق ہو رہا ہو، پریشان ہو رہا ہو، وہاں سے اس مصیبت سے بلند ہو جانا۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت اور ذلت کی زندگی سے تمہیں بلند فرمایا، تمہیں اس غلامی سے نجات دلائی۔ تمہیں مصر کی غلامی سے نکالا تم کو پار کرایا" وَاَغْرَقْنَا اٰلَ... تَنْظُرُوْنَ

Marfat.com

وہ جو مردوں کو بچّوں کو ذبح کرتے تھے، ان کے سارے مرد دریا میں ڈوب گئے۔ اُن کی عورتیں وہاں پر مصر میں ہی رہ گئیں۔ اور تم سب نے یہ منظر دیکھا ہے۔ تو اب تم کیوں بھول جاتے ہو۔ میری اس شان کو کیوں بھول جاتے ہو۔ کہ ایمان رکھنے والا چاہے وہ غلام ہو، مفلس ہو یا چاہے وہ بے ذات ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات قوی ہے اور وہ نصیر ہے۔ اور بالآخر وہ صاحبِ ایمان کو غلبہ عطا فرماتا ہے۔ اگر تم دولت کی محبت میں، حکومت کی محبت میں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے ہو تو تم صریحًا غلطی پر ہو۔ تم سے وہ سب کچھ چھن جائے گا، تمہارا ملک تمہاری امارت اور تمہاری عزت سب مٹی میں مل جائے گی۔ اگر تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے، تم نے حقیقت کو چھپایا۔

اللہ تعالیٰ اور فرماتا ہے "وَاِذْ وٰعَدْنَا .... تَعْلَمُوْنَ ؕ
اور تم کو تو میں نے بار بار خطاؤں پہ بھی معاف کیا ہے۔ کیا تم کو یاد نہیں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دینے کے لئے چالیس راتوں کے بعد بلایا تھا، تو تم نے گائے کا بچھڑا پکڑ لیا اور اس کو اپنا خدا بنا لیا اور تم سب گنہگار اور ظالم ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ان کو نجات دلادی، تو

Marfat.com

ان سب کے پاس ان کے لائے ہوئے قبطیوں کے سونے کے زیورات تھے جو انہوں نے شام ہجر کے لئے یہ بہانا کر کے لئے تھے کہ ہمیں عبادت کے لئے درکار ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے دریائے قلزم پار کر لیا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے یہ جائز نہیں کیا تھا کہ وہ سونے کو اپنے پاس رکھیں۔ اس لئے کہا تھا کہ پھینک دو۔ سامری جو جادوگر تھا اور سنار تھا اس نے کہا کہ تم سب اپنا سونا دے دو تو میں بڑا خوب صورت سا گائے کا بچھڑا بنا دوں گا تمہارے لئے اس نے تمام سونے کو پگھلا کر ایک بہت ہی خوب صورت سا بچھڑا بنایا اور ان لوگوں نے اس کو بہت پسند کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مجھ سے کلام کرنا ہے۔ مجھ سے کتاب لینی ہے تو پہلے تیس دن روزے رکھو اور میری شرط پوری کرو۔ لہٰذا انہوں نے تیس دن تک روزہ رکھا۔ پھر ان کو یہ خیال آیا کہ میں نے تیس دن روزہ رکھا ہے تو میرے منہ سے بو آ رہی ہے روزے کی۔ تو میں دس دن اور ٹھہر جاؤں اور مسواک وغیرہ کرتا ہوں۔ اس طرح انہوں نے بقیہ جو دس دن اور لگانے کی نیت کی تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مجھے تو روزہ داروں کے منہ کی خوشبو پسند ہے تو اب تم دس دن اور روزہ رکھو تب میرے پاس آؤ۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کا یہ خیال تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تیس دن کے بعد توریت لے کر آئیں گے جس میں ہمارے لئے احکام ہوں گے۔ جب تیس دن کے بعد وہ نہیں آئے تو سامری نے کہا کہ دیکھو تمہارے موسیٰ تو چلے گئے، اب کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ میں نے یہ بچھڑا بنایا ہے اس کی تم عبادت کرو۔ بچھڑا کیا تھا وہ ایک سمبل تھا حرص کا کہ دنیاوی مال و دولت کی پُوجا کرنا، اللہ کو چھوڑ کر۔ تو وہ سونے کا بچھڑا جو ہے، انہوں نے اس کی پُوجا کرنا شروع کر دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب توریت لے کر واپس آئے تو دیکھا کہ ان کی قوم بنی اسرائیل بچھڑے کی عبادت کر رہی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت ہی ناراض ہوئے۔ خاص طور پر اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام پر بہت ہی ناراض ہوئے۔ کہ جب تک میں بنی اسرائیل کے ساتھ تھا ان کا ایمان سلامت تھا، تم ان کو سنبھال نہیں سکے۔

پتہ چلا کہ یہ صرف اللہ کے نبی یا ان کے ورثاء کی ذمہ داری ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کے نبی اپنے نگاہِ کرم سے اپنے فیضِ نگاہ سے لوگوں کے ایمان کو سلامت رکھ سکتے ہیں۔ یہ کام حضرت ہارون علیہ السلام سے

Marfat.com

نہیں ہو سکا۔ انہوں نے کہہ دیا یہ لوگ میرے قابو میں نہیں آئے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام آئے۔ جس کو اللہ نے مینڈیٹ دیا ہو۔ اپنی مخلوق کی ہدایت کی۔ اسی سے لوگ ہدایت پاتے ہیں، اور کسی سے ہدایت نہیں پاتے۔ اور کسی کے قابو میں ان کے دل نہیں آسکتے۔ سوائے اس کے جن کی نگاہوں کو اللہ تعالیٰ نے فیض دیا ہو۔ کہ کسی کے قلب پہ وہ نگاہ کریں تو اس کے دل میں ایک قندیل ایمان کی روشن ہو جائے۔

تو یہ سامری کا قصہ سنہرے بچھڑے کا قصہ جو ہے یہ اس اصول کی یاد دہانی کرتا ہے کہ دیکھ مجھ سے جنہیں ہدایت کا مینڈیٹ ملا ہے، جنہیں میں نے فیضِ نگاہ عطا کیا ہے انہیں سے ایمان کی قندیل روشن رہ سکتی ہے ورنہ بجھ جائے گی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ظاہر ہے زمین کی محبت اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو یاد دلاتا ہے کہ ایک تو غلامی سے تمہیں نجات دلائی، ایک نعمت یہ تھی اور دوسری نعمت یہ کہ جب تم ایمان سے روگرداں ہو گئے تو میں نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے تمہیں معافی دلوائی اور تمہیں دوبارہ دائرۂ ایمان میں لے آیا، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کو ہمیشہ یاد رکھو۔

اِذْ وٰعَدْنَا.... ظٰلِمُوْنَ ۝ تمہیں یاد نہیں کہ میں نے موسیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ ۴۰ راتوں کے بعد آؤ گے تو میں تمہیں اپنی کتاب دوں گا۔ تم نے اس دوران سامری کے بچھڑے کو پکڑ لیا، اور اس کو اپنا معبود بنالیا۔ اور تم بڑے ہی ظلم کرنے والے ہو۔

"ثُمَّ عَفَوْنَا..... تَشْكُرُوْنَ ۝" میں نے تو اپنے محبوب اور اپنے رسول موسیٰ کی دل جوئی کے لئے اس صریحاً بغاوت کے بعد بھی تمہیں معاف کر دیا۔ تاکہ تم شکر ادا کرو، کیا آج تم وہ شکر ادا کر رہے ہو۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کر کے آج تم وہی زر و جواہر اور سونا جو تم اہلِ یثرب سے اکٹھا کرتے تھے اسی کی محبت میں تم ایمان سے گریزاں ہو۔ تم جھوٹ کو سچ سے ملا رہے ہو، تم اپنی کتابوں میں تحریف کر رہے ہو۔ میرے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے تو تم ان کے فضائل بیان کیا کرتے تھے، ان کی سیرت بیان کرتے تھے۔ آج تم میں اتنا حسد پیدا ہو گیا کہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں وہ بنی اسماعیل سے ہیں۔ تو تم انہیں نبی نہیں مانتے۔ تم اس سونے کی محبت میں جس سونے سے سامری کا بچھڑا بنا تھا، تم ایمان سے گریزاں ہو۔ میں نے تو تمہیں یہ سب نعمتیں اور عذاب سے نجات دی تھی۔ تمہیں پھر دوبارہ دولت اور حکومت

دی تھی۔ تمہاری خطائیں بار بار معاف کی تھیں۔ اس لئے کہ تم میرے شکر گزار بندے بن کر رہو گے۔ لیکن افسوس تمہیں شکر کرنا نہیں آتا، تم ناشکرے ہو۔

نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ .... مُنِیْرًاہ" قیامت کے دن اگر تم ایمان نہیں لائے تو تمہاری کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔ اگر تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے" وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی" کہ میں تم کو اتنا دوں گا کہ تم کو راضی کردوں گا۔ اور انہوں نے جبرائیل امین سے کہہ دیا کہ جب تک میرا ایک اُمتی بھی جہنم میں ہوگا، میں راضی نہیں ہوں گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

وہ جو راہِ نجات ہے وہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تمہیں دکھا رہے ہیں۔ اس راستے پہ آجاؤ۔ اس محروم اور بے یار و مددگار رہنے سے اور گنہگار و مجرم کے طور پر قیامت کے دن پیش ہونے سے بہتر تو یہ ہے کہ تم سچ کا اظہار کرو، میرا شکر ادا کرو۔ دولت اور دنیا کی محبت کو دل سے ترک کردو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کو اپنی زادِ راہ بنالو۔ اور مشرف بہ ایمان ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم

سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کے شکر کی توفیق عطا فرمائے کہ اس نے ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں بھیجا۔ ہمیں کلمۂ طیبہ عطا فرمایا۔ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم اپنی زبان سے اور اپنے قلب سے کہیں کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو سلامت رکھے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں پر شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر پر ہمیں راضی رکھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے پر ہمیں صبر عطا فرمائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥

سورۃ بقرۃ پارہ الٓمّٓ
آیت ۵۰ تا ۵۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَآ
اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ہ وَاِذْ وٰعَدْنَا
مُوْسٰٓی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ
مِنْ بَعْدِہٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ہ ثُمَّ عَفَوْنَا
عَنْکُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ہ
وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّکُمْ
تَھْتَدُوْنَ ہ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ
اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ
فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ
ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ فَتَابَ
عَلَیْکُمْ اِنَّہٗ ھُوَالتَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ہ وَ
اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی

نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ
وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ
بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَظَلَّلْنَا
عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ
وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ
وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

"اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچا لیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا، اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور تم ظالم تھے پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی کہ کہیں تم احسان مانو اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں تمیز کر دینا کہ کہیں تم راہ پر آؤ، اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا

Marfat.com

کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے
تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بے شک وہی
ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان اور جب
تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں
گے جب تک اعلانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں
کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے پھر مرے
پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان
مانو اور ہم نے ابر کو تمہارا سائبان کیا اور تم پر من
اور سلویٰ اُتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری
چیزیں اور انہوں نے کچھ ہمارا نہ بگاڑا ہاں اپنی
ہی جانوں کا بگاڑ کرتے تھے۔"

اے عزیزانِ محترم!

میں نے ۵۰ سے لے کر ۵۷ ویں آیت تک سورۃ بقرہ کی تلاوت کی ہے۔ ہم نے ۵۱ سے لے کر ۵۴، آیت کی تفسیر پچھلی نشست میں بیان کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اب تک بنی اسرائیل سے اپنی پانچ نعمتوں کا ذکر کیا اور اس کی یاد دہانی کرائی کہ کیا کیا نعمتیں ہم نے تم کو دی ہیں۔ تم کو کتاب دی، فرقان دیا، تم کو فرعون کے ظلم سے نجات

Marfat.com

دی، تم کو عزت دی، تم کو نیا ملک دیا اور حکومت دی۔ لیکن تم ہر حالت میں بغاوت کرتے رہے اور ہم تم کو معاف کرتے رہے۔ تاکہ تم شکر ادا کرو، تم ہدایت پا جاؤ۔

اب اللہ تعالیٰ نے ۵۳ ویں اور ۵۴ ویں آیت میں دو چیزوں کی یعنی اپنی چوتھی اور پانچویں نعمت کا ذکر کیا کہ تم کو ہم نے ہدایت دی، کتاب دی اور تم کو فرقان عطا فرمایا۔ تمیز عطا فرمائی فرق کرنے میں، اچھائی اور برائی میں، کفر اور ایمان میں، حلال اور حرام میں۔ یعنی ہم نے تم کو واضح کر دینے کی سوجھ بوجھ، صحیح راستے کو اپنانے کی سوجھ بوجھ عطا فرمائی۔

پھر جیسا میں نے عرض کیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم نے میرے پیچھے بے صبری میں کیا کر دیا، تم نے تو شرک کیا، تم نے بچھڑے کو اپنا خدا بنا لیا، تو اب تمہارا کفارہ اسی طرح سے ادا ہو سکتا ہے، تمہاری توبہ اسی طرح قبول ہو سکتی ہے، کہ تم اپنے کو قتل کرو، اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرو۔

اس کی تفصیل میں نے پہلے بیان کی تھی، کہ جس میں ستر ہزار بنی اسرائیل قتل ہو گئے۔ اس جرم میں کہ انہوں نے بچھڑے کو اپنا خدا بنا لیا تھا اور جو باقی بچ گئے وہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تھے، اُن کی توبہ قبول ہوئی کیوں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول

Marfat.com

کرنے والا ہے۔

ہمیں چاہیئے کہ جب ہم سے خطائیں ہوں، تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف متوجہ ہوں۔ اس لئے کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ ۵۵ ویں آیت میں اپنی چھٹی نعمت کا ذکر بنی اسرائیل سے کر رہا ہے۔ تم تو بڑے لاڈلے ہو۔ تمہارے ساتھ تو میں نے اتنا سلوک کیا ہے۔ اور تم نے بار بار بغاوت کی ہے، بار بار تم نے بدعہدی کی۔ ہم نے بار بار تم پر کرم کیا ہے۔ اور کرم بالائے کرم تم پر یہ ہوا ہے کہ:

اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی ... جَھْرَةً ۚ اور جب تم نے موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰ ہم تو ایمان نہیں لائیں گے حَتّٰی نَرَى اللّٰهَ جَھْرَةً حتیٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہ لیں واضح طور پر۔ وہ کہتے ہیں کہ جب تک رب صاف صاف ہمیں نظر نہ آئے گا۔

بات یہ ہوئی تھی کہ جب ستّر ہزار آدمی قتل ہو گئے تو جو باقی بچے تھے، ان میں سے ستّر پاکیزہ اور بزرگ لوگوں کو، جو مومن تھے انہی لوگوں میں سے، جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے منتخب کیا اور کہا کہ تمہیں سزا تو مل چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا، کہ تم اپنے کو قتل کرو گے تمہیں نجات مل جائے گی اپنے عذاب

Marfat.com

سے ۔ تواب تم یہ کرو کہ میرے ساتھ چلو کوہِ طور پر، جہاں اللہ تعالیٰ مجھ سے کلام کرتا ہے۔ وہ جگہ متبرک ہے اور وہاں جاکر تم توبہ کرو۔ انہوں نے حکم دیا کہ وہاں جاکر غسل کرو اور اس کے بعد تین روزے رکھو ۔تین روز تک تسبیح اور تہلیل کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور معافی مانگو۔

اس سے چند اصول مرتب ہوتے ہیں ۔اس آیہ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایک تو یہ عبادت ہے اور توبہ کا بہترین مقام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے شعائر اللہ بنالیا ہے۔ اور شعائر اللہ وہ مقام ہوتا ہے، جس کی وابستگی یا جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کے محبوبین سے ہوتی ہے، انبیاء سے ہوتی ہے اور اولیاء سے ہوتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ .... شَعَائِرِ اللّٰهِ ؕ صفا و مروہ شعائر اللہ ہیں ۔ تو اس پر تم دوڑتے ہو تو کوئی گناہ اس پر نہیں ہے ۔ بلکہ شعائر اللہ پہ محبوبین کی سُنّت ادا کرنا عین عبادت ہے ۔ تو کوہ طور بھی شعائر اللہ میں سے تھا۔ تو جو جگہ اللہ کو پسند ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے کرامت بخشی ہو، جیسے کہ روضۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ، جیسے خانہ کعبہ یا مسجد الاقصیٰ ، جیسے کہ کوہِ طور یا غارِ حرا یا غارِ ثور۔ جیسے کہ ان کے محبوبین کے مزارات شریف ۔

Marfat.com

جس جگہ کو اللہ تعالیٰ نے کرامت بخشی ہو، وہ جگہ وسیلۂ نجات بن جاتی ہے۔ وہ جگہ قبولیتِ دُعا اور قبولیت توبہ بن جاتی ہے، وہ مقامِ دُعا بن جاتی ہے۔ اس جگہ فقیر اور عام لوگوں کی دُعا میں کیا فرق ہوتا ہے؟ عام لوگ جہاں بیٹھے ہوتے ہیں، وہیں ہاتھ اٹھا دیا لیکن فقیر مقامِ دُعا پر پہنچ کر دُعا کرتا ہے۔ یعنی جو قبولیتِ دُعا کا مقام ہے، وہاں پہنچ کر وہ دُعا کرتا ہے وہ مقام دُعا کا ایک حصّہ بن جاتا ہے اور پھر اس کی دُعا قبول ہو جاتی ہے۔ تو ہم جو کہتے رہتے ہیں کہ یہ شرک ہے۔ کسی کے وسیلہ سے کیوں کریں۔ کسی جگہ کی کیا قید ہے۔ مدینہ منوّرہ جانا کیوں ضروری ہے اور فلاں قبر پہ اور فلاں مزارات پر جانا کیوں ضروری ہے؟

ذرا اس کو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا کیا تھا۔ اور بزرگانِ دین نے کیا کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سفر میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں جہاں قدم رکھتے تھے وہاں وہاں صحابہ کرام نمازیں اور سجدے ادا کیا کرتے تھے۔

تو بات یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ ستّر مومن تھے، جو نسبتاً بہتر بنی اسرائیلی تھے، جنہوں نے شرک نہیں کیا تھا انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کا ساتھ دیا تھا۔ ان میں سے جو

بہترین لوگ تھے، ان کا انتخاب کیا تھا کہ تم چلو میرے ساتھ کوہِ طور پر جہاں اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کرم ہوتا ہے، جہاں اللہ تعالیٰ مجھ سے بات کرتا ہے۔ تم وہاں چلو، وہاں طہارت کرو۔ غسل کرو اور وہاں روزے رکھو، وہاں تزکیۂ نفس کرو۔ روزہ کیا ہے؟ تزکیۂ نفس ہے۔ وہاں تسبیح و تہلیل کرو، تاکہ تمہارا دل اللہ تعالیٰ سے قریب ہو۔ ذکر و فکر کرو اور اس کے بعد اس مقام پہ توبہ کرو۔

جب وہاں پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہم سے کلام کیا۔ انہوں نے کہا ہم بھی آواز سنیں، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کیا کہ:۔

"اے بنی اسرائیلیو! "اِنِّیْ عَلَی اللّٰہِ" میں اللہ ہوں۔ میرے علاوہ کوئی قابلِ عبادت نہیں ہے، تم میرے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں اسی مکّہ کو عزت بخشنے والا رب ہوں جہاں پہ تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تھے۔ میں نے تم کو مصر سے نکال کر شام میں جہاد کے لئے بھیجا ہے، تم میرے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا۔"

جب انہوں نے یہ آواز سُنی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ دیکھو تم نے اللہ تعالیٰ کی آواز سُنی۔ انہوں نے کہا سُنی تو۔

وہ کیسی بدبخت قوم تھی کہ جن کے بزرگ لوگ بھی اس قسم کی باتیں کرتے تھے۔ انہوں نے کیا کہا: "ہاں سُنی تو"، لیکن ہمیں کیا پتہ کہ یہ کس کی آواز تھی؛ ہم تو اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم واضح طور پر خود رب کو نہ دیکھ لیں۔ تو انہوں نے کیا کہا: "اِذْ کُنْتُمْ یَا مُوْسیٰ"، اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو مخاطب کر رہا ہے۔

اِذْ کُنْتُمْ.... جَھْرَۃً: اے موسیٰ! ہم تو ایمان نہیں لائیں گے، تمہاری بات پر کہ یہ رب کی آواز تھی، جب تک ہم خود واضح طور پر رب کو دیکھ نہ لیں کسی شکل میں۔

وہاں پر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچے تھے تو ایک نورانی ستون کی شکل میں ایک بادل سا آیا اور سارے طور پر پھیل گیا، سارے لوگ اس کے سائے میں آ گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ کلام کیا۔

لیکن یہ ایسے ڈھیٹ کہ اس وقت بھی اُن کے اچھے لوگوں نے یہی کہا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا، تم ایسے ہی تھے۔ میں نے بار بار تم پر کرم کیا۔ تم نے موسیٰ سے کہا۔ اے موسیٰ! لَنْ نُّؤْمِنَ۔ ایک بات غور کرنے کی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنی اُمتیں تھیں، وہ نبیوں کا احترام نہیں کرتی تھیں، ان

Marfat.com

کو کہتے تھے یا موسیٰ ! اے موسیٰ میں تمہارے رب پر کیسے ایمان لاؤں جب تک دیکھ نہ لوں ۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی سرکارِ دو عالم کو یا رسول اللہ کہتے ہیں ۔ اور ادب اور محبت سے ان کا نام لیتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے بھی پورے کلام پاک میں ان کا نام لے کر نہیں بلایا بلکہ القاب کے ساتھ بلایا ہے ۔ جیسا کہ یٰسٓ ، طٰہٰ ، یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ، یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ، یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ وغیرہ ۔

تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ یہ ہے کہ آپ کو سب لوگ ادب سے اور آپ کے القاب کے ساتھ یاد کرتے ہیں ۔ نام سے نہیں یاد کرتے ۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی ان کو ابا جان کہہ کر نہیں کہتی تھیں ۔ اس لئے کہ وہ رشتہ تو دنیاوی ہے ۔ وہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ لیتی تھیں ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ان پر ہمارا جان و دل نثار ، انہوں نے کبھی بھائی صاحب کہہ کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پکارا ۔ یا حضرت عمر خطاب ، یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے کبھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کو اس رشتے سے نہیں پکارا کہ وہ ہمارے داماد ہیں ۔ یہ دونوں نبی کریم کے سسر تھے ، ان کو ہمیشہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے ۔

لیکن بنی اسرائیل ایسی قوم تھی کہ وہ اپنے پیغمبر کو کہتی تھی بلھُوسیٰ۔ اسے موسیٰ! جیسے کوئی بات ہی نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ پہلے کفر اور شرک اور اللہ تعالیٰ سے بے ادبی کی مثالیں تمہیں دی تھیں۔ اب نبی کی بے ادبی کی مثال، تم وہ بھی کہہ گزرے۔ تم نے اپنے نبی کا اعتبار نہیں کیا۔ ایک طرف تو نبی کی عظمت یہ ہے کہ جب سارے وسائل اور اسباب ختم ہو جائیں تو ان کے وسیلے سے توبہ قبول ہوتی ہے۔

تو تم گئے تھے کوہِ طور پر، میرے نبی میرے کلیم کے وسیلے سے دعا کرنے اور توبہ کرنے اور پھر اس نیت سے جانے کے بعد تمہارا عمل کیا رہا، تمہارا طرزِ عمل کیا رہا۔ وہ یہ کہ تم نے انہیں یہ اعتبار نہیں کیا۔ کہہ دیا یہ آواز تو ٹھیک ہے، یہ نورانی بادل بھی ٹھیک ہے، ہمیں کیا پتہ کہ یہ رب ہے!

اِذْ قَالَ ... جَھْرَۃً ؕ ہم ایمان نہیں لائیں گے، جب تک خود اسے دیکھ نہ لیں۔ فَاَخَذَتْکُمُ ... تَنْظُرُوْنَ صاعقہ کہتے ہیں آسمانی آگ کو۔ عام بجلی کو نہیں کہتے۔ وہ آسمانی آگ وہ جس کے ساتھ کڑک ہو اور گرج ہو۔ تو ان کو کڑک اور گرج والی آگ نے پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ کو وہ دیکھ نہیں سکے۔ تو وہ لوگ دیکھتے تھے آگ کو اور مر جاتے تھے۔

Marfat.com

تم نے دیکھ لیا کہ اللہ کے پیاروں، اللہ کے محبوبین اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ گستاخی کے کیا نتائج ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا غضب صاعقہ بن کر گرتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ ایک شفیع کے ساتھ، ایک نبی کے ساتھ تھے تو معاملہ وہیں ختم نہیں ہوا۔

ثم بعثکم ... تشکرون ٥ تم نبی کی معیّت میں تھے ان کی رحمت کے سائے میں تھے۔ تو ہیں نے تم پر کرم کر دیا۔ کیا کرم کیا، کہ ثم بعثکم تم مرے اور ہیں نے تم کو جلا دیا۔ تاکہ اب سے راہِ راست پر آجاؤ۔ اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ سو بار خطا ہوئی اور سو بار رحمت نے اپنے سائے میں لے لیا۔

یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایک پیغام ہے۔ کہ آپ یہود و نصاریٰ کی بغاوت پر، ان کی ریشہ دوانیوں سے ان کی ضد سے آپ مایوس و مغموم نہ ہوں۔ ان کی تو عادت ہی یہی ہے۔ ان پر تو کرم بالائے کرم میں بار بار کرتا رہا۔ پھر بھی یہ اپنے نبی کو جھٹلاتے رہے، جن کے ساتھ ان کو فرعون سے نجات ملی۔ جن کے ساتھ ان کو توبہ نصیب ہوئی، جن کے ساتھ ان کو طُور کا جلوہ دیکھنے کو ملا۔ ان کے ساتھ انہوں نے یہ سلوک کیا۔ تو اگر آپ کے ساتھ اتنی ہٹ دھرمی کر رہے ہیں۔ اور آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ تو آپ کو غم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے تو اللہ کا کلام

Marfat.com

سُننے کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام سے ثبوت طلب کیا۔ انہوں نے تو کوہِ طور پر میری آواز سُننے کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ رب کو دیکھیں گے تبھی ایمان لائیں گے۔

ارے بھائی! ساری بات تو ایمان بالغیب کی ہے۔ جب تک رب کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے اس وقت تک یہ گنجائش ہے کہ اس دنیا میں بھی رہیں اور رب کے بھی ہو کر رہیں۔ کام پر بھی جائیں اور وقت پر نماز بھی پڑھیں۔ دل اللہ میں لگا ہوا اور ہاتھ پیر اللہ کا فضل تلاش کر رہے ہوں۔ ان دونوں کی گنجائش ہے۔

جب محبوب سامنے آجائے گا تو پھر یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ کون محبوب کا ہے اور کون نہیں ہے۔ جو محبوب کے ہوں گے وہ چاہے بھوکے مر جائیں، چاہے بیمار ہو کے گل سڑ جائیں اس دیدار سے اپنی آنکھوں کو نہیں پھیریں گے۔ تو یہ دنیا کا کاروبار کیسے چلے گا۔

ایمان بالغیب اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور بہت بڑی حکمت ہے۔ اس ایمان بالغیب کے محبوب کی محبت کی بات ہی اور ہے۔ جب دیکھ لیا تو کیا کسی پہ احسان اور کیا کسی کی محبت۔

Marfat.com

جب بادشاہ کا دربان دیکھ لیا تو سبھی دربار میں جائیں گے، سبھی کہیں گے باادب باملاحظہ ہوشیار۔ لیکن بن دیکھے ایمان کے ساتھ اللہ اکبر کہہ کر حمد وثناء کر کے اور تصوّر کر کے کہ آپ رب کے سامنے کھڑے ہو گئے ہیں۔ فوراً رکوع میں چلے جانا اور کہنا کہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ہ اس کی کوئی اور بات ہے، اس کی کوئی اور منزل ہے۔

تو اس وجہ سے تم نہ سمجھے کہ حکمت کیا ہے ؛ علمِ غیب میں رب کی ایک تجلّی دیکھنے کی کیا بات ہے۔ ایک تجلی آئی وہ برقِ صاعقہ بن کے گری اور تم کافور ہو گئے اور میں اتنا کریم کہ تم توبہ کی نیّت سے آئے تھے۔ اگرچہ تم نے اپنی فطرت سے مجبور ہو کر میرے نبی سے بغاوت کی، ان کی بات کو چیلنج کیا، اس کا ثبوت مانگا، اس کے باوجود میں نے تمہیں دوبارہ زندہ کر دیا۔ ثم بعثکم .... تشکرون ہ تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرو کہ ہماری توبہ قبول ہو گئی۔ ہماری تعلیم ہو گئی، اب ہمیں آئندہ ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے۔ نبی کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوبین سے عقیدت رکھنا چاہیئے، ان کی بات ماننا چاہیئے۔ ان کے وسیلے سے رب کو تلاش، اس کے فضل وکرم کو، اس کے انوار کو تلاش کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

پھر اللہ تعالیٰ اب ساتویں نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ وَ ظَلَّلْنَا ..... یُظْلِمُوْنَ ٥ میں نے تم پہ ایک اور کرم کیا کہ جب مصر سے ہجرت کر کے شام کی طرف جہاد کے لئے جا رہے تھے۔ تو دشت و بیاباں میں تم پھنس گئے تھے۔ سخت دھوپ تھی نہ پانی تھا نہ سایہ تھا۔ تو ہم نے تم پر کرم کیا۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ۔ غم اُسے کہتے ہیں جو کسی چیز کو ڈھانپ لے، اس لئے غم تو حاوی ہو جاتا ہے۔ اس تکلیف کا احساس ہم پہ چھا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ غم ہو گیا۔

تو غمام سایہ کرنے والی چیز، ابر بادل کا سایہ۔ تو تم پر ہم نے کیا کیا؟ تمہارے اوپر ہم نے بادل کا سایہ کیا، جب تم دھوپ اور گرمی سے پریشان ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔

سایہ تین طرح کا ہو سکتا ہے۔ ایک تو سورج ہی نہ ہو جیسے اس وقت ہے کہ درمیان میں کوئی سورج نہیں ہے تو فضا کا سایہ ہے، اور روشنی نہیں ہے۔ ایک سایہ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ چھت کے نیچے ہیں، درخت کے نیچے ہیں۔ درخت کا سایہ بھی بڑا تسکین والا ہوتا ہے اور طوبیٰ کا سایہ تو بہت طویل ہو گا۔

تم پر بادل کا سایہ کیا، جب تم تڑپ رہے تھے دھوپ اور

Marfat.com

گرمی سے اور جب تم خدائی قید میں تھے۔ دشتِ جبل میں
قیدی بن گئے تو تمام قیدیوں کو راشن تو دیا جاتا ہے، میں
نے بھی تمہیں وہاں راشن پہنچایا۔ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ
وَالسَّلْوٰى۔ من کہتے ہیں بغیر احسان کے یا بے سبب کے کوئی
چیز دے دینا۔
میں نے نیازی صاحب کا کوئی کام نہیں کیا انہوں نے
مجھے کتابیں لاکر دے دیں، تو یہ مَن ہو گیا، احسان والی چیز ہو
گئی۔
تو وہ ایک دانہ ہوتا تھا گول سا، وہ دانہ ان کو دیا گیا اور سلویٰ
وہ پرندے کا تازہ گوشت تھا جو اُن کو دیا گیا اور اللہ نے کہا کہ
پاک رزق میں نے نہیں دیا ہے۔ من وسلویٰ وہ رزق ہے جس
میں اللہ تعالیٰ کا احسان شامل ہے۔ وہ رزق جس میں ایسا دانہ
ہے جو دُنیا میں نہیں ہوتا۔ پاک اور تازہ گوشت تمہیں ملتا تھا۔
تاکہ تم کھاؤ پاک چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہوئی ہیں :۔
كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۚ وَمَا ظَلَمُوْنَا ۚ لیکن پھر بھی تم
نے گناہ کیا، پھر بھی تم نے ناشکری کی۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے
کہا کہ ہمیں سبزی چاہیئے، مسور کی دال چاہیئے، پیاز چاہیئے ـــ
فرمائشیں بھی کرنی شروع کردیں اور کہا کہ من وسلویٰ نہیں چاہیئے۔

Marfat.com

تو وَمَا ظَلَمُوْنَا .... يَظْلِمُوْنَ ۝ تم نے ظلم کیا اور تم نے ناشکری کی اور تم نے بغاوت کی۔

اب اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے یہودیوں کی بات کی۔

اب وہ مخاطب ہے ان یہودیوں سے۔ یہاں تک تو بات کر رہے ہیں وَاَنْزَلْنَا ... رَزَقْنٰکُمْ۔ ابھی مخاطب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہیں اور وَمَا ظَلَمُوْنَا اور اب اپنی بات ہے جب انہوں نے بغاوت کی اور ناشکری کی تو مجھ پر کوئی ظلم نہ کیا۔ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ بلکہ انہوں نے اپنی ذات ہی پر ظلم کیا۔

یہ اس وقت جو مخاطب ہیں وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے یہودی بنی اسرائیل ہیں۔ کہ انہوں نے نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا تو تم نافرمانی کرو گے تو تم بھی اپنے اوپر ظلم کرو گے۔ تمہیں ابھی موقع ہے ستے چھوٹ جاؤ گے۔ جس طریقے سے بار بار ان کی خطائیں معاف ہوئیں تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر جاؤ، میرے محبوب پر ایمان لاؤ، ان کی شریعت کو اپناؤ، تو ساری خطائیں معاف ہو جائیں گی، پھر تم کو تقوے کا، شکر کا، عبادت کا اور ذکر کا موقع مل جائے گا۔ ایک دفعہ پھر تمہاری زندگی سنور جائے گی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچّی محبت اور ادب نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان بالغیب کو تقویت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس ایمان بالغیب کے ساتھ اپنی ذات کے ساتھ محبت وعقیدت اور اطاعت نصیب فرمائے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اور ادب، اطاعت اور اتباع نصیب فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

Marfat.com

سورۃ البقرۃ الٓمّٓ

آیات ۵۱ تا ۵۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً ثُمَّ اتَّخَذْ
تُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِہٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا
عَنْکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ وَاِذْ اٰتَیْنَا
مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ ۝ وَاِذْ
قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ
بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا
اَنْفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ فَتَابَ
عَلَیْکُمْ اِنَّہٗ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝

Marfat.com

سب تعریفیں ربِّ کریم ذوالجلال والاکرام کی ذاتِ پاک کے لئے ہیں۔ جس کی ذات میں تمام جلال وجمال کے کمالات ہیں۔ جس کی ذاتِ پاک میں تمام علم اور وہ علیم الحکیم ہے۔

اے عزیزانِ محترم!

لاکھوں درود وسلام سرکارِ دوعالم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ پاک پر، جن کا علم ربِ کریم ذوالجلال والاکرام کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ اس علم سے تھوڑا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم تک پہنچایا اور ہمارے لئے ذریعۂ نجات اور باعثِ ہدایت بنایا۔

میں نے پچھلی دفعہ ۵۱، آیت تک تلاوت کی تھی اور اس کی تفسیر بیان کی تھی۔ میں اب پھر ۵۱ سے لے کر ۵۴ آیت تک کی تفسیر بیان کروں گا۔ اس سے پہلے جو پچاس آیات ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ نے مومنین، مشرکین اور کافروں کی نشانیاں بتائی تھیں، مشرکین اور کافرین کو تنبیہہ کی تھی کہ بنی اسرائیل اور نصاریٰ کو اپنے وہ احسانات جتائے جو اس نے ان پر کئے تھے۔

اُن میں نبیوں کو اُتارا، اُن کو دوسروں پر فضیلت دی ان کو حکومت دی، اُن کو دنیا میں اقتدار اور علم دیا۔ اور جب وہ اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے قبطیوں کے غلام ہو گئے تو ان کی نجات

Marfat.com

کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ فرعون سے نجات دلائی، عذاب سے نجات دلائی۔

ان کی عورتوں کو زندہ رکھا جاتا تھا، مردوں اور بچّوں کو مار ڈالتے تھے۔ ان سے جانوروں جیسی مشقت لیتے تھے۔ ان سے اتنے ٹیکس وصول کرتے تھے کہ وہ قید و بند کی حالت میں رہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے جب انہیں فرعون سے نجات دلائی اور مصر سے کنعان کی طرف وہ واپس آئے تو انہوں نے منّت مانی تھی کہ یا اللہ! اگر فرعون سے ہمیں نجات مل جائے گی تو ہم تیری اطاعت کریں گے، تیری عبادت کریں گے، تیرے بن کر رہیں گے۔

لیکن جب ان کو نجات مل گئی تو پھر وہ حیلے بہانے ڈھونڈنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم کس طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، ہمارے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں بتانے کے لئے کہ کیا اس کی اطاعت ہے اور کیا اس کی نافرمانی ہے۔ ہمارے پاس تو اوامر اور نواہی کا کوئی چارٹر ہی نہیں ہے۔ ہم کیسے اپنی نذر پوری کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے کوہِ طور پر جا کر عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں میں تمہیں ہدایت، کتاب اور فرقان تو دے دُوں گا، لیکن اس کے لئے تمہیں کچھ مشقت

Marfat.com

اور مجاہدہ کرنا پڑے گا۔ اعتکاف کرنا پڑے گا۔ دنیا سے الگ تھلگ ہوکر، کچھ دن میرا ہوکر سو فیصدی رہنا پڑے گا۔ تاکہ تمہاری کچھ وجودیت کم ہو۔ اور ملکیت تم میں بڑھے۔ مجھ سے بات کرنا چاہتے ہو، مجھ سے فیض لینا، مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو میرے ملنے کے قابل تو بنو۔

کیا ہی مقام ہے ہمارے آقا و مولیٰ سید الاوّلین والآخرین فخرِ موجودات و کائنات، تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کہ اللہ اپنا کلام ان پر جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے، جہاں بھی وہ ہوتے، دشت میں یا جبل میں، مکہ میں یا مدینہ منوّرہ میں وہاں پر ان کا پیغام لے کر آتے۔ یعنی بغیر کسی شرط کے اللہ کا نُور اُترتا تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ خود سراپا نُور ہی نُور تھے۔ ان کو اس ملکیّت کے لئے کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ نُورٌ من نُور اللہ تھے۔ اللہ کا نُور ان پر بہر حالت ہر جگہ میں اُتر سکتا تھا لیکن پچھلی دفعہ جیسا میں نے عرض کیا کہ ۱۵ ویں آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک شرط یہ لگائی کہ تم تیس راتوں کا مجاہدہ کرو۔ اور روزہ رکھو۔ دنیا سے الگ تھلگ ہو جاؤ۔ صرف میرے ہو جاؤ۔ تاکہ تمہارے وجود میں میری نورانیت اتنی سما جائے کہ مجھ سے بات کرنے کے قابل ہو جاؤ۔ مجھ سے نُور حاصل کرنے کے قابل ہو جاؤ۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیس دن روزہ رکھا، مجاہدہ کیا، شب بیداری کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں چالیس راتوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے قرب کا بہترین وقت رات ہے۔ اس لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم شب بیداری فرمایا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر تہجّد فرض ہے۔

تو اے عزیزانِ محترم! جب انہوں نے تیس روزے رکھ لئے تو ان کو خیال آیا کہ میں نے تو مسواک بہت دنوں سے نہیں کی۔ تنہائی میں تھے، انہوں نے مسواک کرلی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! تم نے روزے کی خوشبو دُور کیوں کردی۔ جسے تم بُو سمجھ رہے تھے وہ میری نگاہ میں میرے لئے مُشک سے بھی زیادہ مرغوب ہے۔ اس لئے تم پھر اس دولت کو واپس لو۔ دس دن اور روزے رکھو۔

اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اس سے یوم عاشور کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ، شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام، فرعون سے نجات اور پھر توریت کا نزول۔

تو دس دن انہوں نے اور روزہ رکھا۔ اس طرح چالیس

Marfat.com

راتوں کی عبادت ہوئی۔ جب تیس دن گزر گئے، اور موسیٰ علیہ السلام تشریف نہیں لائے۔ تو کچھ منافقین نے بنی اسرائیل کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اچھی صحبت رکھو۔ خراب صحبت سے بگڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

یحییٰ بن ظفر سامرہ قبیلے کا ایک سنار تھا، ایک آرٹسٹ تھا، دراصل وہ منافق تھا اپنے آپ کو اسرائیلی بتاتا تھا، لیکن تھا وہ منافق، کیوں کہ سامرہ قبیلے کا تھا۔ اس لئے اس کو سامری کہتے تھے۔ اس نے کہا کہ دیکھو موسیٰ تو وعدہ کر کے گئے تھے کہ وہ تمہارے لئے تیس دن میں تورات لے کر آئیں گے لیکن وہ نہیں لا سکے۔ پتہ نہیں کس حال میں ہوں گے۔

یہ ۵۱ ویں آیت تھی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ۴۰ دن کا اعتکاف کیا۔ تو جب پہلے تیس دن گزر گئے تو بنی اسرائیل میں جو منافقین تھے انہوں نے ان کو بہکانا شروع کر دیا کہ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ہم ہی جیسے انسان ہیں اور ہم کیوں ان کا انتظار کریں۔ انہوں نے تو وعدہ خلافی کر دی ہے۔ کیونکہ تیس دن کے بعد بھی واپس نہیں آئے۔

بہت سے بنی اسرائیل فرعون سے ذہنی طور سے متاثر ہو گئے تھے۔ وہ کسی ظاہری وجود اور شکل کی عبادت سے مانوس ہو

Marfat.com

گئے تھے۔ اور ایک موقع پر بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ آپ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کوئی ظاہری صورت شکل بتا دیجئے تا کہ ایسی شکل بنا کر ہم اس کی عبادت کیا کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو سخت ڈانٹ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے، اس پر ایمان رکھنا ہے۔ وہ تو نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد سامری نے اُن کو بہکایا کہ اگر وہ تمام زیورات اور سونا جو تم قبطیوں سے لے کر نکلے تھے بحرِ قلزم سے، اگر تم وہ میرے حوالے کر دو تو میں سونے کا ایک خوبصورت بچھڑا بنا دوں گا۔

دراصل راستے میں جب وہ دریا پار کر رہے تھے، انہوں نے ایک قبیلے کو دیکھا جو ایک گائے کی پرستش کر رہے تھے۔

چنانچہ انہوں نے اپنا سب زیور اور سونا ان کو دے دیا۔ اس نے ان میں سے جواہرات نکالے اور سونے کو پگھلایا۔ اور اس کام میں بنی اسرائیل نے بھی مدد کی اور اس طرح اس نے ایک خوبصورت بچھڑا بنا دیا۔

جب یہ قافلہ آرہا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ تاکید تھی۔ کہ وہ مصر سے اس وقت تک نہ نکلیں جب تک کہ حضرت

Marfat.com

یوسف علیہ السلام کا تابوت بھی ساتھ نہ لے آئیں۔ لیکن اس کا کہیں کسی کو پتہ نہیں تھا۔ اس لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ جہاں ان کا گھوڑا اترا وہ وہی جگہ تھی جہاں وہ تابوت تھا۔

یہ سامرہ عقلمند تو بہت تھا، اس نے یہ کیا کہ جہاں وہ گھوڑے کی ٹاپ پڑی تھی وہاں کی مٹی اٹھالی۔ اس لئے کہ اس مٹی کو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نسبت ہو گئی تھی۔ اس سے کیا اصول نکلا ؛ اس کا اصول یہ نکلا کہ جو اللہ کے دوست اور اللہ کے پیارے اور اللہ کے بندے ہوتے ہیں، جہاں ان کا قدم پڑ جاتا ہے وہ جگہ مقدس ہو جاتی ہے۔ وہ گھوڑے پر سوار تھے۔ زین گھوڑے پر تھی اور گھوڑے کا پیر زمین پر لگا اور اس کی وجہ سے زمین کا وہ حصہ پُراعجاز ہو گیا۔ اس میں گھاس پیدا ہو گئی، وہ ایک علامتِ ظاہری بن گئی۔ چنانچہ اس کی مٹی جو سامری نے اٹھالی وہ متبرک ہو گئی۔ کیوں کہ اس پہ جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا پیر پڑا تھا۔

یہ مقام ہوتا ہے اللہ کے دوستوں کا کہ جہاں ان کے گھوڑے کے پاؤں کی ٹاپ پڑتی ہے وہ چیز متبرک ہو جاتی ہے۔ وہ بچھڑا اس نے بنایا تو وہ مٹی اس میں ڈال دی، تو کیا ہوا، یہ کہ اس میں

سے آواز نکلنا شروع ہو گئی۔

کلام پاک میں کسی اور جگہ ہے کہ سامری بتاتا ہے کہ میں نے مٹی ڈال دی تو اس میں سے آواز نکلنی شروع ہو گئی اور وہ ہلنا شروع ہو گیا، اس سے لوگوں کا ایمان اور بھی متزلزل ہو گیا۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے بہت سمجھایا لیکن سوائے بارہ ہزار اسرائیلیوں کے ایک بہت بڑا حصہ تو خاموش ہو گیا۔ اس میں ہمت باطنی نہیں تھی، ایمان کی طاقت نہ تھی۔ انہوں نے نہ خود اس کی پوجا کی اور نہ کسی کو منع کیا۔ جیسے آج کل عامتہ المسلمین کہ برائی کو برداشت کرتے ہیں کہتے نہیں، حق گوئی نہیں کرتے۔ اور ایک حصہ، ایک گروہ وہ ہوا جس نے کہ اس گائے کی پرستش کی۔ اس کو ایک بڑے خیمے میں رکھا، اور اس کو ایک طرح کا مندر بنالیا، اور ایک گروہ حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس تھا، اس میں بارہ ہزار بنی اسرائیلی تھے جو ایمان پر قائم رہے۔ مسلمانی پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو یاد دلاتا ہے:۔

کہ اے میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بات یاد دلاؤ کہ تم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چلے گئے اعتکاف کے لئے تو تم نے اللہ کو چھوڑ کر بچھڑے کو پکڑ لیا، حالاں کہ تم پر ہدایت آچکی تھی۔ میرا نبی تم تک پہنچ چکا تھا، میں نے تمہیں فرعون سے

Marfat.com

نجات دلائی تھی۔ میں نے تمہیں دوبارہ اقتدار واختیار دیا تھا۔ اس کے باوجود بھی تم نے ایمان سے روگردانی کی۔ لیکن میرا کرم دیکھو کہ: ثُمَّ عَفَوْنَا ... تَشْكُرُونَ۔ لیکن میں نے پھر بھی تم کو معاف کردیا۔ اس بات کے باوجود تاکہ تم میرا شکرادا کرو۔

تو جب خطا ہو جائے، انسان ایمان سے دُور ہو جائے، تو اسے کیا کرنا چاہیئے؟ اسے رجُوع الی اللہ کرنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی ہو، یعنی آپ ایمان پر دوبارہ قائم ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہیئے۔

مومن یا تو ذکر کی حالت میں ہوتا ہے یا جبر کی حالت میں ہوتا ہے، یا شکر کی حالت ہیں، یا رضا کی حالت میں ہوتا ہے۔ نعمت کا وہ شکر اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہونا ہے اور اللہ کی مخلوق کے سامنے اللہ کی نعمتوں کا بیان کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے میری نعمتوں کا ذکر کرو۔

ہم میلاد کیوں کرتے ہیں؟ ہم اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمٰی یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم عُرس کیوں مناتے ہیں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے دوست اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ ہم ان کا ذکر کرتے ہیں اس لئے کہ ہر نعمت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کیا ہے۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وہاں پر گئے تو انہیں توریت کے سات سپارے ملے سات تختیاں ملیں۔ اور جب وہ لوٹ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں تو بچھڑے کی عبادت ہو رہی ہے۔ اس پر وہ سخت جلال میں آئے اور فرمایا کہ میں تم کو کیا کہہ کے گیا تھا اور تم نے کیا کیا ہے؟

حضرت ہارون علیہ السلام پر اتنا غصہ آیا کہ ان کو مارنا شروع کر دیا کہ تم نے ان کو روکا نہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے انہوں نے کہا کہ میں نے بہت منع کیا، بہت سمجھایا، لیکن سوائے ان بارہ ہزار بنی اسرائیلیوں کے ان کی اکثریت گمراہ ہوگئی۔

اور پتہ چلا کہ نبی کی اپنی وجاہت ہوتی ہے، نبی کی اپنی ہیبت ہوتی ہے۔ نبی کا حکم وہ قوم مانتی ہے جس میں ذرا سا بھی ایمان ہوتا ہے۔ اس لئے کہ نبی کے ساتھ نبی کا ورثہ یعنی اولیا اور تائیدِ غیبی ہوتی ہے۔ اگر تائیدِ غیبی نہ ہو تو پھر وہ وجاہت، وہ رُعب وہ ہیبت نہ ہو۔ اس وجہ سے لوگ نافرمانی کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس غصّے کی حالت میں تھے تو ان کے ہاتھ سے ۶ (چھ) تختیاں گر گئیں۔ جو فوراً آسمان پر اٹھا لی گئیں اور صرف ایک تختی یعنی توریت کا ایک حصّہ رہ گیا۔ اس میں صرف اوامر و نواھی تھے کہ تم یہ کر سکتے

Marfat.com

ہو یہ نہیں کر سکتے۔

چنانچہ ان کے لئے بہت ہی سخت احکام آگئے۔ میں بتاؤں گا کہ ان کے لئے کیا مشکل تھی۔ ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ اس لئے گنوا رہا ہے کہ تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ کی اطاعت کرو۔ اس لئے یاد کرو کہ تم کو کیسی کیسی مشکلوں سے نکالا اور تم کو بار بار میں نے معافی دی اور بار بار تم پر مہربانیاں کیں۔ تم پر سخت احکام نازل ہوئے۔

جو حصہ ناپاک ہو جاتا تھا ان کو انہیں کاٹنا ہوتا تھا۔ پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے طہارت نہیں کر سکتے تھے مسجد کے علاوہ کہیں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ جب وہ کوئی گناہ کرتے تھے تو حلال چیزیں ان پر حرام ہو جاتی تھیں کہ آئندہ سے تم یہ مت کھاؤ۔

تو اللہ تعالیٰ اپنے ان احسانات کو یاد کراتا ہے کہ تم پر کتنی سخت شریعت تھی، کتنے تم پر سخت احکامات تھے۔ تمہارے گناہوں کا کفارہ کتنا سخت ہوتا تھا۔ ابھی اگلی آیت میں بتایا جائے گا۔ تو اب میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے سائے میں تم شامل نہیں ہوتے۔ جن کے لئے ساری روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا۔ جہاں چاہے عبادت کرو، جہاں پانی نہ ملے مٹی سے تمہاری طہارت ہو سکتی ہے۔ اور تمہیں ناپاک جسم کو کاٹنا نہیں پڑتا تمہارے

Marfat.com

لئے بہت سی چیزیں حلال کر دی گئی ہیں جو تم پر حرام تھیں تم ان نعمتوں کو نہیں دیکھتے ہو۔ اور اب بھی تم اپنے پرانے طور طریقے پر ہو، دُنیا و جاہ کے لئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب آئے تو بہت ہی ناراض ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے جب فرمایا کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ تو معافی کس وقت ملی، وہ اگلی آیت میں نہ ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گائے کو پگھلا کر اس کی راکھ کو دریا میں ڈال دیا۔ کچھ بدعقیدہ اسرائیلی تھے، انہوں نے کیا کیا۔ اس کا پانی پی لیا کہ اس میں ہمارے بچھڑے کی راکھ ہے، ان کے ہونٹ سیاہ ہو گئے۔ پیٹ اُن کے پھول گئے اور وہ تباہ و ہلاک ہو گئے۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا .... تَهْتَدُوْنَ ٥ میں نے موسیٰ کو کتاب دی اور فرقان دیا۔ فرقان کیا (یعنے) فرق ڈالنے والا۔ تاریکی اور نور میں امتیاز کرنے والی۔ ایمان اور کفر میں امتیاز کرنے والی کتاب۔ بُرائی اور نیکی میں امتیاز کرنے والی کتاب۔ گناہ اور توبہ میں امتیاز کرنے والی کتاب، اوامر اور نواہی میں امتیاز کرنے والی ایسی کتاب تمہیں دی۔ فرقان، جو فرق کرنے والی تھی، امتیاز کرنے والی تھی تمہیں سلیقہ دیا، اچھے بُرے کا۔ اس کتاب نے تمہیں اچھائی اور بُرائی کو پہچاننے کا طریقہ بتایا، گناہ سے بچنے اور ثواب کی طرف

Marfat.com

دوڑنے کا طریقہ دیا۔ تمہیں نواھی کا عرفان دیا اور اوامر کا احساس دیا۔
اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ ..... الرَّحِيْمُ ۝ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔ قوم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایمان میں اور توحید میں آپ کے ساتھ ہو بلکہ ایک گروہ کو بھی قوم کہتے ہیں۔ قوم میں وہ بھی تھے جنہوں نے کفر کیا۔ اس قوم میں وہ بھی تھے جنہوں نے کفر کو برداشت کیا اور اس قوم میں وہ بھی تھے جنہوں نے کفر سے اجتناب کیا اور ایمان پر قائم رہے، اور حضرت ہارون علیہ السلام کے کہنے میں آئے۔ اس وجہ سے قوم کا مطلب یہ نہیں ہے سارے دین دار بلکہ سارے لوگ اس قبیلے کے۔ "اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ .... اَنْفُسَكُمْ" اپنی قوم سے کہا، اے قوم تم نے اپنی ذات پر بڑا ہی ظلم کیا۔ ذات پر اپنے نفس پر کیوں ظلم کیا ہے؟ کہ اپنے نفس کو اپنی ذات کو گناہ کا مرتکب کر دیا۔ اپنی روح کو اللہ تعالیٰ کا باغی بنا دیا اللہ تعالیٰ سے دُور کر دیا۔ سزا کا سزاوار بنا دیا۔ تمہاری رُوح تو پاک تھی، تم ایمان پر قائم رہتے تو جزا بھی سزاوار ہوتی۔ تم نے کتنا ظلم کیا ہے؟ کہ اب اسے سزا کا سزاوار بنا دیا۔ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ کہ تم نے بچھڑے کو خدا بنایا۔ یہ اللہ کی مخلوق ہے۔ یہ خالق نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے جس کا درجہ اللہ تعالیٰ نے تم سے بھی کم تر رکھا ہے۔ تم کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تم کو میری قوم

میں بنایا تم میں سے پیغمبر اُترے، تم میں سے عالم اور اولیاء اللہ بنے۔ تم کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی گئی۔ تم کو دنیا میں فضیلت دی گئی، اتنے احسان ہوتے ہوئے تم نے اپنے رب کو فراموش کر کے ایک بچھڑے کی خُدائی مان لی، تو اب اس کا حل کیا ہے؟

" فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ " باری تعالیٰ کہتے ہیں کہ اپنے پیدا کرنے والے، اپنے خالق کی طرف پلٹو۔ پچھتاوے کے ساتھ اور کفّارے کے ساتھ۔ " فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ " اپنے کو قتل کر ڈالو۔ تمہارا کفارہ یہ ہے کہ اپنی جان کی قربانی پیش کرو۔ تمہارے گناہ ایسے ہیں کہ اگر تم شرمندہ ہو کر اپنی جان اللہ کے حوالے کر دو تو پھر تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی اور تم شہید کہلاؤ گے، اور تم جنت میں چلے جاؤ گے۔ اس کے علاوہ تمہاری کوئی راہِ نجات نہیں ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر کرم تھا کہ انہوں نے اتنی کڑی سخت سزا کو بخوشی منظور کر لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وہ گروہ جس نے بچھڑے کی پرستش کی اور وہ گروہ جس نے اس بُرائی سے روکا نہیں اور خاموش رہے۔ وہ سب اپنے دروازوں پر دو زانو بیٹھیں، اپنے زانو کو اپنی پُشت سے باندھیں، اپنے سروں کو زانوؤں کے اندر کر دیں، گردن اپنی جھکائیں، کوئی زرہ بکتر اور کوئی اوزار لے کر باہر نہ آئے۔ اور ان کے اعزا و اقرباء میں اگر وہ

Marfat.com

صاحبانِ ایمان رہے ہیں، وہ تلوار لے کر آئیں، جو لوگ اس میں بے صبری کریں گے اور جو لوگ مدافعت کریں گے ان کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔

ان کے اعزا و اقربا، جب تلواریں لے کر ان کی طرف گئے تو ان کی محبت سے ان کے قدم ڈگمگا گئے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ حضور یہ ہمارے اپنے خون ہیں۔ اپنے اعزاء ہیں، اپنے بچے ہیں اپنے باپ ہیں۔ ہمارا ہاتھ نہیں چل رہا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے تین دن تک انتہائی سیاہ بادل ان کے اوپر ڈال دیا، جس سے نظر نہیں آتا تھا، اس میں ان لوگوں کو قتل کیا گیا۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ ستّر ہزار بنی اسرائیلیوں نے توبہ کے لئے اپنے آپ کو قتل کر ڈالا۔ حضرت ہارون علیہ السلام تین دن کے بعد روتے ہوئے ننگے سر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ان کو معافی دلا دیں۔ اس طرح تو بنی اسرائیل کی ساری قوم ختم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ستّر ہزار فرعونیوں کو بھی نیست و نابود کیا تھا۔ ہلاک کیا تھا، لیکن وہ کافر ہلاک ہوئے۔ ان کے لئے کوئی راہِ نجات نہیں تھی۔ بنی

Marfat.com

اسرائیل نے کفر کیا لیکن جب توبہ کرلی، اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں قتل ہوئے تو پھر وہ سارے شہید کہلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ" اپنے خالق کی طرف پلٹو، توبہ کرو، معافیاں مانگو "فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ" اپنے لوگوں کو قتل کرو، جن لوگوں نے کفر کا ظلم کیا ہے۔

تین دن کے بعد جب حضرت ہارون علیہ السلام کی بات ہوئی، روتے ہوئے ننگے سر، جب اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ سیاہ بادل ہٹا دیئے اور حکم آگیا اب قتل بند کردو، اب اس قوم کی توبہ قبول ہوگئی۔

آپ دیکھیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کتنی بڑی رحمت ہیں کہ ہمارے لئے توبہ کتنی آسان کردی گئی، ابھی میں بتاؤں گا کہ توبہ کتنی قسم کی ہوتی ہے۔ توبہ چار قسم کی ہوتی ہے، کتنی آسان ہے۔ ہر وقت توبہ کا ہے۔ کوئی جان، کوئی قتل اپنے آپ کو نہیں کرنا پڑتا صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کرکے وعدہ کرلیں کہ اب آیندہ حتی الوسع ایسی خطا نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ اس لئے کہ ہم رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں ہیں۔ تو یہ تمہارے لئے اس طرح قتل ہوجانا بہتر ہے، بہ

Marfat.com

نسبت اس کے کہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو۔

" ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ " یہ طریقہ توبہ اپنی جان کی قربانی دے کر اللہ تعالیٰ سے وفاداری اور اللہ کی طرف واپس پلٹنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

" عِنْدَ بَارِئِکُمْ " اپنے خالق کی نگاہ میں اس کے پاس فَتَابَ عَلَیْکُمْ ..... رَحِیْمُہٗ اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہے کہ دیکھو جب میرے پیارے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمہیں توبہ کا طریقہ بتایا تو تم نے اس پر عمل کیا، اس مشکل سے کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ سیاہ بادل ہٹا دیئے اور حکم آگیا اب قتل بند کر دو، اب اس قوم کی توبہ قبول ہوگئی۔

آپ دیکھیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کتنی بڑی رحمت ہیں کہ ہمارے لئے توبہ کتنی آسان کر دی گئی ابھی میں بتاؤں گا کہ توبہ کتنی قسم کی ہوتی ہے۔ توبہ چار قسم کی ہوتی ہے، کتنی آسان ہے۔ ہر وقت توبہ کا ہے۔ کوئی جان، کوئی قتل اپنے آپ کو نہیں کرنا پڑتا صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کر کے وعدہ کرلیں کہ اب آئندہ حتی الوسع ایسی خطا نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ اس لئے کہ ہم رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہیں۔ تو یہ تمہارے لئے اس طرح قتل ہو جانا بہتر ہے، بہ

Marfat.com

نسبت اس کے کہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو۔

"ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ" یہ طریقہ توبہ اپنی جان کی قربانی دے کر اللہ تعالیٰ سے وفاداری اور اللہ کی طرف واپس پلٹنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

"عِنْدَ بَارِئِكُمْ" اپنے خالق کی نگاہ میں اس کے پاس فَتَابَ عَلَيْكُمْ ..... رَحِيْمُ اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہے کہ دیکھو جب میرے پیارے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمہیں توبہ کا طریقہ بتایا تو تم نے اس پر عمل کیا، اس مشکل سے گزرے اور صبر کیا اللہ کے حکم پر۔ دوبارہ پھر مسلمان ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں قبول کر لیا۔ تمہاری طرف متوجہ ہو گیا اس لئے کہ "اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ"

اس لئے کہ یہ اس کی تو خاصیت ہے، اس کی توصفت ہی یہی ہے کہ وہ اپنی طرف پلٹنے والوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور رحمت کے ساتھ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"فَتَابَ ... الرَّحِيْمُ"

تو اے عزیزانِ محترم!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اس طریقے سے توبہ حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو یاد دلاتا ہے کہ تم پر کتنی مہربانیاں کی ہیں۔ تم

Marfat.com

کو فضیلت دی، تم کو حکومت دی۔ پھر تم نے باربار نافرمانیاں کیں۔ باربار معافیاں ملیں۔ اب اتنی بڑی رحمت ہے اور تم پھر نافرمانی کر رہے ہو۔ جب کہ تمہیں ایسا دین دیا جارہا ہے، جس میں تمہارے لئے آسانی ہوگی۔ جس میں تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی یہ تمہارے لئے آسانی ہو جائے گی۔

ان آیات کے کچھ فوائد ہیں، میں اس میں سے کچھ بیان کر دیتا ہوں کہ یہ سارا قصہ کیوں بتایا گیا؟ پہلی بات یہ کہ کفار ایک ہی قوم کے ہو سکتے ہیں، مومن نہیں ہو سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے کافروں کو اپنی قوم کہہ کر بلایا ہے۔ تیسری بات یہ کہ تبلیغ ہمیشہ نرمی سے ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نرمی سے سمجھایا کہ دیکھو تم سے غلطی ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ تم اس کی رضا چاہتے ہو تو اپنی گردنیں اس کے سامنے جھکا دو اور جانوں کی قربانی دے دو۔ تو وہ ساری قوم، وہ ستر ہزار اسرائیلی جو باغی ہو چکے تھے وہ سب ان کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے، سر جھکا لیا اور قتل ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اپنی نرمی اور سختی دونوں اللہ کے لئے ہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو انہوں نے مارا اور غصہ

Marfat.com

ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے لئے سختی کی تھی کہ کیوں تم نے لوگوں کو بچھڑے کی عبادت کرنے دی۔

باوجود اس ظلم کے جب توبہ کی طرف لانا تھا تو اپنی قوم کو نرمی سے سمجھایا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو تمہارے باپ دادا کو تو قتل کرا کے معافی ملی اور توبہ ملی تھی۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں تمہیں کتنی آسان توبہ مل رہی ہے۔ تمہارے لئے اتنی نرم توبہ کی دعوت دے رہے ہیں کہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لو، اللہ تعالیٰ سے کہہ دو کہ مجھے دوبارہ غلامی میں لے لے۔ اور کلمہ پڑھا دے "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" تو تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی۔ اور اس سے یہ بھی نتیجہ اخذ ہوا کہ مسلمانوں کو جلد توبہ کر لینی چاہیئے، اس لئے کہ توبہ قبول ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ان کی توبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں آسان ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کے لئے ایک بہت بڑی نعمت تھے۔ ان پر تمام لعنتیں، تمام بلائیں جو تھیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ختم کر دیں۔ ساری مصیبتیں ختم کر دیں، ان بنی اسرائیلوں پر جو ان پر ایمان

Marfat.com

لائے تھے۔ ان کو اپنے ناپاک عضو کو کاٹنا پڑتا تھا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ان پر اتنی سختی تھی کہ اگر کوئی جسم کا عضو ناپاک ہو جاتا تو اس کو کاٹ کر الگ کرنا پڑتا تھا۔ اور یہ طہارت صرف پانی سے ہو سکتی تھی۔

ان کا روزہ رات سونے کے بعد شروع ہو جاتا تھا۔ رات کو سو گئے تو کچھ کھا پی نہیں سکتے تھے۔ آٹھ پہر کا روزہ ہوتا تھا۔ گناہوں سے حلال چیزیں حرام ہو جاتی تھیں۔

ہمیں اپنے مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا پڑتا ہے۔ بنی اسرائیل جب مسلمان ہو گئے تو ان کی زکوٰۃ اور دوسرے مسلمانوں کی طرح چالیسواں حصہ ہو گئی۔ بنی اسرائیل پر توریت کے ذریعے سے زکوٰۃ ان کے مال کا چوتھائی حصہ تھی۔ تو ہمارے دین میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کتنی زیادہ آسانیاں دی ہیں۔ اس احسان کو جتا رہا ہے۔ ان پر اتنی سختی تھی کہ رات کو ان کے چھپے ہوئے گناہ صبح دروازے پر مشتہر ہو جاتے تھے۔ ساری دنیا جانتی تھی کہ انہوں نے یہ کیا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتیوں کی ستاری فرمائی۔ ان کے گناہوں پر پردہ ڈالا ہے، ان کو موقع دیا ہے کہ وہ توبہ کر لیں تو ان کے گناہ دُھل جائیں۔ ایک دفعہ

Marfat.com

رب کے سامنے عاجزی کے ساتھ "رَبَّنَا اَصْلِحْ اَحْوَالَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا" پڑھ لیں۔

بس پھر اجالا ہی اجالا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ توبہ بہت بڑی نعمت ہے۔ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے یہ جتلایا کہ توبہ بہت بڑی نعمت ہے۔ تمہارا رب تعالیٰ سے تعلق توبہ سے دوبارہ قائم ہو جاتا ہے۔ تم رب کی طرف بڑھتے ہو، رب تمہاری طرف بڑھتا ہے۔

اے عزیزانِ محترم! ایک نفسِ امّارہ کی توبہ ہے۔ وہ نفس جو ہمیں برائیوں پر اکساتا رہتا ہے۔ نفسِ امارہ کی توبہ یہ ہے کہ صرف یہ اقرار کر لینا کہ اب آئندہ ایسی برائی نہیں کریں گے، اب اس سے بچیں گے۔

دوسری توبہ توبۃ النصوح ہے۔ یہ توبہ اولیاء اللہ کرتے ہیں یہ مومنوں کی توبہ ہے، اور نفس لوامہ کی توبہ یہ ہے کہ نہ صرف بچیں گے بلکہ نیکی کی طرف رغبت بڑھ جائے گی، دراصل یہ توبہ ہے ترکِ دنیا کی۔

یہ ترکِ دنیا ایسی نہیں ہے جیسی عیسائیوں کی رھبانیت والی ہے۔ ترکِ دنیا یہ ہے کہ دنیا کی محبت دل سے نکل جائے۔ اور صرف اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

Marfat.com

باقی رہے۔ دنیا میں رہیں تو دنیا کے حاکم بن کر رہیں، دنیا پہ حاوی بن کر رہیں۔ دنیا کے غلام بن کر نہ رہیں۔ اور اگر دنیا اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان میں حائل ہو تو دنیا کو ترک کر دیں۔ تو یہ ترکِ دنیا ہے۔

توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے، چلنے، پیش قدمی والی توبہ ہے۔ اور جب یہ توبہ حاصل ہو جاتی ہے، تو نفسِ امّارہ جس کا کام بُرائی کرنا ہے اور قلب جس کا کام اللہ کی یاد میں مشغول رہنا ہے تو نفسِ امّارہ قلب کے قریب ہو جاتا ہے، اس کے درجے میں ہو جاتا ہے یعنی وہ قلب کا تابع ہو جاتا ہے۔

تیسری توبہ نفسِ ملحمہ کی ہے یہ خاص اولیاء اللہ کی توبہ ہے۔ اس سے دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے، دنیا سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ جیسے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت شاہ محمد افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو فرماتے تھے کہ میں خدائی قیدی ہو گیا ہوں ۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۸ء تک بیس سال ایک کمرے میں بند رہے۔ دنیا میں تھے لیکن دُنیا کے نہیں تھے۔ اور آخرت سے رغبت ہو جاتی ہے اور اس صورت میں نفس جو ہے وہ نہ صرف قلب بن جاتا ہے، بلکہ رُوح کے درجے پہ پہنچ جاتا ہے۔

رُوح کیا ہے؟ امرِ ربیّ ہے۔ نور ہی نور ہے۔ تو وہ کیا

Marfat.com

مقام ہو گا جب نفس جو ایک وجود کا بدترین حصہ ہوتا ہے، وہ وجود کا بہترین حصہ بن جائے گا۔ یعنی نُور بن جائے گا۔

میرے عزیزانِ محترم! میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہمارے ایمان کو سلامت رکھے۔ اے ربِ کریم! ہمیں اپنے کلامِ پاک کو پڑھنے اور سمجھنے، اس پر غور اور فکر کی توفیق عطا فرما۔ اے ربِ کریم ہمیں بُرائیوں سے بچا۔ ہمارے اعمال کی اصلاح فرما۔ ہمارے اقوال اور ایمان کی اصلاح فرما۔ اے ربّ کریم! تو نے اپنے کرم سے ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا جو سہارا عطا فرمایا ہے، اس سہارے سے ہمیں محروم نہ فرمانا ہمیں ان اعمال سے بچا لینا جو ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ پاک سے دُور کر دیں۔

اے ربّ کریم!

اپنے محبوبین کی جو نسبتیں تو نے عطا فرمائی ہیں، ان میں استحکام فرمانا۔ ایمان پر ثابت قدم رکھنا، ایمان کے ساتھ زندہ رکھنا، ایمان کے ساتھ اٹھانا اور مومنوں کے ساتھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت میں قیامت کے دن اُٹھانا اپنی رحمت اور مغفرت عطا فرمانا۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

Marfat.com

پارہ الٓمٓ ۱ سورۃ البقرہ
آیت نمبر ۵۳ تا ۶۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہ

وَاِذۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَالۡفُرۡقَانَ
لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ۝ وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ
یٰقَوۡمِ اِنَّکُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ بِاتِّخَاذِکُمُ
الۡعِجۡلَ فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰی بَارِئِکُمۡ فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ
ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ عِنۡدَ بَارِئِکُمۡ ؕ فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ ؕ
اِنَّہٗ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ۝ وَاِذۡ قُلۡتُمۡ یٰمُوۡسٰی
لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَہۡرَۃً فَاَ
خَذَتۡکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ۝ ثُمَّ
بَعَثۡنٰکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۝

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ
وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ
وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝
وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا
حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَ
سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا
يَفْسُقُوْنَ ۝ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ
فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَا
نْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ
عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝
وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ
وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ
الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَ
عَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ

هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا
فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ
وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ
النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا
یَعْتَدُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا
وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ
الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ
یَحْزَنُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی،
اور حق و باطل میں تمیز کر دینا کہ کہیں تم راہ پر آؤ
اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری
قوم تم نے بچھڑا ابنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے
پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں
ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے
والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے تو اس

نے تمہاری توبہ قبول کی بے شک وہی ہے
بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان اور جب تم
نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں
گے جب تک اعلانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں۔ تو
تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے پھر
مرے پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان
مانو اور ہم نے ابر کو تمہارا سائبان کیا اور تم پر من
اور سلویٰ اُتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں
اور انہوں نے کچھ ہمارا نہ بگاڑا ہاں اپنی ہی جانوں
کا بگاڑ کرتے تھے اور جب ہم نے فرمایا اس
بستی میں جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک
ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو،
اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری
خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے کہ نیکی
والوں کو اور زیادہ دیں تو ظالموں نے اور بات
بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا تو ہم نے
آسمان سے ان پر عذاب اُتارا بدلہ ان کی بے حکمی
کا اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا

تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً
اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر گروہ نے اپنا
گھاٹ پہچان لیا کھاؤ اور پیو خدا کا دیا اور زمین
میں فساد اٹھاتے نہ پھرو اور جب تم نے کہا اے
موسیٰ ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو
اپنے رب سے دُعا کیجئے کہ زمین کی اُگائی ہوئی
چیزیں ہمارے لئے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی
اور گیہوں اور مسور اور پیاز فرمایا کیا ادنیٰ چیز کو
بہتر کے بدلے مانگتے ہو اچھا مصر یا کسی شہر میں
اُترو وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا اور ان پر
مقرر کر دی گئی خواری اور ناداری اور خدا کے
غضب میں لوٹے یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ
کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق شہید
کرتے یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے
بڑھنے کا بے شک ایمان والے نیز یہودیوں اور
نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے
دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک
کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے

Marfat.com

اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

میں نے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۵۳ سے ۶۲ تک تلاوت کی ہے۔ میں نے اس میں ۵۷ ویں آیت کی تفصیل پچھلے سیشن میں بیان کی تھی۔ جس میں من وسلویٰ کا ذکر تھا جیسا کہ آپ کو یاد ہو گا کہ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی کی اور بچھڑے کی پرستش کی تو اس جرم میں ستّر ہزار کے قریب یہودی قتل کر دیئے گئے۔ کسی بھی مملکت کی اساس اس کا نظریہ ہوتی ہے۔ تو یہ جو اسرائیلی مملکت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قائم کی تھی اس کا نظریہ توحید تھا۔ کسی مملکت میں بھی چاہے وہ کافروں کی مملکت ہو یا صاحبانِ ایمان کی یا وہ اشتراکیوں کی ہو، کسی کو اجازت ہی نہیں ہوتی کہ اس کے اساسی نظریئے سے بغاوت کرے۔ روس میں اشتراکی ڈکٹیٹرشپ کے زمانے میں اگر کوئی شخص کہتا کہ ہمیں یہ کمیونزم قبول نہیں ہے تو اس کو پھانسی پر چڑھا دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ اصول دیا کہ دیکھو تمہارے معاشرے اور تمہاری مملکت کی جو اساس ہے یا اساسی نظریہ ہے

Marfat.com

اس سے بغاوت کی سزا موت ہے۔ چونکہ توحید کی خلاف ورزی کی تھی اس لئے قتل کی سزا دی۔ کوئی اور جس نے وعدہ نہ کیا ہو اور جو اس مملکت کا حصہ نہ ہو وہ اگر توحید کی خلاف ورزی کرے تو اس پر تو اس کا اطلاق نہیں ہوتا لیکن تم ہو کہ تم پر نعمتیں نازل ہوئیں تم پر کتاب نازل ہوئی، تم پر ہدایت نازل ہوئی۔ تمہاری ہدایت کے لئے تم پر پیغمبر مبعوث کئے گئے، تمہیں غلامی سے نجات دلائی گئی۔ لیکن اس کے باوجود تم نے نظریہ توحید سے بغاوت کی۔ اس کی سزا یہی تھی کہ تمہیں قتل کر دیا جاتا اور جو باقی بچے ان کی توبہ کو قبول کر لیا جاتا۔

اور یہی اصول جو اس آیت میں ہے کہ فقتلوا... ... انفسکم تو اس لئے مرتد کی سزا موت ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ تو بڑا ظلم ہے۔ لوگوں کو اپنے دین ایمان کی اجازت ہونا چاہیئے۔ مسلمان کو اجازت ہو کہ وہ مسلمان سے ہندو ہو جائے۔ نہیں، ایک دفعہ جب کوئی مسلمان ہو گیا اور اس نے اسلامی معاشرے کی اساس یعنی نظریہ توحید کو اپنایا تو اب وہ اس اساس سے بغاوت نہیں کر سکتا۔ اگر وہ مرتد ہوتا ہے تو گویا اس نے توحید کی اساس سے

Marfat.com

بغاوت کی، اس لئے اس کا قتل واجب ہے۔

تو جب یہود و ہنود اور نصاریٰ مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ کے ہاں مُرتد کی سزا موت ہے، تو ان کو یاد دلانا چاہیئے کہ تمہارے اپنے مذاہب میں کیا ہوا تھا، یہودیوں کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ توحید کے ساتھ انحراف اور نبیٔ وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم عدولی کی کیا سزا ملی تھی؛ ایک تو موت اور وہ بھی اپنے رشتے داروں کے ہاتھوں۔ ہر یہودی سے کہا گیا کہ اپنے ہر اس رشتے دار کو جس نے بچھڑے کی پرستش کی تو اس کو قتل کر دو۔

جو باقی بچے ان کو توبہ کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طُور پر لے گئے اور وہاں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا، تو جب مخاطب کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے پوچھا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی آواز سُنی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کیا پتہ کہ رب ہی بول رہا تھا۔ انہوں نے کہا: اذ قلتم یموسیٰ... تنظرون ہ اور تم تو وہی ہو جنہوں نے اس توبہ کے وقت بھی میرے نبی کی نافرمانی کی اور میرے نبی کے فرمان پر شُبہ کیا۔ اس

نے کہاکہ یہ وہی آواز ہے اور تم نے کیا جواب دیا۔ یٰموسیٰ لن نؤمن لك ۔ اے موسیٰ! ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ یعنی صاف انکار کر دیا۔ بے ادبی کر دی حتّٰی نری اللہ جھرۃً ۵ جب تک کہ صاف واضح طریقے سے ہم خود نہ رب کو دیکھ لیں۔ بولتے ہوئے۔

پھر کیا ہوا؟ فاخذ تھم الصاعقۃ۔ ایک گرجتی ہوئی بجلی نے آکر اُن کو پکڑ لیا، اللہ تعالیٰ کی تجلی گری اور وہ ختم ہو گئے۔ وانتم تنظرون۔ اور تم دیکھ رہے تھے چونکہ وہ لوگ نبی کے ساتھ گئے تھے، اس لئے نبی کی امان میں تھے، اور ابھی تک رب سے انکار نہیں کیا تھا صرف اس کو دیکھنے کی تمنا تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم کیا۔ کیا کرم کیا؟

"ثمّ بعثنکم من بعد موتکم"۔

موت کے بعد تمہیں زندہ کر دیا۔ اس بجلی (برق صاعقہ) سے تم ختم ہو گئے، میں نے تمہیں دوبارہ زندہ کر دیا لعلکم تشکرون ۵ تاکہ دوبارہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ جب تمہاری پکڑ ہو خطاؤں پر تو یہ نہ ہو کہ بے صبری میں تم اللہ تعالیٰ سے اور دُور ہو جاؤ۔ ہر مشکل، ہر آزمائش اور گرفت

Marfat.com

کو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرنا چاہیئے ۔ آزمائش اور گرفت کا وقت صبر اور شکر اور رضا کا وقت ہے ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گے ۔

یہودیوں سے کہا گیا کہ تم اپنے وطن شام چلے جاؤ ۔ وہاں غیروں نے قبضہ کر لیا ہے ۔ تمہارا وطن تو وہی تھا ۔ حضرت یوسف علیہ السلام تشریف لے گئے تھے ، حضرت یعقوب علیہ السلام شام میں رہتے تھے ۔ تو تم اپنے وطن واپس جاؤ ، اس وطن کو جو انبیاء کی سرزمین ہے ۔ جو شعائر اللہ ہے اور جس کی برکت سے تمہارے اعمال دُرست ہوں گے ، تم وہاں جاؤ ۔

انہوں نے کہا وہ تو بہت طاقت ور ہیں ، اے موسیٰ تم ہی جاؤ ، تم اور تمہارا خدا لڑو ۔ اس نافرمانی کی سزا کیا ملی ان کو ؟ کہ بے آب و گیاہ صحرا اور جنگل میں بھیج دیئے گئے ۔ اور ۴۰ سال تک وہاں بھٹکتے رہے ۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے ایک پیارے محبوب نبی کی اُمّت تھے ، اللہ تعالیٰ نے ان کو صحرا کی قید میں رکھا ، تو ان کو دانہ پانی راشن دیتا رہا ___ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ ○ تم پر بادلوں کا سایہ کیا ، اس بے سایہ صحرا میں جہاں دُھوپ کی تپش ہوتی ہے ۔ رہنے

Marfat.com

کو کوئی مکان نہیں تھا، صحرا کی گرمی تھی۔ ہم نے تمہیں وہاں بھی ایک ٹھنک سایہ عطا فرمایا۔

وانزلنا علیکم المن والسلویٰ ۵

اور میں نے تم پر من اور سلویٰ اُتارا۔ من کہتے ہیں احسان کو، احسان وہ ہے جو بغیر کسی بدلے کے دی جائے۔ من ایک آسمانی شہد ہے، شبنم کے قطرے کی طرح سے پتّوں اور کانٹوں کی نوک پر اُگتی ہے، اور صبح تک وہ چھوٹے چھوٹے دانے بن جاتی ہے۔ وہ دانے جمع کر دیئے جاتے اس سے ان کو غذائیت مل جاتی۔ اور سلویٰ سمندر کے کنارے پایا جانے والا ایک پرندہ جو سائز میں ایک مرغ کی طرح، ہوتا تھا، جو کہ بعض لوگوں کے مطابق بٹیر ہوا کرتا تھا، لیکن وہ دریاؤں اور سمندر کے کنارے ملتا ہے۔

بعض تفسیروں میں ہے کہ اس کا تازہ گوشت مل جاتا تھا، پروٹین کے لئے۔ طاقت کے لئے کیپسول مل جاتے تھے۔ اور ان کو حکم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر قناعت کرو، روز کے روز اپنی ضرورت کے مطابق جمع کرو، سوائے ہفتے کے دن کے۔ کیونکہ سنیچر کو ان کے لئے پرندوں کو پکڑنے کی اور من جمع کرنے کی کوئی اجازت نہیں تھی، لیکن

Marfat.com

اس دن بھی یہ لوگ بغاوت کرتے تھے اور ساری چیزیں لے کے رکھ لیتے تھے۔

پھر فرمایا اور یہ ہم نے تمہارے لئے بادل کا سایہ کیا۔ من وسلویٰ اُتارا، تاکہ جو کچھ میں نے پاک چیزیں تمہارے لئے رزق کی صورت میں اُتاری ہیں وہ تم کھاؤ۔ وما ظلمونا ط اور تم اپنے اُوپر کوئی زیادتی نہ کرو، کوئی بغاوت نہ کرو، کوئی معصیت نہ کرو۔ لیکن وہ تو تھے ہی ازلی بدبخت ولکن کانوا انفسھم یظلمون ہ لیکن تم اپنی ہی جانوں پر زیادتی کرتے رہے، خود ہی گناہوں میں ملوّث ہوگئے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُنیا سے پردہ فرمایا تو اس وقت ان کے حاکم حضرت یشوع علیہ السلام تھے۔ اوران کے زمانے میں ان کو حکم ہوا کہ وہ شام کی طرف جائیں بیت المقدس کی طرف، اس وقت تک تو بیت المقدس نہیں تھا۔ مسجد تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں تیار ہوئی۔ اس وقت وہاں ایک بستی تھی، جس کو ہم القدس شریف کہتے ہیں۔ تو اس وقت حکم ہوا۔ اذ قلنا ادخلوا ھذہ القریۃ ہ جب میں نے تم سے کہا کہ اب اس

Marfat.com

بستی میں داخل ہو جاؤ۔

جب حضرت ادریس علیہ السلام ان کو لے کر چلنے لگے شام کی طرف، تو حالانکہ یہ کمزور تھے، بار بار گناہ کرتے تھے، خطا کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت اور کرامت دی تھی۔ اپنے محبوب نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام میں حد سے زیادہ معصومیت تھی، اور رُعب تھا۔ اُن کے رُعب کی وجہ سے وہاں حاکم شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ اپنی دولت مال محلّہ اور اپنے مکانات سب انہوں نے بنی اسرائیل کے قافلے کے لئے چھوڑ دیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا کہ ٹھیک ہے اب جاؤ تم، اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور جو کچھ چاہو کھاؤ۔ پیٹ بھر کے تمہیں مال و دولت اور دُنیا سب کچھ دے دیا۔ (اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے بات آئے گی۔ کہ انہوں نے کہا تھا ہم تو ایک ہی چیز کھاتے کھاتے تنگ آ گئے۔)

اے عزیزانِ محترم! من و سلویٰ کی اور علیکم الغمام کی ایک صوفیانہ تفسیر بھی ہے۔ یہ جو بادل کا سایہ ہے، یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا سایہ ان کی اُمّت

کے اُوپر ہے اور من وسلوٰی جو ہے اس میں منّ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ ہمارا ایمان ہی ہمارا تقویٰ کلمۂ شہادت اشھد ان... رسول اللہ۔ یہ توحید آسمان سے اُترا ہوا منّ ہے۔ احسان ہے ہم پر۔ سلوٰی کی نعمت عشقِ الٰہی ہے۔ وہ عاصیوں کا۔ شاہ عارف رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ افضل سرکار قبلہ عالم غوث زمان فقیر صابر رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کے صدقے میں ان کی توجّہ اور کرم سے ہمارے دلوں میں ذکرِ الٰہی ہے۔ وہی ہمارا سلوٰی ہے۔ یعنی توحید اور معرفت مومن کا من و سلوٰی ہیں۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور شفاعت تمام غمام ہے۔

اور جو اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہوتے ہیں، سودائی ہوتے ہیں، وہ کبھی نہیں کہتے کہ ہم ایک ہی چیز کھاتے کھاتے تنگ ہو گئے۔ وہ اسی میں مست الست رہتے ہیں۔ اسی توحید اور اسی معرفت الٰہی اور اسی عشق الٰہی اور رحمتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے سیراب ہوتے رہتے ہیں۔

تو جب یہ اس بستی میں داخل ہوئے تو چوں کہ وہ پیغمبروں کی بستی تھی، اس لئے اس کے کچھ آداب ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ ربِّ کریم نے اس فاتحِ بنی اسرائیلی لشکر کو آداب سکھائے۔ وہ آداب کیا تھے واذ قلنا الدخلوا.. حطّۃٌ۔ جب اس شہر کے دروازے پر پہنچو تو فاتح قوموں کی طرح اکڑتے ہوئے نہ جاؤ۔

جن کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ اپنی ساری کامیابیوں کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جو اللہ کے بندے ہوتے ہیں وہ اپنی کامیابیوں کو رب کریم کی نصرت اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور توجہ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ اور وہ موقع ہوتا ہے سجدۂ شکر کا، عظمتِ الٰہی کے اعتراف کا۔

تو فرمایا کہ تم جب اس شہر کے دروازے سے گزرو، تو یاد رکھو کہ یہ انبیاء کی سرزمین ہے۔ انبیاء کی سرزمین پر آنے اور وہاں سے گزرنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔ انہوں نے بھی ساری زندگی سجدہ کیا، اطاعتِ الٰہی میں رہے، عبادتِ الٰہی میں رہے اور شکر توبہ اور استغفار کے کلمات پڑھتے رہے۔ تم بھی اس میں اسی انداز سے داخل ہو۔

ادخلوا الباب سجدًا وقولو حطۃٌ جب اس میں

سے جاؤ تو دروازے پر سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو۔ اور شکر اور استغفار کے اور عاجزی اور حمد و ثناء کے الفاظ ادا کرو۔ پھر کیا ہو گا؟ پھر تمہاری پچھلی جتنی بھی خطائیں ہیں میں معاف کر دوں گا۔ وسنزید المحسنین ہ اور جو نیک ہیں تم میں، صاحبانِ ایمان ہیں، ان کے اعمال سے کہیں زیادہ بدلہ ان کو بخشوں گا۔ یہ راہ و رسم جو اپناتے ہیں وہ ہر کامیابی کے موقع پر عاجزی و انکساری کے ساتھ رب کے سامنے سجدہ، رکوع، عبادت کرتے ہیں اور اس کی توحید کے کلمے پڑھتے ہیں۔ اس کی حمد و ثناء کرتے ہیں۔ اس سے عاجزی کرتے ہیں، اس کے سامنے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں معاف کرتا رہتا ہے۔ اور ان کے درجات کو بلند کرتا رہتا ہے۔ ان کے اعمال سے زیادہ انہیں انعام دیتا ہے۔

اب اس آیت میں چند اصول وضع کئے جاتے ہیں۔ وہ اصول کیا ہیں؟ کہ انبیاء کی شان میں بے ادبی کرنے سے عذابِ الٰہی آتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس قوم نے بے ادبی کی تھی کہ ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے، جب تک رب کو خود نہ دیکھ لیں چنانچہ

ان پر عذاب اُترا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے وہ دوبارہ زندہ ہوگئے۔ تو مقبول بندوں کی دُعا سے رب تعالیٰ مُردوں کو زندہ فرما دیتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ قم باذن اللہ کہہ کے یا جیسے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے کہ قم باذنی میرے حکم سے زندہ ہو جاؤ۔

تیسرا اصول یہ ہوا کہ رب تعالیٰ کو انبیاء علیہم السلام کی عظمت کی برقراری مطلوب ہے۔ ان کو سزا کے طور پر برق صاعقہ سے جلا کر ختم کیا اور ختم کرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کیا اور دوبارہ ان کو توفیق دی شکر توبہ و استغفار کی۔ یہ ساری بات اس لئے تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی عظمت اُن کے دلوں میں برقرار رہے۔

ایک اصول یہ بھی وضع ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں دلجوئی مقصود تھی، کہ اب تو بنی اسرائیل ذلیل و خوار ہو چکے ہیں۔ اس وقت میری رحمتوں کے سائے میں تھے۔ میرے محبوب، میرے پسندیدہ اور برگزیدہ نبی موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ تھے۔ ان کی دُعائیں

Marfat.com

ان کی شفاعت ان کے ساتھ تھی، ہم نے ان پہ بے تحاشا نعمتیں نازل کی تھیں، ان کو غلامی سے آزادی تھی۔ اتنی نعمتوں اور اتنا کچھ دے دینے کے بعد بھی اپنے نبی موسیٰ (علیہ السلام) کی نافرمانی کرتے تھے۔ اگر وہ آپ پر دنیا کے لئے ایمان نہیں لاتے تو کون سی نئی بات ہے۔ آپ اس سے اپنے دل کو ملول نہ فرمائیں۔

دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا کہ جو متبرک مقامات ہیں، یعنی جہاں انبیاء کے مزارات ہوں، جہاں اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہو، جیسے کوہِ طور ہے، جیسے القدس شریف ہے، جیسے روضۂ نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، وہاں جا کر دعا کرنا سنّتِ انبیاء ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو کلامِ پاک میں فرما دیا ہے کہ اے میرے نبی تمہارے پاس جو آئے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ قد جاءوك، کوئی آپ کے پاس یغفرلکم ذنوبکم۔ اس کے گناہوں کو معاف کر دے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور نورانی ہستی کا یہ اعجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی الاعلان

Marfat.com

فرمادیا ہے کہ نور من نور اللہ ۔ نور کے سائے میں آ جاؤ گے، تو تم ویسے ہی پاک وصاف ہو جاؤ گے جیسے آج ہی پیدا ہوئے تھے۔ بغیر کسی گناہ اور معصیت کے تمہارے سارے گناہ معاف کر دوں گا۔

اب ذرا ان لوگوں سے پوچھیں جو یہ کہتے ہیں کہ وہ تو ایک پیغام رساں تھے، پیغام دے دیا، کیا ڈاکیا کسی کے گناہ معاف کر سکتا ہے، یا وہ کسی چور کو تھانے میں پولیس سے بچا سکتا ہے؟ یہ گستاخ لوگ ہیں، یہ کلام پاک کو پڑھیں تو پھر عظمت نبی کو سمجھیں گے کہ عام نبی کی یہ عظمت ہے تو سید الانبیاء کی عظمت کیا ہو گی۔

تو متبرک مقام پر دعا کرانی سنت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو توبہ کرانے کے لئے کوہِ طور پر لے گئے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ جب القدس شریف جاؤ تو وہاں سجدہ کرو، استغفار کے کلمات پڑھو، حمد و ثنا کے ساتھ۔

ایک اور اصول یہ واضح ہوا کہ نبی کا انکار کر کے کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ گئے تھے توبہ کرنے، لیکن یہ کہہ دیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھیں گے

Marfat.com

ہم کیسے آپ پر ایمان لائیں گے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوّت سے انکار کردیا انہوں نے، تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے برق صاعقہ گری۔ وہ جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دوبارہ زندہ ہوکر ایمان نہ لائے اس وقت تک توبہ قبول نہیں ہوئی۔ ثابت ہوا کہ انکارِ نبی سے توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔

پھر ایک اصول اور وضع ہوا کہ شفاعت وہاں کام آتی ہے جہاں اور سارے حیلے بہانے ناکام ہوجائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے ان کے گناہ معاف ہوئے اور القدس شریف میں ان کو حکومت دی گئی، دولت دی گئی۔ لیکن اس وقت بھی وہ اپنی خطا اور بداعمالیوں اور بے ادبیوں سے باز نہیں آئے۔ وہ سجدے کی حالت میں دروازے سے داخل نہیں ہوئے، گھٹنوں کو گھسیٹتے ہوئے گئے۔ حمد و ثناء کے الفاظ نہیں بولے، پھر وہ مصیبتوں میں آئے۔

فبدل الذین ظلموا قولًا ... قیل لھم۔ پھر ان ظالموں نے بنی اسرائیل کی اس قوم نے، جو کچھ ان سے کہا گیا تھا، یعنی وقولوا حطۃ۔ لیکن جو کچھ کہا گیا تھا وہ انہوں

Marfat.com

نے بدل دیا پھر کیا ہوا؟ فانزلنا علی الذین ظلموا ..... یفسقون ٥ آسمان سے ان پر عذاب نازل ہوا، طاعون نازل ہوا۔

اے عزیزانِ محترم! طاعون کافروں کے لئے عذاب ہے اور مومنوں کے لئے نعمت ہے۔ یاد رکھیں کہ منع کیا گیا مسلمانوں کو کہ اگر وبا آئے تو شہر یا ملک چھوڑ کے نہ بھاگیں۔ اگر تم زندہ بھی بچ گئے تو بھی تمہیں شہادت کا درجہ دُوں گا۔

ابھی میں بتاؤں گا کہ کن حالات میں اللہ تعالیٰ نے حکم شہادت عطا فرمایا۔ طاعون ایک انتہائی سخت عذاب ہے۔ لیکن اگر طاعون مسلمانوں اور توحید پرستوں کی بستی میں آجائے تو وہ ان کے لئے صرف ایک آزمائش ہے۔ ان کو منع اس لئے کیا گیا ہے کہ بستی میں کچھ بوڑھے اور کمزور ہوں گے جو بھاگ نہیں سکتے ہوں گے، وہ صاحبانِ ایمان ہوں گے، ایسا نہ ہو ان کا انتقال ہو جائے اور ان کی لاشیں پڑی ہوں اور ان کی بے حرمتی ہو۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو اس جگہ سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اگر تم مر گئے تو شہید ہو گئے، زندہ بھی بچ گئے

Marfat.com

تو اس استقامت کے لئے تم کو شہادت کا درجہ عطا کیا جائے گا۔

اس آیت کے کچھ اصول اس سے بھی نکالے جاسکتے ہیں جیسے کہ میں نے کہا تھا کہ سورۃ فاتحہ کلام پاک کا پیش لفظ ہے، سات آیات میں سارے کلام پاک کا نچوڑ ہے۔ اس طرح سُورۃ بقرہ سارے کلام پاک کی ایگزیکٹو سمری ہے۔ کلام پاک کی دوسری سُورتوں میں تمام اصول اور دین کے احکامات ہیں جن کو ایک جامع طریقے سے اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے۔ لیکن اس کے ظاہری الفاظ کے پیچھے جو باطنی معنی ہیں، جو اصول ان سے وضع ہوتے ہیں، ان کو تلاش کرنا چاہیئے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تدبّر اور تفکّر کے ساتھ میرا کلام پڑھا کرو۔ اس سے ایک اصول تو یہ ہوا کہ انبیاء کرام کی مخالفت سے عذاب آتا ہے۔ چھیڑ خوانی کرنی ہو تو اتنی احتیاط ضرور کرو کہ اہلِ اللہ سے چھیڑ خوانی نہ کرو، وہ اللہ کے پیارے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو برداشت نہیں ہے کہ کوئی ان سے چھیڑ خوانی کرے۔ چونکہ انبیاء کرام کی مخالفت سے عذاب آتا ہے، اولیاء کرام انبیاء کے وارث ہیں، اسی

Marfat.com

لئے تو یہ وراثت انہیں سے ملی ہے اور کوئی ان کو چھیڑ کے بھاگ نہیں سکتا، ان کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

دوسری بات یہ کہ جیسے میں نے مثال دی کہ مومن کے لئے دنیاوی تکالیف کفارۂ گناہ ہے، کافر کے لئے نہیں ہے۔ کافر کے لئے وہ عذاب تھا بنی اسرائیل کے لئے آپ کے لئے وہ کفارۂ گناہ ہے، آپ اس سے گزر گئے صبر کے ساتھ تو شہادت ہے، چاہے زندہ بچے یا انتقال کر گئے، بالکل جہاد کی طرح غازی یا شہید۔

(کفارۂ گناہ جو ہوتا ہے چونکہ یہ واقعتاً شہادت نہیں ہے اس لئے اس میں میّت کو غسل دینا واجب ہے)۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن پر یہ احسان فرمایا ہے کہ اس کے لئے شہادت کو بہت ہی آسان فرما دیا ہے۔ اس کی ایک طویل فہرست ہے مثلاً پانی میں ڈوب کر مر جانے والا شہید، جل کر مر جانے والا شہید، سفر میں انتقال کرنے والا، دیوار گر جائے، بس کے نیچے آ جائے، پیٹ کی بیماری میں اگر کوئی مر جائے، طاعون سے مرے، زچہ عورت اگر نفاس سے مر جائے، مرگی یا بخار سے کوئی مرے، عشق بازمیں اگر کوئی مرے، درندوں سے

Marfat.com

کوئی مر جائے، جمعے کی رات یا سہاگ رات کو کسی کا انتقال ہو جائے، یا اللہ تعالیٰ کے حصولِ علم میں کوئی مر جائے یہ سب شہید ہیں۔

اسی طرح اگر کہیں درس ہو رہا ہے اور آپ اُس کی نیّت سے جا رہے ہیں اور خدانخواستہ راہ میں انتقال ہو ہو گیا تو آپ کو شہادت کا درجہ حاصل ہو گا۔ زہریلے جانور سے مرے تو شہید۔ اگر کوئی مسجد میں پانچ وقت اذان دے، اور اس کی کوئی اُجرت نہ لے، وہ مرے تو وہ بھی شہید۔ اکلِ حلال حاصل کرنے والا کوئی کھرا اور سچّا تاجر مرے تو وہ بھی شہید۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے وہ بندے جو رزقِ حلال کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں مجھے بڑے پیارے لگتے ہیں۔ جو روزانہ ۲۵ بار پڑھے اللھم بارك لی فی الموت ؕ اے ربِ کریم! موت میں اپنی برکت شاملِ حال فرمانا اور موت کے بعد بھی۔

کتنی آسان دعا ہے، دن میں ۲۵ دفعہ پڑھ لے تو وہ بھی شہید، جو نمازِ چاشت پڑھے اور ہر ماہ تین روزوں کا پابند ہو، جو روزہ کا پابند ہو وہ بھی۔ دیکھیں نمازیوں

کو کتنی نعمتیں ہیں۔ جو روزانہ سو بار درود شریف پڑھے وہ شہید۔ یہ تمام عارفیوں کے وظائف میں شامل ہے۔ جو شہادت کی تمنّا میں رہے وہ بھی شہید۔ وہ تاجر جو بوقتِ ضرورت ذخیرہ اندوزی کی بجائے اپنا مال بازار میں لائے، تاکہ مُسلمانوں کو آسانی ہو، وہ بھی شہید۔ قحط کی تنگی کے زمانے میں جو تاجر باہر سے غلّہ منگوائے، امپورٹ کرے وہ بھی شہید۔ جو مُسلمان سُنّتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند ہو وہ بھی شہید۔ اور جو بیمار اپنی بیماری میں ۴۰ بار آیت الکرسی پڑھے وہ بھی شہید۔

یہ چیزیں غور سے سُنیں۔

جو روزانہ تین بار اعوذ پڑھ کر سُورۃ حشر کی آخری آیات لَا یستوی .... الخ تک پڑھے وہ بھی شہید۔ یہ تو بہت ہی آسان ہے اور میں توقع کرتا ہوں کہ میرے سارے جو عارفی بھائی ہیں وہ سُورۃ حشر کی مذکورہ آخری آیات ضرور زبانی یاد کرلیں، مجھے تو ان آیات سے عشق ہے۔ جو شخص سُورۃ یاسین پڑھنے کا پابند ہو، جو روزانہ صبح و شام درود شریف پڑھا کرے۔

یہ تو ایک برسبیلِ تذکرہ میں نے بیان کر دیا کہ شہادت

Marfat.com

کی نعمت اللہ تعالیٰ نے کس کس بہانے سے عطا فرمائی ہے۔ لیکن میں جو اصول بیان کر رہا تھا، وہ یہ بھی ہے کہ موت کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ اس لئے کہ موت سے فرار نہیں ہو سکتا۔ استقامت کے ساتھ رہو گے، بیماروں اور مریضوں کی تیمارداری کرو گے تو وبا سے مرنے والے لوگوں کی تجہیز و تکفین کرو گے تو تم کو شہادت کا درجہ نصیب ہو گا۔

ایک اور اصول یہ بھی ہے کہ رب کا فرمان بدلنا عذاب الٰہی ہے۔ بنی اسرائیل سے کہا گیا۔ وقولو حطة۔ تو انہوں نے کیا کہا؟ ان ظالموں سے، جو کچھ کہا گیا تھا، اس کے خلاف اس کو تبدیل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر ایک اور احسان یاد دلاتا ہے۔ واذا استسقیٰ موسیٰ لقومہٖ .... حجر عینا مفسدین ۃ پیغمبر کا معجزہ استسقیٰ بھی ہے۔ اور ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ استسقیٰ اس کے درجے کے حساب سے عطا فرمائے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا کہ پیاس کے مارے ہم مرے جا رہے ہیں تو کیا ہوا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے استسقیٰ کیا۔ ہم بھی نماز استسقاء ادا کرتے ہیں لیکن استسقاء کے ساتھ تو یہ سجدہ عبادت اور

Marfat.com

صدقہ وخیرات ہونا چاہیئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب استسقیٰ کیا۔ واذا سنسقیٰ موسیٰ لقومہٖ۔ تو اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا۔ فقلنا اضرب بعصاك الحجر۔ ہم نے کہا کہ یہ عصا اس پتھر پر مارو، اب عصا تو وہی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام جنّت سے لے کے آئے تھے۔ جو نسلاً بعد نسل نبی اور نبی حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچا اور حضرت شعیب علیہ السلام نے بکریاں چرانے کی ڈیوٹی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کی تو وہ عصا ان کے حوالے کر دیا۔ بہت سارے نبیوں نے پتھر پر مارا ہوگا لیکن چشمہ نہیں پھوٹا۔

تو معجزہ اس وقت ہوتا ہے جب تائیدِ الٰہی ہوتی ہے۔ کرامت اس وقت ہوتی ہے کسی ولی سے جب تائیدِ الٰہی ہوتی ہے۔ خود سے کوئی کچھ نہیں کر سکتا وللہ عزّۃ جمیعًا ساری طاقت، سارے تصرّفات، ساری صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ عزّت کہتے ہیں قوت کو۔ اور ذلّت کہتے ہیں کمزوری کو۔ ہم نے دوسرے معنوں میں لے لیا ہے۔ جس کے پاس ساری عزّت ہے اور اس کی تعلیم ہو نبی بھی یا معجزہ

اور ولی بھی باکرامت۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس عصا سے چشمہ پھوڑنے کے لئے ید بیضا چاہیئے۔ ہر جھوک سیال کرامت نہیں دکھا سکتا۔ اگر اس ولی کے پاس صدقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس نے اس کے دل کو روشن کیا ہوا ہے، اس کے قلب کو رب کے ساتھ وابستہ کیا ہوا ہے، تو تائیدِ الٰہی سے اس سے کرامت بھی ہوتی ہے۔ تو عصائے موسیٰ سے چشمہ نکالنے کے لئے یدِ بیضا کی ضرورت ہے۔ اور تائیدِ الٰہی کی ضرورت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ بارہ قبیلے تھے، تو جب پتھر پر مارا فانفجرت من... عیناہ پس پتھر سے نکال دیئے بارہ چشمے تاکہ ہر قبیلہ ہر گروہ اپنی اپنی جگہ رہیں اور آپس میں نہ لڑیں۔ ہر ایک اپنی جگہ کو اپنے مقام کو پہچانے۔ اور وہاں سے اپنا رزق اپنی پیاس کو بجھائے۔ قد علم کل اناس مشربھم۔ پس پہچان لیا سارے لوگوں نے اپنے پینے کی جگہ کو، اور اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کلوا واشربوا من.... مفسدین ٥ کھاؤ اور پیو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا۔ اور دنیا میں فساد پھیلانے والوں

Marfat.com

کی طرح سے نہیں بلکہ توحید والوں کی طرح سے پھرو، دُنیا میں غنڈے بن کر نہ رہو، فسادی بن کر نہ رہو۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں نعمت عطا فرمائی ہے۔ اب تم اللہ کی مخلوق کے لئے رحمت بن کر رہو، اللہ کی مخلوق کے لئے فتنہ و فسادی بن کر نہ رہو۔

اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی توحید کا اپنی عظمت کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم اور اپنے محبوبانِ الٰہی کی عظمت کا احسان عطا فرمائے اور ہمیشہ ادب و محبت و اطاعت کی حالت میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں کا شاکر رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معصیت و فساد اور فتنے سے محفوظ رکھے۔ اور ایمان پر قائم رکھے۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ

رب العالمین ٥

Marfat.com

تفسیر علیم

(قرآن حکیم)

جلد سوم

از

خواجۂ عارفاں، ابدال چشت اہل بہشت

عامل شریعت کامل طریقت

صادق البیان مفسر القرآن

فدائے عشق محمدی

ضیائے علام عارفی وفائے سگ افضلی

حضرت قاضی محمد علیم اللہ عارفی

قادری چشتی صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com